مزارات پر گنبد بنانے کے بارے میں اکابر علماء اہلسنت کی تحقیقات

مزارات پر گنبد

امام المفسرین حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ

صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید ابو الفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

مسلم کتابوی لاہور

مزارات پر گنبد بنانے کے بارے
میں اکابر علمائے اہلسنت کی
تحقیقات

مزارات پر گنبد

امام المفسرین حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ
صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مفتی اعظم حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ
حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

مسلم کتابوی لاہور

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

نام کتاب	---------	مزارات پر گنبد
موضوع	---------	دعوت فکر و اصلاح
تحقیق	---------	مزارات پر گنبد بنانے کے بارے میں اکابر علماء اہلسنت کی تحقیقات
صفحات	---------	۳۲۰
تاریخ اشاعت	---------	بدھ ۲/ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۶/ اپریل ۲۰۱۱ء
طابع	---------	اکبر ندیم پریس لاہور
تعداد	---------	گیارہ صد
ناشر	---------	مسلم کتابوی لاہور
قیمت	---------	روپے

ملنے کا پتا

مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

042-37225605-0321-4477511

Email:raza_muneer@yahoo.com

Muslimkitabevi@gmail.com

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا
نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

مجموعہ رسائل

(۱) اَلْقُبَّۃُ الصُّغریٰ لِلْمُستفیضین عن الاَوْلیاء
(۲) اسواطُ العذاب علی قواسع القِبَاب
(۳) اِثباتِ بناء قُبّہ جات
(۴) پکی قبر اور اس پر گنبد بنانے کا حکم شرعی
(۵) ہاں! ہمارے لیے اللہ عزوجل کافی ہے۔

مصنفین

(۱) حضرت علامہ سید محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ
(۲) حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ
(۳) حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
(۴) حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
(۵) حضرت علامہ مولانا محمد شکیل احمد سبحانی

ملنے کا پتا

مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

042-37225605-0321-4477511

Email:raza_muneer@yahoo.com

Muslimkitabevi@gmail.com

القُبّةُ الصُّغریٰ

لِلمُستَفِیضِینَ عَنِ الاَولِیاء

موضوع

دلائلِ اثباتِ قُبّہ جات

بر قبورِ اولیاء و صلحاء

برائے راحتِ زائرین و امتیازِ مشاہدِ مقدّسہ

فخر العلماء استاذ العصر حضرت علامہ مولانا ابو محمد
سیّد محمّد دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(بانی دار العلوم حزبُ الاحناف لاہور)

مُسلم کتابوی دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقابر و مقامات و مساجد کا ڈھا دینا وہابیہ ہند کے نزدیک قابلِ الزام نہیں

ابن سعود نے سرزمین حرم میں جو مظالم کئے ہیں. انہوں نے مسلمانان عالم کو تڑپا دیا ہے، لیکن تعجب ہے کہ اُس کے حامی باوصف دعویٰ علم وفضل اُس کی ذلیل ترین حرکات پر پردے ڈالنے بلکہ اس کے خبیث افعال کو جائز ٹھہرانے کے لیے ہر قسم کی طاقتیں صرف کر رہے ہیں. اخباروں میں فتووں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا ہے. مولوی محمد رفیع. مولوی کفایت اللہ. مولوی عبدالحلیم. مولوی ولایت احمد. مولوی عبدالحیٔ کے فتوے چھاپے گئے ہیں. اُن میں یہ زور دیا گیا ہے کہ مزارات پر قبّے بنانا شرعاً ناجائز اور قابلِ انہدام ہے. بلکہ بعضوں نے اُس کا ڈھانا واجب کہا ہے. اِس سے مُدعا یہ ہے کہ ابن سعود نے جو اکابر صحابہ کے مزارات کے ساتھ گستاخیاں کی ہیں. اُن سب کو جائز قرار دیا ہے، لیکن ان کی اس جانکا ہی سے بھی مُدعا حاصل نہیں ہوتا.

ابن سعود نا مسعود نے کیا کیا خباثتیں کی ہیں

کیونکہ ابن سعود نے قبروں اور مزاروں کے قبے ہی ڈھانے پر اکتفا نہیں کیا ہے. اُس نے مسجدیں بھی

شہید کی ہیں۔ بے گناہوں کو قتل بھی کیا ہے۔ مسجدوں اور مزاروں کے مقام پر نجاستیں بھی ڈالی ہیں، امکنہ متبرکہ کو گدھوں کی لیدوں سے بھی بھر دیا ہے۔ قبروں پر پیٹرول ڈال کر آگ بھی لگائی ہے۔ مسجدوں کی کڑیاں بازاروں میں بکوائی ہیں۔ اگر ابن سعود کو بری کرنا منظور ہے تو ان تمام افعال کو بھی جائز کہیے۔ اتنے فتوے ترتیب دے دیئے جاتے ہیں اور اخباروں کے صفحات کے صفحات اُن سے لبریز ہوتے ہیں، لیکن کہیں یہ فتویٰ نہیں لکھا جاتا کہ مسجد ڈھانے والے کا کیا حکم ہے۔ اُس کو سلطان غازی کہنا۔ اُس کی فتح و نصرت کے لیے دعا کرنا کیسا ہے۔ باوجود نجدی کے ان افعال کے اور باوجود اس کے کہ مسلمان اُس سے مقابلہ کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ طائف و مکۂ معظمہ میں لوگوں نے بے روک ٹوک اُس کو داخل ہونے دیا۔ اس پر لوٹ مار قتل و غارت خونریزی بے حرمتی کے جو واقعات اُس سے ظہور میں آئے۔ یہ وہابی علماء اُس سے چشم پوشی کر لیتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ وہ اُس کے تمام افعال کے حامی ہیں۔ حتیٰ کہ اُس کے لشکر کی نصرت کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ لشکر کفار کے مقابلہ میں کبھی نہیں آئے اُن کے ظلم کی تلوار مسلمان علماء، سادات، باشندگان بیت الحرام کی گردنوں پر چلتی رہی ہے اور اس کے لشکر انہیں پر ظلم و ستم توڑتے رہے ہیں۔ پھر اُس کی نصرت و تائید کی دعا پتہ دیتی ہے کہ یہ قتل و غارت مفتی صاحب کے نزدیک عین اسلام کے مطابق ہوا اور ہندوستان کے وہابی مفتی بھی نجدی کی طرح تمام مسلمانانِ عالم کو کافر مشرک واجب القتل مباح الدم جانتے ہیں حتیٰ کہ اس دعا میں یہ کلمات بھی ہیں :۔ وامحق

(حاشیہ برصفحہ آئندہ)

بسیفہ رقاب الطائفۃ الباغیۃ الکفرۃ الظلمۃ۔ یعنی یا رب باغی کافر ظالم گروہ کی گردنیں اُس کی تلوار سے ہٹائیے۔ تو اب جو مکہ مکرمہ اور طائف میں بے گناہ مارے گئے یا مارے جارہے ہیں یا مدینہ طیبہ کے حملے میں مارے جائیں یہ تمام دیندار مسٹر محمد علی صاحب کے جامعہ ملیہ کے مُفتی صاحب کے نزدیک کافر فاجر ظالم ہیں۔ یہ عجیب ظلم ہے کہ کسی پر چڑھ کر نہیں گئے۔ اپنی جانوں کی حفاظت تک نہ کرسکے مگر پھر بھی کافر فاجر ظالم باغی ہوئے۔

عجیب واقعہ ہست غریب حادثہ ایست ؎ انا اصطبرت قتیلاً و قاتلے شاکی

جمعیۃ العلماء کے مفتی کفایت اللہ نے تمام اُمّت اسلامیہ صحابہ کرام سے اب تک سارے اہل اسلام کو شرک و کفر کا نشانہ بنایا ہے

جمعیۃ العلماء کے مفتی مولوی کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

اُونچی اُونچی قبریں بنانا ــــ قبریں پختہ بنانا ــــ قبروں پر گنبد اور قبے اور عمارتیں بنانا ــــ غلاف ڈالنا ــــ چادریں چڑھانا ــــ نذریں ماننا ــــ طواف کرنا ــــ سجدہ کرنا ــــ یہ تمام امور منکرات شرعیہ میں داخل ہیں۔ شریعت مقدسہ اسلامیہ نے ان امور سے صراحۃً منع فرمایا ہے۔ احادیث صحیحہ میں اس قسم کے امور کی ممانعت وارد ہے جو شرک یا مفضی الی الشرک ہیں۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) **فائدہ** : حامیان ابن سعود مردود کا کید ہے کہ اس کے اور اخبث افعال سے چشم پوشی کرتے اور قبوں کی بحث لے دوڑتے ہیں۔ ہندوستانی وہابی نجدی ندوی بھی تمام مسلمانانِ عالم کو کافر مشرک جانتے ہیں۔ علماء و مشائخ و سادات و عام اہل اسلام کا قتل

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ان مفتی صاحب نے مذکورہ بالا تمام امور کو شرک یا مفضی الی الشرک بتا کر تمام امت اسلامیہ کو جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی ہیں شرک کا نشانہ بنا دیا اور اس شرک کے احاطہ سے کسی قرن کے مسلمان باہر نہیں جا سکتے۔ ان مفتی صاحب نے یہ بھی تصریح کر دی کہ ابن سعود کے عقائد و اعمال میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو ان کو قابل الزام قرار دے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جمعیۃ العلماء کے یہ مفتی صاحب نجدی عقائد ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے کسی فعل کو قابلِ الزام بھی نہیں جانتے۔ اب جس قدر بھی مظالم اور مساجد و مقابر کی توہین اور عورتوں کی بے حرمتی اور بوڑھوں اور بچوں کا قتل وغیرہ جتنے افعال شنیعہ نجدی نے کیے ہیں۔ ان میں سے کوئی ان مفتی صاحب کے نزدیک قابلِ الزام نہیں۔ پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ ابن سعود اور اس کے ہوا خواہ یہ وعدہ کس طرح کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں کوئی خلافِ شرع امر آزار دینے والا کام نہ کیا جائے گا اور ہندوستان کے وہابی اور نجدی کے ہندی قافلہ سالار لیڈر ان مسلمانوں کو کس طرح بتاتے ہیں کہ اب وہ آئندہ کسی مزار کی توہین نہ کرے گا اور اس سے کوئی ظلم وقوع میں نہ آئے گا۔ جب اس کا ظلم اور توہین قابلِ الزام بھی نہ ہو تو اس کا یہ وعدہ کہ وہ کوئی کام خلافِ شرع نہ کرے گا اور مدینہ طیبہ کا احترام رکھے گا۔ یہ مزارات متبرکہ اور مشاہد مقدسہ اور مساجد کے حفظ و احترام کے معنی میں کس طرح آ سکتا ہے اور مسلمانوں کو اس کی طرف سے مطمئن کرنا یہی معنی رکھتا ہے کہ آج انہیں مغالطہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابق) اور سعودی خباثتیں ان مفتیان وہابی بلکہ ان دونوں کے نزدیک عین اسلام ہے۔ (حاشیہ صفحہ موجودہ) جمعیۃ العلماء کے مفتیوں نے کیوں کہا ؟

ڈالا جاتا ہے اور کل اس کے شدید توہین آمیز مظالم پر وہ اعتراض کریں تو انہیں بیوقوف بنایا جائے کہ یہ تو ہم پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اس کا کوئی فعل قابلِ الزام نہیں ہے جو کچھ وہ کر چکا اس کے ماسوا کوئی اور کام اس نے کیا ہو تو اعتراض کرو۔ ان میں سے تو کوئی بات قابلِ گرفت نہیں ہے۔ اس پر نظر کرتے ہوئے ان فتووں کے جواب کی طرف التفات کرنا میں کچھ ضروری نہ سمجھتا تھا کیونکہ جو لوگ تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک جانتے ہوں اور جن کے مذہب میں مسجدیں ڈھانا تک جائز نا قابلِ الزام ہو۔ اس گروہ کا فتویٰ مسلمانوں کی نظر میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔ علاوہ بریں وہ تعصب کے رنگ میں اس قدر ڈوب کر لکھا گیا ہے کہ عاقل متیقظ اسی تحریر پر نظر ڈال کر اس سے متنفر ہو سکتا ہے۔ یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ نجدی کے افعال کے بعض نجدی کے کمزور حامی یہ قابلِ مضحکہ توجیہ کر دیا کرتے ہیں کہ یہ مظالم اس کے لشکر نے کیے ہیں۔ ان سادہ لوحوں کے خیال میں کسی بادشاہ کی طرف وہی فعل منسوب ہو سکتے ہیں جو وہ اپنے ہاتھ سے کرے۔ قلعہ بنانا — ملک فتح کرنا — مارنا — قتل کرنا کون بادشاہ اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ یہ سب کام اس کے خدام لشکری ہی انجام دیتے ہیں۔

حامیانِ ابن سعود مردود کی ایک قابلِ مضحکہ توجیہ کا ردّ

مگر یہ عجیب قسم کی محبت ہے کہ ابن سعود کے برے افعال خادموں کی طرف منسوب کر دیئے جائیں گو اس کے زبردست حامی جیسے یہ علمائے وہابیہ ہیں۔ وہ اس توجیہ کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ جرأت کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس کے افعال قابلِ الزام نہیں۔ ان بزرگواروں سے میری یہ استدعا ہے کہ جہاں

اُنہوں نے قبوں کی حرمت اور اُن کے قابل انہدام ہونے پر فتویٰ دے کر ان الزاموں سے نجدی کو بری کرنا چاہا ہے۔ وہاں وہ خون ریزی اور ہدم مساجد کی اباحت بلکہ وجوب پر اپنا زور قلم صرف کرکے نجدی کی پوری پوری اعانت کریں اور جرأت کے ساتھ اپنے عقیدے اور مذہب کو دُنیا کے سامنے پیش کردیں۔ چونکہ میرے محترم کرم فرمانے ان فتووں کے جواب لکھنے کے لیے مجھے ایما فرمایا ہے۔ اس لیے میں ان تمام فتووں کو زیر نظر رکھ کر مسئلہ کی اصلی صورت پیش کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حق بولنے حق لکھنے کی توفیق دے اور تعصب و طرفداری اور سخن پروری کی آفات سے بچائے آمین حسبنا اللہ ونعم المولیٰ ونعم المعین ؛

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلے اٰلہ الطیبین واصحابہ الطاھرین۔ مذکورہ بالا اصحاب کے تمام فتوے میرے زیر نظر ہیں۔ انہوں نے اپنے مُدعا کی تائید میں جس قدر عبارات پیش کی ہیں اُن سب کا مدار چند احادیث پر ہے۔ میں انہیں پہلے ذکر کردوں۔ اور اس کے بعد ان کے معانی سے بحث کروں کہ بعون اللہ حق واضح ہو جائے۔

ان تمام احادیث کا ذکر جنہیں مخالفین اپنی سند بناتے ہیں

حدیث نمبر ا : لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا	(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی جنہوں نے انبیاء کی

فائدہ : وہابی وندوی علماء خونریزی وہدم مساجد وغیرہ کے وجوب پر اپنا زور قلم صرف کریں ؛

قبور انبیائهم مساجد (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر ۲: عن ابن عباس
لعن رسول الله صلی الله علیه
وسلم زائرات القبور والمتخذین
علیها المساجد والسرج.
(ابوداؤد۔ ترمذی ونسائی)

حدیث نمبر ۳: عن ابی
هیاج الاسدی قال قال لی
علی الا ابعثك علی ما بعثنی
علیه رسول الله صلی الله علیه
وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمسته
ولا قبرا مشرفا الا سویته (مسلم)

حدیث نمبر ۴: عن جندب
قال سمعت النبی صلی الله
تعالی علیه وسلم یقول الا وان
من کان قبلکم کانوا
یتخذون قبور انبیائهم
وصالحیهم مساجد الا فلا تتخذوا
القبور مساجد انی انهاکم
من ذلك (مسلم)

حدیث نمبر ۵: عن عائشة

جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں
اور ان پر مسجدیں بنانے اور چراغ
رکھنے والوں پر لعنت فرمائی۔

۳۔ ابو ہیاج اسدی سے روایت ہے کہ
مجھ سے علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ میں تجھے
اُس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ وہ
یہ کہ تو کسی تصویر کو بے مٹائے نہ چھوڑے
اور نہ کسی قبر بلند کو بے برابر کئے۔

۴۔ جندب سے مروی ہے کہا میں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے
تھے خبردار جو لوگ تم سے پہلے تھے۔
وہ اپنے انبیاء و صالحین کی قبروں
کو مسجد بناتے تھے۔ خبردار تم
قبروں کو مسجد نہ بنانا۔ میں تم کو اس
سے منع کرتا ہوں۔

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا

ان ام حبيبة وام سلمة ذكرتا
كنيسة رأيتها بالحبشة فيها
تصاوير فذكرتا ذلك للنبي
صلى الله تعالى عليه وسلم
فقال ان اولئك اذا كان
فيهم الرجل الصالح فمات
بنوا على قبره مسجد
وصوروا فيه تلك الصور
اولئك شرار الخلق عند الله
يوم القيمه۔

(فتح الباری ص۲۶۱ پ ۲)

حدیث نمبر ۶: اللهم لا تجعل
قبری وثنا یعبد اشتد
غضب الله على قوم اتخذ
قبور انبيائهم مساجد۔

(رواہ مالک مرسلا بمشکوٰۃ ص۷۲)

حدیث نمبر ۷: نهى رسول الله
صلى الله عليه وسلم ان يجصص
القبور وان يكتب عليها وان
توطاء (ترمذی بمشکوٰۃ ص۴۹)

سے مروی ہے کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک کنیسہ
کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ میں
دیکھا تھا۔ اس میں تصویریں ہیں
تو حضور سے یہ ذکر کیا حضور نے
فرمایا اُن لوگوں کی یہ حالت تھی کہ
جب اُن میں کوئی مرد صالح انتقال
فرماتا۔ اُس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے
اور اُس میں تصویریں بناتے وہ
اللہ کے نزدیک روز قیامت
بدترین خلق ہیں۔

الٰہی میری قبر کو بُت نہ بنا کہ پوجی
جائے۔ اللہ کا غضب اس قوم
پر بہت سخت ہے جس نے اپنے
انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع
فرمایا کہ قبروں پر گچ کیا جائے
اور ان پر کتابت کی جائے انہیں
روندا جائے۔

مسطورۂ بالا احادیث اور اُن کے ہم معنی خواہ وہ کتنی ہی ہوں لیکن یہی

سرمایہ ہے جس پر مفتیان جمعیۃ العلماء و جامعہ ملیہ وغیرہ کو اعتماد ہے اور جس کے بھروسہ پر وہ اکابر اسلام کے مزارات منہدم کرنے کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ باقی تمام عبارات جو انہوں نے نقل کی ہیں۔ اُن میں بھی انہیں حدیثوں سے تمسک کیا گیا ہے۔ لہٰذا اب ہمیں یہ تحقیق کرنا ہے کہ آیا احادیث مذکورہ بالا سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح ہے یا نہیں۔

حدیث نمبر ۱، ۲، ۴، ۵، ۶ میں یہود و نصاریٰ پر انبیاء و صلحاء کی قبروں کو مسجد بنانے کی وجہ سے لعنت فرمائی گئی ہے۔ حدیث نمبر ۳ میں بلند قبر کو برابر کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث نمبر ۷ میں قبروں کو پختہ کرنے سے نہی ہے۔

ان احادیث کو بزرگان دین، صلحاء اور انبیاء کے مزارات سے کیا تعلق

ان احادیث کو بزرگان دین، صلحاء و انبیاء کے قبہائے مزار سے کیا تعلق ہے۔ اتنا تو اُردو جاننے والا بھی محض ترجمہ سے سمجھ سکتا ہے یہود و نصاریٰ پر انبیاء و صلحاء کی قبروں کو مسجد بنا لینے پر جو لعنت فرمائی گئی ہے اُس کا سبب کیا ہے۔ احادیث کے شروح کی طرف ہاتھ بڑھانے سے قبل پانچویں اور چھٹی حدیث پر نظر کرنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے۔

پانچویں حدیث پر نظر سے کیا معلوم ہوا

پانچویں حدیث میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اُن لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب ان میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا تو وہ اُس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اُس میں اُن کی تصویریں بناتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روز قیامت بد ترین خلق ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اُن کا قبور انبیاء پر مسجد بنانا۔ ان قبور یا تصویر کی عبادت کے

لیے تھا اور یہ بے شک مستحق لعنت ہے۔

چھٹی حدیث کا کیا مطلب ہے

چھٹی حدیث میں اس سے بھی زیادہ صراحت ہے کہ ارشاد فرمایا یارب میری قبر کو بُت نہ بنا کہ پُوجی جائے۔ اللہ کا سخت غضب ہے اس قوم پر جس نے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنایا۔ اس حدیث نے بتادیا کہ قبروں کو مسجد بنانے کے یہ معنیٰ ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے یا کم از کم انہیں قبلہ بنا کر ان کی طرف نماز پڑھی جائے جیسا کہ ابو مرثد غنوی کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لا تجلسوا علی القبور ولا تقبلوا الیھا۔	کہ قبروں پر نہ بیٹھو نہ ان کی طرف کو نماز ادا کرو۔

اس سے خاص قبر کے اوپر نماز بھی ممنوع ہوئی کہ اس میں جلوس علی القبر ہوگا۔ اور قبر حق مقبور ہے والقبر حق للقبور اور اسی وجہ سے حضورؐ نے یہود و نصارٰی پر لعنت فرمائی اور اس سے اپنی اُمّت کو متنبہ فرمایا۔ یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے اور ہر مومن قبر کی عبادت کو شرک جانتا ہے —— معاذ اللہ کون مومن ہوگا کہ قبر کو معبود بنائے۔ مسلمانوں پر یہ افتراء ملک گیری کے لیے انہیں مشرک ٹھہرا کر اُن پر جہاد کرنے اور ان کے ملک و مال لوٹنے کا ذریعہ ہے اور بس۔ جن احادیث میں بناء کی ممانعت ہے ان سے بھی یہی بناء مراد ہے۔ یہ حدیث ان کی بہترین شرح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ احادیثِ مذکورہ بالا سے قبّہ کی حُرمت تو کیا ثابت ہوتی جس کا ذکر تک ان میں نہیں ہے۔ اور مسجد کی حُرمت بھی ثابت نہیں ہوتی جو قبر کے نزدیک عبادتِ الٰہی کے لیے بنائی گئی ہو۔ ائمہ محققین

نے بھی اِن احادیث کا یہی مطلب سمجھا ہے۔

محدثین نے ان احادیث کا کیا مطلب سمجھا؟

شیخ العصر اوحد الحفاظ

قاضی القضاۃ علامہ ابو الفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، فتح الباری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں:-

قال البیضاوی لما کانت الیھود والنصاریٰ یسجدون لقبور الانبیاء تعظیماً لشانھم ویجعلونھا قبلۃ یتوجھون فی الصلوٰۃ نحوھا واتخذوھا اوثانا لعنھم و منع المسلمین عن مثل ذلک فامّا من اتخذ مسجداً فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ لا التعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا یدخل فی ذلک الوعید[2]

بیضاوی نے کہا جبکہ یہود و نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو بہ نیت تعظیم سجدہ کرتے تھے اور ان قبور کو قبلہ بنا کر نماز میں اُن کی طرف مُنہ کرتے تھے اور انہیں بُت بنا رکھے تھے تو اللہ و رسول نے اُن پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا لیکن جس شخص نے کسی صالح کے مزار کے قریب بقصد تبرک مسجد بنائی اور بہ نیت تعظیم نماز اس کی طرف نہ پڑھی وہ اس وعید میں داخل نہیں۔[1]

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب تبرک کی نیت سے مسجد بنانا جائز ہے اور حدیث میں اس کی ممانعت نہیں۔ اس سے قبّوں کا جواز مستفاد ہوتا ہے کیونکہ مخالفین کے نزدیک مسجد و قبّہ کا ایک حکم ہے، چنانچہ انہوں نے مسجد کے عدم جواز سے قبّوں کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے تو مزارِ مسجد کا جواز قبّوں کے جواز کی دلیل ہوا۔ ۱۲

[2] فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۱

وجه التعليل ان الوعيد على ذلك متناول من اتخذ قبورهم مساجد تعظيما ومغالاة كما صنع اهل الجاهلية جرهم ذلك الى عبادتهم ويتناول من اتخذ امكنة وقبورهم مساجد بان تنبش وترمى عظامهم فهذا يختص بالانبياء ويلحق بهم اتباعهم واما الكفرة فانه لا حرج فى نبش قبورهم اذ لا حرج فى اهانتهم۔[1]

وجہ تعلیل یہ ہے کہ یہ وعید اُن لوگوں کو شامل ہے جنہوں نے انبیاء وصالحین کی قبروں کو تعظیماً مسجد بنایا جیسا کہ اہل جاہلیت کا عمل تھا جس میں بڑھتے بڑھتے وہ اُن کی عبادت ہی کرنے لگے اور یہ وعید ان کو بھی شامل ہے جو صالحین کی قبریں اکھاڑ کر اُن کی جگہ مسجدیں بنائیں یہ ممانعت انبیاء اور اُن کے متبعین کے ساتھ خاص ہے۔ کفار کی قبریں کھودنے میں حرج نہیں کیونکہ ان کی اہانت میں حرج نہیں۔

نیز اس میں ہے:—

وما يكره من الصلاة فى القبور يتناول ما اذا وقعت الصلاة على القبر او الى القبر او بين القبرين وفى ذلك حديث رواه مسلم من طرق الى مرثد الغنوى مرفوعا لا تجلسوا على القبور ولا تقبلوا اليها او عليها قلت وليس هو على

قبروں میں نماز کی کراہت جب ہے کہ نماز قبر کے اُوپر یا قبر کی طرف یا دو قبروں کے درمیان واقع ہو اور اس مسئلہ میں ابو مرثد غنوی کی حدیث امام مسلم نے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو۔ ان کی طرف یا ان کے اوپر نماز نہ پڑھو۔ امام ابن حجر

[1] فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰؂

شرط البخاری فاشار الیه فی الترجمة واورد معهٔ اثر عمر الدال علی ان النهی عن ذلك لایقتضی فساد الصلاة۔[1]

فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر نہیں۔ اس لیے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا اور اس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر وارد کیا جو دلالت کرتا ہے کہ یہ نہی نماز کے فساد کی مقتضی نہیں۔

ایسا ہی امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرمایا اور ایسا ہی حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں تحریر فرمایا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :-

والمتخذین علیها المساجد والسرج لعنت کردہ است رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسانے راکہ میگیرند بر قبور مسجد ہا یعنی سجدہ برندگان بجانب قبر بقصد تعظیم۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کے اوپر مسجد بناتے ہیں۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو قبر کی طرف بقصدِ تعظیم سجدہ کریں۔

قبور کے سامنے مساجد ٹھہرا لینے سے کیا مراد ہے؟

مدارج النبوۃ میں ہے :—

[1] فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ [2] اشعۃ اللمعات صفحہ ۲۶۶؎

مراد از اتخاذ قبور مساجد
سجدہ کردن بجانب قبور است
وایں ہر دو تقدیر متصور است
یکے آں کہ سجدہ بقبور انند و مقصود
عبادت آں دارند چنانکہ بُت
پرستاں بعض پرستند۔
دوم آنکہ مقصود و منظور
عبادت مولیٰ تعالیٰ دارند ولیکن
اعتقاد کنند کہ توجہ بقبور ایشاں
در نماز و عبادت موجب قرب و
رضائے وے تعالیٰ ست و موقع
عظیم ست ترو حق تعالیٰ از جہت
اشتمال وے۔ عبادت و مبالغہ
در تعظیم انبیائے وے ایں ہر دو
طریق نامرضی و نامشروع ست
اول خود شرک جلی و کفر صریح
ست وثانی نیز حرام و ممنوع از
اشتمال بر شرک خفی و برہر تقدیر
لعن متوجہ است۔
و نماز کردن بجانب قبر
نبی یا مرد صالح بقصد تبرک و تعظیم

قبروں کو مسجد بنانے سے قبروں
کی طرف سجدہ کرنا مراد ہے اُس
کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ خاص
قبروں کو سجدہ کیا جائے اور ان
کی عبادت مقصود ہو۔ جیسے بُت
پرست کرتے ہیں۔
دوسرے یہ کہ مقصود تو عبادت
الٰہی ہو لیکن اعتقاد یہ ہو کہ نماز و
عبادت میں ان قبور کی طرف مُنہ
کرنا قرب و رضائے الٰہی کا موجب
ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک
اُس کا بڑا مرتبہ ہے۔ کیونکہ یہ اللہ
کی عبادت اور انبیاء کی غایت
تعظیم پر مشتمل ہے یہ دونوں طریقے
ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں۔ پہلا
شرک جلی اور کفر خالص ہے
اور دوسرا شرک خفی پر مشتمل ہے
اور ان میں سے ہر تقدیر پر
لعن متوجہ ہے۔
اور انبیاء و صالحین کی قبروں
کی طرف تعظیم و تبرک کے ارادہ سے

حرام ست وہیچ کس را از علماء درآں خلاف نیست اما اگر قریب قبر ایشاں مسجدے بنا کنند تا نماز گزارند توجہ بجانب آں تا برکت مجاورت بآں موضع کہ مدفنِ جسد مطہر ایشاں ست و نوریت بامداد نورانیت روحانیت ایشاں عبادت کمال وقبول یابد محظورے دریں جا لازم نمی آید وباکے ندارد ؛

نماز پڑھنا حرام ہے اور علماء میں سے اس میں کسی کو خلاف نہیں لیکن اگر اُن کی قبر کے نزدیک نماز کے لیے کوئی مسجد بنائیں بغیر اس کے کہ نماز میں ان قبروں کی طرف مُنہ کریں۔ اس لیے کہ وہ جگہ جو ان کے جسدِ مطہر کا مدفن ہے۔ اس کی برکت سے اور اُن کی روحانیت و نورانیت کی امداد سے ہماری عبادت کامل و مقبول ہو۔ اس میں کوئی حرج اور کچھ مضائقہ نہیں ؛

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مفتیانِ جدت طراز نے جو مطلب احادیث سے نکالنا چاہا، وہ صحیح نہیں۔ اور انہیں ان احادیث سے استدلال نہیں پہنچتا۔ درمختار میں ہے :-

ولا یجصص للنھی عنہ ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وھو المختار کما فی کراھۃ السراجیۃ ؛

اور گچ نہ کریں۔ کہ منع ہے چونہ نہ کریں۔ بلنہ عمارت نہ بنائیں بعض نے فرمایا حرج نہیں اور یہی مختار ہے اسی طرح سراجیہ میں ہے۔

تحقیق حدیث نمبر ۳

جس میں حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی اس روایت کا بیان ہے کہ حضور علیہ السّلام نے مجھے مامور فرمایا کہ میں جو تصویر پاؤں محو کردوں

اور جو قبر بلند پاؤں اس کو برابر کر دوں۔

اس حدیث سے استدلال کرنے سے قبل مفتی صاحبان پہ لازم تھا کہ وہ یہ ثابت کرتے کہ وہ قبور مسلمانوں کی تھیں۔

دوم یہ کہ برابر کرنے سے کیا مراد ہے۔ آیا بالکل زمین سے ہموار کر دینا کہ نشان بھی باقی نہ رہے تو یہ سُنّتِ مُتوارثہ سے معارض ہے۔

تیسرے یہ کہ تصاویر کا ذکر قبروں کے ساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے۔ جب ان امور کو صاف کر لیتے تب انہیں استدلال کی گنجائش تھی۔ اب میں بالاختصار عرض کر دوں۔ یہ بات تو ہر مومن کے لیے یقینی ہے کہ زمانۂ اقدس میں مسلمانوں کی جو قبور بنیں وہ حضور کے علم و اجازت سے کہ عادت شریف دفن میں شرکت کی تھی اور اپنے نیازمندوں کو اپنی شرکت سے محروم نہیں فرماتے تھے۔ تو جس قدر قبور زمانۂ اقدس میں بنیں صحابہ نے بنائیں حضور کی موجودگی میں بنائیں اور موجودگی نہ بھی ہوتی تو صحابہ کوئی کام بے دریافت کیے کب کرتے تھے۔ وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو ناجائز طور پر اُونچی بن گئی تھیں اور ان کے مٹانے کا حکم دیا۔ یہ بات بالکل عقل سے باہر ہے۔ البتہ کفار کی قبریں بہت بہت اُونچی بنائی جاتی تھیں۔ جیسا کہ اب بھی نصاریٰ کی قبریں دیکھی جاتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ڈھانے کا حکم دیا۔ کما فی الصحاح اور کفار کی قبریں ڈھانا جائز بھی ہے۔ مسلمانوں کی قبریں ڈھانا توہین ہے۔

بخاری کی حدیث سے اس کا ثبوت کہ مشرکوں کی قبریں ڈھانے کا حکم سنایا تھا

بخاری شریف میں ہے: امر النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم

بقبور المشرکین فنبشت [1] یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کے لیے حکم فرمایا وہ اکھاڑ دی گئیں۔

یہ کہاں سے کہا جاتا ہے کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مسلمانوں کی قبروں کے لیے حکم تھا یا مشرکین کا حکم مسلمانوں پر چسپاں کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ میں فرماتے ہیں:-

مسلمانوں کے مقابر محترم ہیں انہیں ڈھانا یا انہیں تصرف کرنا حرام ہیں	هل تنبش قبور مشرکی الجاهلیة

ای دون غیرها من قبور الانبیاء واتباعهم لما فی ذلک من الاهانة لهم بخلاف المشرکین فانهم لا حرمة لهم۔

کیا مشرکین جاہلیت کی قبور اکھاڑ دی جائیں یہ جائز ہے۔ عنوان بات یہ تھی علامہ فرماتے ہیں یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں ان کی اہانت ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

وفی الحدیث جواز تصرف فی المقبرة مملوکة بالهبة والبیع وجواز نبش قبور الدارسة اذا لم یکن محرمة۔

بخلاف مشرکین کے کہ ان کی کوئی حرمت نہیں۔ یعنی حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ جو مقبرہ ہبہ و بیع سے ملک میں آگیا ہو اس میں تصرف کیا جائے اور پرانی بوسیدہ قبریں اکھاڑ دی جائیں بشرطیکہ محترمہ نہ ہوں۔

[1] فتح الباری جلد ثانی صفحہ ۲۶۱

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی قبریں محترم ہیں۔ اُن کو ڈھانا، اُن میں تصرف کرنا ناجائز اور اُن کی اہانت ہے۔ قبریں اُکھاڑنے کا حکم مشرکین کی قبروں کے لیے ہے۔ یہ بالاجمال والاقتصار اُن تمام فتووں کی حقیقت ہے جو اخبار "الجمعیۃ" اور "ہمدرد" میں چھپے ہیں۔

مولوی سلیمان ندوی کی تحریر کا رد

ایک تحریر مولوی سلیمان صاحب ندوی کی اخبار "زمیندار" میں چھپی ہے۔ انہوں نے قبّوں کے جواز و عدم جواز سے تو بحث نہیں کی مگر وہ اس کے درپے ہیں کہ قبّے اکثر مفروض ہیں، لیکن ان کی یہ تحریر نجدی کو جرم سے بری نہیں کرتی کیونکہ نجدیوں نے مساجد بھی شہید کی ہیں۔ مولوی صاحب نے یہ بھی بحث فرمائی ہے کہ مسجد جن میں سورۂ جنّ نازل نہیں ہوئی تھی اور مسجد انا اعطینا میں سورۂ اعطینا نازل نہیں ہوئی تھی۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ بحث چہ معنی دارد۔ اگر یہی فرض کر لیا جائے تو کیا اُن مساجد کا ڈھانا جائز ہو گیا۔ ہندوستان کی کسی مسجد میں کوئی سورت نازل نہیں ہوئی تو کیا یہاں کی تمام مسجدیں شہید کر دی جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی قبر کا کسی زمانہ میں واقع ہونا آیا یہ مسائل دینیہ اور احکام شرعیہ میں سے کوئی ایسا مسئلہ ہے جس کے لیے حدیث صحیح الاسناد ضروری ہو اور اگر ایسی حدیث نہ ملے تو وہ قبر بھی ثابت نہ ہو۔ ہندوستان میں لاکھوں اولیاء کے مزار ہیں۔ حدیث کے قاعدہ سے کسی کی اسناد محفوظ و مکتوب نہیں تو کیا یہ ان بزرگوں کی قبریں نہیں ہیں۔ اس سے اُن کا ڈھانا جائز ہو جائے گا۔ مسلمانوں کا نسلاً بعد نسل ایک چیز کی

نسبت خبر دینا کیا مسلمان کے وثوق و اطمینان کے لیے کافی نہیں ہے۔ اگر مولوی صاحب ایسا فرمائیں تو صدہا مثالیں ایسی پیش کی جا سکیں گی جہاں مولوی صاحب محض نقل و شہرت پر اعتماد فرما کر احکام شرعی جاری کرتے ہوں۔ البتہ جہاں نقل و مخالف موجود ہو وہاں غور کی حاجت ہوتی ہے۔ اُس میں بھی جب تک قبر ہونے کا بطلان یقینی نہ ہو جائے۔ اُس کو ڈھانے کا جواز محض ادعا ہے جس کی کوئی سند مولوی صاحب کے پاس نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مقامِ ابواء میں بنائی گئی۔ یہ مسلّم لیکن اس حدیث پر بھی تو نظر رہے جو طبرانی اور ابن شاہین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل بالجحول کیئبا حزیناً وفی روایت وھو باک حزین فاقام به ماشاء اللہ ثم رجع مسرورا قال یخاطب عائشۃ رضی اللہ عنہا سالت ربی فاحیا لی امی فامنت بی ثم ردھا۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جحول میں ایک اونچی جگہ ٹھہرے اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم غمگین تھے اور گریہ فرماتے تھے۔ وہاں کچھ دیر قیام فرمایا اور پھر مسرور واپس تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خطاب فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی اُس نے میرے لیئے والدہ کو زندہ کیا

پھر وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ پھر انہیں واپس کر دیا۔ جحول مکہ مکرمہ کا قبرستان ہے جس کو جنت المعلا کہتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مکہ مکرمہ میں ہے۔ اس میں علماء نے اس طرح تطبیق دی ہے۔

وقیل جمعابین الروایتین انہا دفنت اولاً بالابواء ثم نبشت ونقلت الی مکۃ ددفنت بالجحول۔	کہ پہلے ابواء میں دفن کی گئیں۔ پھر وہاں سے مکہ کی طرف نقل کر کے جحول میں دفن کی گئیں[1]

حرمین طیبین کی طرف اموات کو نقل کرنا، وہاں کے برکات حاصل کرنے کے لیے سلف میں بہت ہوا ہے۔ اب اس قبر کا انکار اور اس پر مضحکہ اپنا ہی مضحکہ ہے۔

مقامِ میلادِ اقدس

مکانِ میلاد کی نسبت مولوی صاحب نے بہت تہذیب کے خلاف دل آزار الفاظ استعمال کیے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کا تذکرہ ان لفظوں میں کیا ہے۔ "کہ یہ مقام ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شکمِ مادر سے گر کر اس سطحِ خاکی کو مشرف فرمایا تھا؟" (نقلِ کفر کفر نباشد) گرنے کا لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کرنا ایماندار سے کس طرح متصور ہو۔ کیا جرأت ہے کہ یہ کلمہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیا گیا۔ یہ ایمان ہو تو آثارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹانا کچھ تعجب

---

[1] آثارِ محمدیہ وسیرۃ نبویہ للعلامہ سید احمد زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ

نہیں۔ مولدِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان بزرگانِ اسلام اور علماءِ دین کی زیارت گاہ رہا ہے۔ اور وہ اس سے تبرّک حاصل کرتے رہے ہیں۔ مولوی صاحب کا تمسخر اس کی تکذیب کے لیے نفس نہیں ہو سکتا وہ کہتے ہیں کہ سیر کی کتابوں میں تذکرہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سیر کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ ان میں خوب تذکرہ ہے نہ ملے تو مجھ سے دریافت کریں، میں حوالہ بتاؤں گا۔ افسوس تعصب میں یہ حال ہے کہ ایسے زبردست واقعات کا انکار کر دیا جاتا ہے۔ آپ نے ابن سعود کی تائید میں بہت زور کی جو بات کہی وہ یہ ہے کہ ان کو یعنی مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھ کر ابن سعود کے بدُّو افسروں کا نہیں بلکہ پیکرِ اسلام محیٔ سنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑیں، جنہوں نے شجرۂ رضوان، جس کے نیچے بیٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حُدَیبیہ میں بیعت رضوان لی تھی۔ کلہاڑی چلائی اور اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔

کیا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصلی شجرۃ الرضوان کو کاٹنے کا حکم دیا تھا؟

بات آدمی کو تحقیق سے کہنی چاہیے اور کسی معاملہ میں جتنے پہلو ہوں، اُن سب کو ظاہر کرنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ اپنے مطلب کے لیے واقعہ کی شکل مسخ کر دی جائے۔ حدیث شریف میں ہے:۔

عن سعید بن المسیب عن ابیہ قال لقد رأیت الشجرۃ ثم اتیتھا بعد عام فلم اعرفھا و روی عن عمر	یعنی سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شجرۂ رضوان کو دیکھا تھا پھر میں ایک سال بعد آیا، اسکو نہ پہچانا۔

بذلك المقام بعد ان ذهبت الشجرة فقال این کانت فجعل بعضهم یقول ههنا و بعضهم یقول ههنا فلما کثر اختلافهم قال سیروا ذهبت الشجرة -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس جگہ پر گزرے بعد اس کے کہ شجرہ جاتا رہا تھا۔ جب اُن میں زیادہ اختلاف ہوا تو فرمایا یہاں تھا بعض کہنے لگے کہ یہاں اور بعض کہنے لگے کہ یہاں۔ جب اُن میں زیادہ اختلاف ہوا تو فرمایا چلو درخت جاتا رہا۔

اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تجسس فرمانا، مولوی صاحب سوچیں؛ کیا بتاتا ہے علامہ اسمٰعیل حقی، تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں :-

بلغ عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی زمان خلافته ان ناسًا یصلون عندها فتوعدهم و امر بها فقطعت خوف ظهور البدعة - انتهی - وروی الامام النسفی فی التیسیر انها عمیت علیهم من قابل فلم یدروا این ذهبت یقول الفقیر یمکن التوفیق بین الروایتین بانهم لما عمیت علیهم ذهبوا یصلون تحت الشجرة علی ظن انها هی شجرة البیعة فامر عمر رضی الله عنه بقطعها وفی کشف النور لابن النابلسی اما قول بعض المغرورین باننا نخاف علی العوام اذا اعتقدوا اولیاء وعظموا قبره والتمسوا البرکة والمعونة منه ان یدرکهم اعتقاد ان الاولیاء تؤثر فی الوجود

مع الله يكفرون ويشركون بالله تعالى فنتهاهم عن ذالك ونهدم قبور الاولياء ونرفع البنايات الموضوعة عليها ونزيل الستور عنها ونجل اهانة الاولياء ظاهرا حتى تعلم العوام الجاهلون ان هولاء الاولياء لو كانوا مؤثرين فى الوجود مع الله تعالى لدفعوا عن انفسهم هذا الاهانة التى نفعلها معهم فاعلموا ان هذا الصنيع كفراً صراحً ماخوذ من قول فرعون على ما حكاه الله تعالى له فى كتابه القديم وقال فرعون ذروني اقتل موسىٰ وليدع ربه انى اخاف ان يبدل دينكم او ان يظهر فى الارض الفساد وكيف يجوز هذا الصنيع من اجل الامر الموهوم وهو خوف الضلال على العامة انتهى۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانۂ خلافت میں خبر پہنچی کہ لوگ شجرۃ الرضوان کے پاس نماز پڑھتے ہیں۔ آپ نے انہیں دھمکایا۔ اور آپ کے حکم سے وہ درخت کاٹا گیا بخوف ظہور بدعت۔ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں روایت کیا کہ اگلے سال وہ درخت گم ہوگیا اور کسی نے نہ جانا کہ کہاں گیا: علامہ فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں موافقت کی یہ صورت ہے کہ جب وہ اصلی درخت ناپدید ہوگیا تو لوگ اس گمان سے اور درخت کے نیچے نماز پڑھنے لگے کہ وہ ہی درختِ بیعت ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا (یعنی جس کو

لوگوں نے غلط طور پر درخت بیعت گمان کیا تھا نہ کہ اصلی درخت کو۔ ابن نابلسی کی کشف النور میں ہے بعض مغروروں کا یہ کہہ دینا کہ "ہمیں خوف ہے کہ عام لوگ کسی ولی کے معتقد ہو جائیں اور اُس کی قبر کی تعظیم کریں۔ اور اس سے برکت و مدد طلب کریں تو وہ اس اعتقاد میں گرفتار ہو جائیں گے کہ وہ اولیاء وجود میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مؤثر ہیں۔ یعنی کسی چیز کے پیدا کرنے میں اس کے ساتھ شریک ہیں تو کافر و مشرک ہو جائیں گے۔ ہم اُن کو اس سے منع کرتے ہیں اور اولیاء کی قبریں ڈھاتے ہیں اور جو عمارتیں اُن پر بنائی گئی ہیں اُن کو دُور کرتے ہیں اور چادریں ہٹاتے ہیں۔ اور اولیاء کی ظاہری اہانت کرتے ہیں تاکہ عام جاہل جان لیں کہ اگر یہ اولیاء اللہ کے ساتھ وجود میں مؤثر ہوتے تو اپنی ذات سے اس اہانت کو دُور کر دیتے۔ جو ہم اُن کے ساتھ کرتے ہیں۔"

تو جاننا چاہیے کہ یہ فعل (یعنی اس مقصد سے قبریں ڈھانا اور اُن کی اہانت کرنا) کفر خالص ہے جو فرعون کے اس مقولہ سے ماخوذ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قدیم میں نقل فرمایا کہ "مجھے چھوڑو کہ موسیٰ کو قتل کر ڈالوں۔ اور انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے رب کو پکاریں۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دیں یا زمین میں فساد ظاہر کریں"۔ اور یہ فعل یعنی قبریں ڈھانا ایک امرِ موہوم یعنی عوام کی گمراہی کے خوف سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ اب مولوی صاحب اِس میں غور فرمائیں۔ تفسیر میں پورا مسئلہ بیان کر دیا گیا ہے جس کے وہ درپے ہیں۔ اور مولوی صاحب کے قیاسِ فاسد

کا پورا رد آگیا ہے اللہ تعالیٰ راہِ راست دکھائے۔ آمین!

کتبہ
العبد المعتصم بحبل اللّٰہ المتین محمد نعیم الدین

تمت

تقریظ

مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری علیہ الرحمہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی المرسلین لا سیما علی افضلھم سیدنا ومولٰنا محمد خاتم النبیین والہ الطیبین وصحبہ الطاھرین وازواجہ الطاھرات امھات المومنین وعلماء ملتہ واولیاء امتہ الراشدین المرشدین الھادین المھدین خصوصًا الامام الھمام سیدنا سید الاعلام امامنا الاعظم وحضرۃ قطب الاقطاب غوث الاغوات محی الملۃ والدین وسائر الائمۃ اجمعین۔

فقیر نے یہ رسالہ ہدایت قبالہ مصنفہ حضرۃ الفاضل الجلیل والعالم النبیل الالمعی اللوذعی الفطین اوستاذ العلماء مولانا المولوی الحافظ الحکیم محمد نعیم الدین خصہم اللّٰہ تعالیٰ بمزید العلم والصدق والیقین

وجعلہم کا سہم نعیم الدین و معین الدین و منیح الدین دیکھا بحمداللہ تعالیٰ اُسے طالب حق کے لیے کافی و وافی اور ہزلیات ہر معاند کا نافی اور مرض نجدیت کے لیے دواء شافی پایا۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت مُصنّف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس رسالہ کو مسلمانوں کے لیے نافعہ بنائے آمین!

حضرت مولانا زید فضلہ نے مُفتیان نجدیہ وندویہ کے خیالاتِ خام اور باطل اَوہام کی خوب خوب صَفر اشکنی فرمائی ہے۔ نہایت وضاحت سے ان کی سفاہتوں، وقاحتوں کو طشت اَزبام فرمایا ہے۔ اُن کا کوئی شبہہ ایسا نہیں رہا جس پر کافی نقض و ابرام نہیں فرمادیا ہے۔ یہ مختصر مگر نہایت جامع رسالہ ازہاق باطل و دفع ظُلماتِ نجدیاں گمراہ و غافل کے لیے حق کا آفتاب نصفُ النہار ہے۔ ہر مصنف پر یہ مبارک رسالہ دیکھ کر ان نجدیوں وندویوں کی ذلیل ترین حرکات کیادی و مکاری و فریب دہی و غداری جیسی گندی صفات روشن و آشکارہ۔ اگرچہ علماء اہل سُنّت کثرہم اللہ تعالیٰ وشکر سعیہم نے مسئلہ کو واضح فرمادیا اور اب کوئی ادنیٰ خفا باقی نہ رہا۔ ہر مخالف دریدہ دہن کے مُنہ میں پتھر دے دیا۔ اور اس کے لیے مجال دم زدن وبارائے لب جنبانیدن نہ رکھا۔ مگر اب بھی یہ دعوے سے کہا جاسکتا ہے کہ اس مسئلہ پر اُس کے علاوہ جو اُن علمائے کرام نے تحریر فرمایا جُز کے جُز لکھے جاسکتے ہیں۔ مگر کیا ضرورت ہے کہ اگر در خانہ کس ست ایک حرف بس است۔ اور مُعاندین کے لیے دفتر بیکار کہ وہ تو سب کچھ دیکھ سُن کر بہرے اندھے بنتے ہیں۔ اور جلوۂ حق سے اپنی مریض آنکھوں میں چکاچوند پاکر انہیں خوب میچ لیتے اور ظلمت کے گروہوں میں گرتے ہیں اور جس زبوں حال میں

خود ہیں، دوسروں کو بھی اسی میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں خود حق سے اندھے ہیں اور دوسروں کی آنکھوں میں بھی خاک ادپیچ کر اپنی طرح گنگوہی بنانا چاہتے ہیں۔

جامعہ ملّیہ کے مفتی عبدالحی صاحب نے تو وہ اندھا دُھند کیا ہے کہ توبہ ہی بھلی ہے

گر ہمیں جامعہ ست واں مفتی ✻ کار فتویٰ تمام خواہد شد

جس کی حالت یہ ہو کہ اپنے صریح مخالف عبارتیں اپنے موافق جان کر نقل کرے۔ زہر پیئے اور شہد سمجھے، وہ اور فتوے۔ جامعہ ملّیہ کا مفتی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آپ کا دعویٰ باطل تو یہ ہے کہ قُبّے بنانا قرآن وحدیث وفقہ کی نظر میں ناجائز اور حرام اور ہر قبر وقبّہ واجبُ الانہدام ہے اور ابن سعود نے جس قدر قُبّوں کو مُنہدم کیا ہے۔ وہ بالکل کتابُ سنّت کے مطابق کیا ہے۔ مگر ہر آنکھ والا دیکھ رہا ہے کہ اُنہوں نے قرآنِ عظیم کی کوئی ایک آیت ایسی نہیں پیش کی جس میں قُبّوں کی حُرمت کا کوئی ذکر ہو۔ بلکہ جو آیت پیش کی ہے وہ، وہ ہے جس سے حضرت علّامہ شہاب خفاجی قدس سرہ نے ان کے جواز پر استدلال فرمایا ہے اگرچہ ابن کثیر وآلوسی وابن تیمیہ سے انہوں نے اس پر ردّ بھی نقل کر دیا مگر اس سے کیا اتنا ہے کہ ان کے نزدیک ابن کثیر وغیرہ کے قول سے حرمت نکلی۔ یہ ابن کثیر وابن تیمیہ کے دامنوں میں کیوں چھپتے ہیں۔ ان میں کچھ دم ہے تو قرآنِ عظیم کی کسی آیت سے قُبّوں کی حُرمت ثابت کریں اور کتاب کریم سے اُن کا واجبُ الانہدام ہونا دکھائیں۔ مگر ہم کہے دیتے ہیں کہ قیامت تک قرآن عظیم کے کسی ایک حرف سے بھی اپنا باطل دعویٰ

ثابت نہ کر سکیں گے۔ تیرھویں صدی کے آلوسی نے حضرت علامہ شہاب خفاجی پر جو رد کیا اُس کا حاصل تو صرف اتنا ہے کہ اِس آیت سے قُبّوں پر استدلال صحیح نہیں۔ بالفرض اُس کی یہ بات قابل قبول ہو۔ تو آپ کا باطل دعویٰ قرآن سے کیونکر ثابت ہوا۔

یونہی ہر عقل والا سمجھ رہا ہے کہ جو احادیث نقل کی گئیں۔ اُن میں حُرمتِ قبّہ سے کوئی علاقہ نہیں۔ قبّوں کا ان میں کہاں ذکر ہے دعویٰ یہ کہ قبّہ بنانا ناجائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ قبر کو سجدہ گاہ نہ ٹھہراؤ۔ اور حدیث میں ہے کہ کوئی قبر اُونچی نہ چھوڑو۔ اگر یوں کتاب و سُنّت سے اپنے دعاوی ثابت کیے جائیں تو وہ کونسا باطل دعویٰ ہے جس کا اہل باطل قرآن و حدیث سے ثبوت نہ دے لیں گے۔

رہی فقہ آپ نے اُس پر جو کچھ ظلم ڈھایا ہے وہ بھی کسی سمجھ دار سے مخفی نہیں۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ مطلقاً قبّہ بنانا حرام اور ہر قبّہ واجبُ الانہدام اور دلیل میں وہ عبارتیں پیش کی جاتی ہیں جو اُن عمارتوں سے متعلق ہیں جو قبرستان وقف میں بنائی جائیں۔ یا ملکِ غیر میں بے اذن مالک بنی ہوں۔ یا اپنے ملک میں محض بے فائدہ بنائی گئی ہوں۔ صرف احکام کے لحاظ سے تعمیر کی گئی ہوں۔ یا محض زینت و تفاخُر کے لیے بنی ہوں۔ علماء کرام قدست اسرارہم کی ان عبارتوں میں زینت و احکام وغیرہ الفاظ دیکھ کر ان سے آنکھ چُرا جانا۔ سچ کہنا کتنے بڑے حیادار کا کام ہے۔

لُطف یہ ہے کہ وہ بھی صرف قبّوں کے متعلق نہیں بلکہ ان میں مساجد مدارس کا بھی ذکر ہے۔ کیوں صاحب مدارس و مساجد کے الفاظ دیکھ کر بھی جو یہ نہ سمجھے کہ ان عبارات کا محمل کیا ہے وہ کتنا بلید و نافہم ہے اور اگر

سمجھ کر اُلٹی کہے تو کیسا عنید و ہٹ دھرم ہے۔ اگر آپ کی یہ بات مان لی جائے تو ہم آپ سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے ان عبارات سے مطلقاً قبوں کا حرام و واجب الانہدام ہونا تو ثابت کرنا چاہا۔ مگر جب کہ مساجد و مدارس کا بھی ان میں ذکر تھا تو اُس سے کیوں کنی بچا گئے۔ یوں آپ پر لازم ہے کہ جس طرح حرمتِ قبّہ کا اعلان کیا ہے اسی طرح آپ علی الاعلان یہ کہئے کہ قرآن و حدیث و فقہ ائمہ اربعہ کی رو سے مدارس و مساجد بنانا حرام اور جو بنے ہوتے ہوں اُن کا مسمار کر دینا اور اُن کے آثار مٹا دینا لازم کیوں ہے صلاح کیا آپ یہ اعلان کرائیں گے اور نہیں تو دیو بند و جامعہ ملیہ اور ایسے ضلالت کے جو اور مدارس ہوں ان کے قلع قمع میں تو اہلِ سُنّت بھی آپ کا ساتھ دیں گے اور اگر کسی دینی مدرسہ کا آپ نے رُخ کیا تو وہ اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے ابنِ تیمیہ سے اِستدلال کی زحمت کیوں گوارا کی۔ سرے سے یونہی کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ سب کچھ حرام و شرک ہے۔ اس لیے کہ ہمارا امام محمد بن عبدالوہاب نجدی اپنی کتاب التوحید میں اس کی تصریح کرتا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانوں کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ وہ جس راہ پر گامزن ہیں وہ بالکل صحیح و درست اور نہایت پاک وصاف راہ ہے۔ انہیں ان وہابیوں ندویوں کے فریبوں، کیدوں، مکاریوں سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے جن علماء نے منع فرمایا ہے اور جنہوں نے اجازت دی ہے اُن میں کوئی اختلاف نہیں جسے وہ منع کرتے ہیں اُسے یہ بھی جائز نہیں کہتے۔ جو حضرات منع کرتے ہیں وہ وہاں منع فرماتے ہیں، جہاں

وجوہِ منع سے کوئی وجہ منع پائی جائے کہ غیر کی ملک میں بے اجازت تعمیر ہو یا قبرستان وقف میں بے شرطِ واقف عمارت بنالی جائے یا صرف تفاخر و زینت کے لیے بنائیں یا محض بے فائدہ ایسا کریں اور جہاں یہ کچھ نہ ہو وہاں کیوں ممنوع ٹھہرائیں اور جبکہ علمائے کرام نے اُس کی تصریح فرمادی کہ جواز ہی مختار و مرجح و مفتیٰ بہ ہے تو اب کسی کو کیا گنجائش کلام ہے اور جواب بھی محض بزورِ زبان مخالفت کی جائے تو اس کا قول کیا قابلِ التفات ہو۔ اب آخر میں ہم بعض وہ عبارات جو نظرِ حاضر میں ہیں پیش کریں۔

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے:۔

یکرہ الآجر والخشب ای کرہ ستر اللحد بھما وبالحجارۃ والجص لکن لو کانت الارض رخوۃ جاز ویسنم ای یرفع القبر استحبابا غیر مسطح قدر شبر فی ظاھر الروایۃ وفیہ اباحۃ الزیادۃ ویکرہ بناؤہ بالجص والآجر والخشب لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صفق الریاح وقطر الامطار علی قبر المؤمن کفارۃ لذنوبہ لکن المختار ان التطین غیر مکروہ وکان عصام بن یوسف یطوف حول المدینۃ ویعمر القبور الخربۃ کما فی القھستانی وفی الخزانۃ لا باس بان یوضع حجارۃ علی راس القبور ویکتب علیہ شیٔ وفی النتف کرہ ان یکتب علیہ اسم صاحبہ اھ مختصراً۔

بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس اللہ سرہ النورانی میں ہے :-

روی ان عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما لما مات بالطائف صلی علیہ محمد بن الحنفیۃ وجعل قبرہ مسنما وضرب علیہ فسطاطا اھ مختصراً۔

تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے :- اذا خربت القبور فلا باس بتطینہا۔

جواہر الاخلاطی میں ہے :- وھو الاصح وعلیہ الفتوی۔

کفایہ میں ہے :- وان اھیل علیہ التراب لا باس بالحجر والآجر وکذا علی القبر ان احتیج الی الکتابۃ وفی الجامع الصغیر لقاضی خان رحمۃ اللہ علیہ لا باس بکتابۃ شیٔ او بوضع الاحجار علی القبر لیکون علامۃ۔ خاص قبوں کے متعلق تو امام ابن حجر مکی نے نص فرمادی ...... کہ علماء و اولیاء و صلحاء کے مزارات طیبہ پر قبہ بنانا قربت ہے کما فی مصباح الانام۔

حضرت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :-

ضرب الفسطاط ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس للحی لا لاظلال المیت فقد جاز۔

اسی میں ہے :-

اذا علی القبر لغرض صحیح لا لقصد المباھات جاز۔

ان دونوں اماموں حضرت ابن حجر عسقلانی و علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہما نے تو ان مُنہ زوروں کے مُنہ میں پتھر دے دیا ہے۔ یہ متبعین شیخ نجدی، جس علّت سے قبّوں و مزاروں کے قلع قمع کے درپے ہیں، علمائے کرام اُسی علّت سے اُن کے جواز بلکہ استحباب کا فتویٰ دیتے ہیں۔

محبوبانِ الٰہی و مقبولانِ بارگاہِ رسالت پناہی سے جلنے والے اسی لیے تو منع کرتے ہیں کہ اس میں اُن کی تعظیم ہے اور علماء انہیں اس لیے جائز بلکہ قربت فرماتے ہیں ملاحظہ ہو تفسیر رُوح البیان: بناء القبات علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا قصد بذلک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لایحتقروا صاحب ہذا القبر۔

یہ دشمنِ دین و ایمان جو آج اس تعظیمِ محبوبانِ خدا کی وجہ سے ان کے مزاراتِ طیبہ کھود ڈالتے ہیں اور اُن کا ہدم واجب ٹھہراتے ہیں۔ خیریت ہوئی کہ انہیں اب تک یہ معلوم نہ ہوا کہ نمازِ جنازہ میں بھی تعظیمِ میت ہے اور وہ اسی لیے مشروع ہوئی ہے اسی واسطے کافر و باغی و قطاعُ الطریق جن کی اہانت لازم ہے۔ اُن کے جنازہ کی نماز نہیں ہوتی۔ اگر اس طرف انہوں نے توجہ کی تو یہ فرضِ کفایہ نمازِ جنازہ کو بھی حرام و شرک ٹھہرائیں گے۔ بدائع امام ملکُ العلماء میں ہے:- ھذہ الصلاۃ شرعت التعظیم المیت ولھذا تسقط من یجب اھانتہ کالباغی والکافر و قاطع الطریق۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین!

فقیر مصطفےٰ رضا قادری رضوی بریلوی عفی عنہ

(تصحیح کردہ: حضرت مفتی محمد اعجاز الولی الرضوی علیہ الرحمۃ)

زاراتِ اولیاءِ کرام پر گنبد بنانے کے بارے میں

مفتئ اعظم پاکستان

ـرت علامہ مفتی ابوالبرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کا فتویٰ مبارکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مزاراتِ طیبہ اولیاء کرام وعلمائے عظام پر بنائے قبہ سلف سے ـک معمول ہے۔ مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۲۸۷ میں ہے:-

ـد اباح السلف ان یبنی علی ـور المشائخ والعلماء المشاہیر ـزورھم الناس ویستریحون ـا الجلوس فیہ الخ

بیشک سلف نے بزرگوں یعنی علماء کرام و اولیائے عظام کی قبور پر عمارت بنانے کو جائز رکھا ہے کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں آرام کریں۔

نیز علامہ اسمٰعیل حقی حنفی اپنی تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۸۷۹ ـکشف النور عن اصحاب القبور" سے نقل فرماتے ہیں:-

ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ فبناء القباب علی قبورِ العلماء

بے شک بدعتِ حسنہ جو موافق ہو، مقصودِ شرع کے، اس کا نام سُنّت ہے تو بنانا قُبوں کا،

بنائے قُبہ: گنبد بنانا، سلف: قدیم بزرگانِ اسلام

والاولياء والصلحاء وضع الستور والعمائم والثياب على قبورهم امر جائز اذاكان القصد بذالك التعظيم فی اعین العامة حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبر۔

مزارات علماء اولیاء صلحاء پر اور لٹکانا پردوں کا اور رکھنا عماموں کا اور ان کی قبروں پر، امر جائز ہے جبکہ اس کے ساتھ تعظیم اولیاء و علماء مقصود ہو تاکہ عوام الناس مزارات اولیاء کرام و علماء عظام کی توہین و تحقیر نہ کریں۔

اخیر میں فرماتے ہیں:۔

لا ینبغی النھی عنه۔ یعنی اس کام سے روکنا نہ چاہیے۔

نیز علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار جلد اول میں فرماتے ہیں:۔

لا یکرہ البناء اذاکان المیت من المشائخ والعلماء والسادات الخ

بناء علی القبور مکروہ نہیں ہے، جبکہ میت مشائخ یا علماء وسادات سے ہو۔

علامہ شیخ احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:۔

لا بأس به ھوالمختار۔ مذہب مختار یہی ہے کہ اس بناء (قبہ جات) میں کوئی مضائقہ نہیں۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی، میزان کبریٰ صفحہ ۲۵۹ میں قبور پر عمارت بنا، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں:۔

قول ابی حنیفه بجواز ذالك الخ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

حررہ العبد رحمۃ ربہ القوی۔ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی الوری
نائب صدر حزب الاحناف ہند، لاہور

عمارت بناء: عمارت بنانے کے متعلق ﴿

اولیاء وصلحاء کے مزارات مقدسہ پر گنبد بنانے کے جواز پر دلائل وبراہین

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیانِ شرعِ متین اندریں صورت کہ ابن سعود نجدی وہابی نے اور اُس کے حکم سے اُس کے سپہ سالار خالد علیہما ما یستحقہا نے جو مقابر و مساجد جیسے مسجد جن، مسجد جبل نور اور مشاہد متبرکہ کی توہین کی، اُن کو منہدم کیا۔ اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قبہ کو گرا کر اُن کی قبر مبارک میں گولیاں چلائیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے کہا کہ بہت دن پوجی گئی ہے اب قبر سے نکل کر ہمارے ساتھ کر لو جو کچھ کر سکتی ہے۔

یہی معاملہ طائف میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قبہ اور قبر کے ساتھ کیا گیا۔ قبہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرانے کے وقت خالد شقی نے کہا کہ اُس عورت یعنی حضرت آمنہ رحمہا اللہ نے یہاں وہ بچہ یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنا تھا لہٰذا یہ جگہ ناپاک نعوذ باللہ گرانے کے قابل ہے اور اب اُس مقام متبرک کو پیشاب پاخانے کی جگہ بنا رکھی ہے۔ اسی طرح اور بہت سے اُس ظالم شقی کے مظالم ہیں جو اہل دہلی اور قصور وغیرہ کے اشتہارات اور

بمبئی وغیرہ کے اخبارات اہلسنت سے ظاہر ہیں اور چشم دید واقعات مذکورہ اور بعض وہاں کی معتبر مطوف وغیرہ سے سُنے ہوئے بتواتر معتبر حاجیوں نے بیان کیے ہیں اور بعض انہیں مظلوم حاجیوں نے مشتہر کیے ہیں اور جلسہ فیروزپور اور مسجد وزیر خاں مرحوم میں بیان کیے ہیں اور خلافت کمیٹیاں جواب تک ان واقعات کو چھپا رہی تھیں اب وہ بھی کچھ ایچ پیچ سے اُن مظالم کا اقرار کر رہی ہیں مگر اخبار زمیندار تمام مظالم کا اقرار کر کے غیر مقلدین سے بھی دو قدم آگے چل رہا ہے اور وہ ان مقاماتِ مقدسہ کو (نعوذ باللہ) مثل لات عزّٰی اور بتوں کے استھانوں کے قرار دے کر نجدی مظالم کی عین اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہا ہے اور غیر مقلدین تو دو میرے مظالم نجدی اور توہین مشاہدہ سے منہ چھپا کر فقط اونچی قبروں کی اور قبوں کے گرانے پہ بہت سی عبارات کتب فقہ نقل کر کے غالباً اپنی بے سمجھی یا حق پوشی سے بذریعہ اشتہار مسلمانوں کو بہکا رہے ہیں۔

لہذا مفصل مطلع فرمائیے کہ ان عباراتِ مندرجہ اشتہار راولپنڈی کا جس کی سرخی ”قبے اور حنفی علمائے کرام“ ہے، کیا مطلب ہے۔ اور پھر اُن مظالم نجدیہ سے مفصل اطلاع دی جاوے کہ وہ مظالم فی الواقع مظالم اور مخالفِ شریعت ہیں یا موافق شریعت اور عین انصاف۔ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَنَبِیِّہٖ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ۔

صورتِ مسئولہ میں سب سے زیادہ قابلِ تحقیق مسئلہ اُونچی قبروں اور قبّوں کا ہے اور دوسرا مسئلہ انہدام مشاہدِ متبرکہ مثل قبۂ مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور تیسرا مسئلہ توہینِ قبورِ اولیاء اللہ اور صحابۂ کرام اور اُمّہات المومنین اور چوتھا مسئلہ انہدام مساجدِ متبرکہ مثل مسجد جن اور مثل جبلِ ثور کا۔

لہٰذا اس رسالہ کو چار باب پر منقسم کر کے باب اوّل میں تحقیق مسئلہ قبورِ مشرفہ اور قبّوں کی کی جاتی ہے:۔ واللہ ولی التوفیق نعم المولیٰ ونعم الرفیق۔ اللھم ارنی الحق حقاً والباطل باطلاً اللھم ربّ زدنی علماً بموجبِ حدیثِ صحیح اِنّما الاعمال بالنیات یعنے عملوں کا بدلہ بحسبِ نیّت مرتّب ہوتا ہے۔ بعض احادیثِ صحیحہ سے جواز اونچی قبر بنانے اور اُس پر مکان بنا کر اُس مکان میں ادب سے رہنے اور آسائش سے تلاوتِ قرآن مجید وغیرہ پڑھ کر صاحبِ قبر کو ثواب بخشنے کا ثابت ہوتا ہے اور بعض سے بخوفِ پرستش اُونچی قبروں کے برابر کر دینے اور قبّوں کے گرانے کا بخوف بے ادبی اہلِ قبور اولیاء وانبیاء لوگوں کو اُن میں مثل گھروں کے بے تکلف رہتا دیکھ کر۔

چنانچہ سنن ابی داؤد جلد سوم صفحہ ۲۰۳، مطبوعہ مطبع انصاری مع عون المعبود میں ہے:۔

عن المطلب قال لما مات عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اخرج بجنازتہ فدفن فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً ان	(ترجمہ) حضرت مطلب سے روایت ہے فرماتے ہیں جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور اُن کا جنازہ نکالا گیا پھر

بأيته بحجر فلم يستطع
حمله فقام اليها رسول الله
صلى الله عليه وسلم وحسر عن
ذراعيه قال كثير قال
المطلب قال الذي يخبرني
ذالك عن رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال كاني
انظر الى بياض ذراعي رسول
الله صلى الله عليه وسلم حين
حسر عنهما ثم حملها
فوضعها عند رأسه وقال
اتعلم بها قبر اخي وادفن
اليه من مات من اهلي
اور صفحہ ۱۸۱ کتاب الجنائز تعلیقات
بخاری شریف میں ہے: قال خارجة
بن زيد رأيتني ونحن شبان
في زمن عثمان رضي الله عنه
وان اشدنا وثبة الذي
يثب قبر عثمان بن مظعون
حتى يجاوزه۔

دفن کر دیئے گئے۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص
کو فرمایا اُس بڑے پتھر کو اُٹھا
لاؤ۔ اُن سے نہ اُٹھ سکا تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم دونوں آستینیں
چڑھا کر کھڑے ہوئے۔ کثیر نے
جو اس حدیث کی سند کی ایک
راوی ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت مطلب
نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو یہ خبر
سنائی فرماتے ہیں کہ حضور کے
آستینیں چڑھانے کے وقت
آپ کے دونوں بازوؤں کی
سپیدی میں نے دیکھی تھی میری
نظروں میں سمائی ہوئی ہے پھر
پتھر کو حضور نے خود اُٹھا کر
حضرت عثمان کے سرہانے قائم
کر دیا اور فرمایا میں اس پتھر سے
اپنے بھائی عثمان کی قبر کی نشانی
قائم کرتا ہوں تاکہ اپنے اہل وعیال
کو اس کے قریب دفن کرتا رہوں۔

اس حدیث سے تو اتنا ہی معلوم ہوا کہ سرہانے قبر کے اُونچا پتھر

قائم کر دیا تھا مگر حضرت خارجہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری قبر اونچی تھی چنانچہ حضرت خارجہ بن زید فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہم جوان تھے اور ہم میں زیادہ کودنے والا وہ جوان گنا جاتا تھا جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی یعنی اُن کی قبر کی مقدار اونچائی کود کر پرلی طرف پہنچ جاوے۔

ان دونوں احادیث ابوداؤد اور بخاری شریف سے اتنی بات ثابت ہوگئی کہ اگر بغرض نشان قبر قائم رکھنے اور اس بات کی پہچان کے لیے کہ یہ قبر فلاں بزرگ کی ہے اگر کچی قبر اتنی اُونچی بنادی جائے اور بغیر آگ سے پکے ہوئے چونہ کے پتھر سے بلند کر دی جاوے جائز ہے۔ بلکہ سُنتِ فعلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر نفس قبر پر بنا نہ رکھی جائے بلکہ گردا گرد قبر کے گنبد فراخ یا مکان سایہ دار بغرض حفاظتِ قبر یا اس غرض سے بنادیا جائے کہ آرام سے تلاوتِ قرآن مجید کرکے اہلِ قبر کو ثواب پہنچایا جائے۔ تلاوت کرنے والوں، فاتحہ خوانوں اور اہلِ قبور اولیاء اللہ سے فیض حاصل کرنے والوں اور ان کو آرام ملے تو بالاتفاق جائز بلکہ موجب ثواب ہے ورنہ جناب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کبھی حجرۂ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں نہ دفن کیے جاتے۔

اور اگر حضور سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بقول بعض بوجہ خصوصیت شانِ رسالت دفن کیے گئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو تو صحابہ کرام سایہ حجرہ میں کبھی دفن نہ کرتے تاوقتیکہ پہلے حجرہ کو برابر نہ کر دیتے۔ مگر بجائے برابر کرنے کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

جب مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تعمیر کرائی تو بغرض حفاظت حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھنچوادی۔ پھر ۸۸ھ زمانہ ولید بن عبدالملک میں حضرت عبداللہ بن زبیر نے اس بناء کو اور محکم کیا اور از سرِ نو منقش پتھروں سے بنوایا حالانکہ بڑے بڑے اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اُس وقت موجود تھے، مگر اس بنا کے متعلق جو گرد اگرد حجرۂ مقدسہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قائم کی گئی، کسی سے ادنیٰ سا انکار بھی نہیں پایا جاتا۔

چنانچہ صفحہ ۱۳۵ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفےٰ مؤلفہ سید سمہودی رحمۃ اللہ میں ہے:۔

عن عمرو بن دینار وعبید اللہ ابن ابی زید رضی اللہ عنہ قالا لم یکن علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حائط فکان اوّل من بنی علیہ جداراً عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال عبید اللہ ابن ابی زید کان جدارہ قصیراً ثم بناہ عبد اللہ بن الزبیر وقال الحسن البصری کنت ادخل بیوت

(ترجمہ) حضرت عمر بن دینار اور عبید اللہ بن ابی زید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ زمانۂ سید الانبیاء سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے گرد چار دیواری نہ تھی بعد دفن ہونے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اُس حجرہ کے گرد چار دیواری حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنوائی۔ عبید اللہ بن ابی زید فرماتے ہیں۔ یہ دیوار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا غلام مراھق وانا لا لسقف بیدی وکان لکل بیت حجرۃ وکانت حجرہ من الکسۃ من شعیر مربوطۃ فی خشب عرعر۔

اور صفحہ ۱۸۶ بخاری شریف مطبوعہ مطبع محمدی میرٹھ میں ہے: عن ھشام ابن عروۃ عن ابیہ قال لما سقط علیھم الحائط فی زمان ولید ابن عبدالملک اخذ وانی بنائہ۔

چھوٹی تھی پھر اُس کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنایا۔

دوسرے مقام پر اسی کتاب میں ہے تعمیر مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ منقش پتھروں سے۔ چنانچہ مصنف مرحوم فرماتے ہیں کہ اپنے زمانہ کی تعمیر کے وقت میں نے بھی اُس دیوار کو دیکھا تھا منقوش پتھروں کی دیوار تھی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں لڑکا قریب البلوغ تھا، حضور کے حجروں میں میری آمد و رفت تھی۔ حجروں کی چھت سے میں ہاتھ لگا لیا کرتا تھا اور آپ کی ازواج مطہرات کے حجرے بالوں کی چادروں کے تھے جو عرعر کی لکڑیوں سے بندھی ہوئی تھیں۔ حضرت ہشام عروہ رحمہا اللہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب چار دیواری حجرۂ مبارکہ حضرت صدیقہ زمانہ ولید بن عبدالملک میں گرائے گئے پھر سب نے اُسکو از سر نو بنایا۔

ان روایاتِ معتبرہ سے علاوہ اس امر کے کہ اول حجرۂ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بغرض سکونت حضرت صدیقہ اور اظہار عظمتِ شانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شانِ عظمتِ صدیق اکبر قائم رکھا گیا، اور پھر محض بغرض اظہار شانِ عظمت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عمر

بن عبدالعزیز نے جو خلفاء راشدین سے باتفاق شمار کیے گئے ہیں، منقوش پتھروں کی گول چار دیواری بنوائی اور اُس پر کسی نے صحابہ کرام سے اس امرِ خاص کے متعلق انکار نہیں کیا۔

تاریخ روضۂ مقدسہ

جذب القلوب[1] میں ہے کہ عمارت زمانۂ ولید تک کچی اینٹوں کا بنایا ہوا حجرہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گرد حجرہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کِھلا ہوا تھا، مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بحکم خلیفہ ولید اس کی بِنا کو شہید کر کے منقش پتھروں سے اُس حجرہ کو بغیر کسی دروازے کے تعمیر کروایا اور اُس کے گرد بغرض حفاظت ایک اور گول عمارت بلا دروازہ کے تعمیر کروائی۔ پھر ۵۵۵ھ میں جمال الدین اصفہانی صاحب محامد جزیلہ نے محضر علماء کرام میں، بلا انکار کسی مُنکر کے صَندل کی جالی کا احاطہ اُس کے گرد قائم کیا اور ۵۵۷ھ میں جب بعض نے نصاریٰ مغربی درویشوں کی شکل میں عابد زاہد بن کر گرد روضۂ مقدسہ، ایک مکان لے کر روضۂ مقدسہ کی طرف سُرنگ لگانی شروع کی۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار خواب میں حُکم پا کر سولہ دن میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچ کر اُن نصاریٰ کو قتل کرا کے اُن کی لاشیں جلا کر گرداگرد روضۂ مقدسہ کے اتنی گہری بنیاد کھود کر کے کہ پانی نکل آیا تمام بنیاد کو خالص سیسہ پگھلا کر بھروا دیا۔ پھر ۶۷۸ھ میں سلطان قلاؤن صالحی نے یہ گنبد سبز جو اب تک موجود ہے بلا انکار کسی مُنکر کے بنوایا۔۔۔۔۔ الخ (عبارت مذکورۂ تاریخ

---

[1] جذب القلوب صفحہ ۱۰۸ مطبع نولکشوری۔

سمہودی علیہ الرحمۃ کی ہے)

یہ امر بھی ظاہر ہو گیا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود دُنیا کی آسائش کو پسند کیا نہ دوسروں کے لیے اپنے مقربین سے پسند فرمایا چنانچہ ازواجِ مطہراتِ سرورِ کائنات بادشاہِ دوجہان نے جن کی ہیبت سے شاہانِ رُوم و شام کانپتے تھے، ساری عمر کمبل اور لکڑی کے بنے حجرہ میں جس کی چھت کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی بسر کر دی اور یہی حال آلِ عبا اہلبیت سرورِ انبیاء کا رہا۔ چنانچہ بخاری شریف[1] میں ہے:۔

ولما مات الحسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنهم ضربت امرأته القبة علی قبره سنة ثم رفعت فسمعوا صائحا یقول الا هل وجدوا ما فقدوا فاجابه الاٰخر بل یئسوا فانقلبوا۔

(ترجمہ) جب حضرت حسن بن حسن بن علی کرم اللہ وجہہ نے انتقال فرمایا اُن کی بیوی نے اُن کی محبت میں اُن کی قبر مبارک پر ویسا ہی جیسے ازواجِ مطہرات کے حجرے تھے خیمہ ڈال کر رہنا شروع کیا۔ بعد برس روز کے اُس قُبّہ کو اُٹھا کر جب واپس گھر لوٹنے لگیں کسی پکارنے والے کو سُنا کہ وہ کہتا ہے کیا جن کو انہوں نے گم کیا تھا اُن کو پا لیا؟ پھر سُنا کہ کوئی جواب دیتا ہے۔ نہیں بلکہ نا اُمید ہو کر واپس پھرے۔

روایت ہٰذا سے ظاہر ہے کہ اپنے رہنے کے لیے قبر پر قُبّہ بنانے سے کسی نے صحابہ کرام سے انکار نہیں کیا۔ ہاں اگر کسی نے اعتراض کیا تو وہاں بے سُود رہنے پر اعتراض کیا۔ بناء علیہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب

---

[1] بخاری شریف صفحہ ۱۷۷ مطبوعہ مطبع مجیدی؂

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحت حدیث ہٰذا تحریر فرماتے ہیں :-

قولہ "ضربت امرأته قبّة"۔ الظاھر انه لاجتماع الاحباب للذکر والقرأۃ وحضور الاصحاب بالمغفرۃ والرحمۃ واما حمل فعلھا علی العبث للمکروہ کما فعلہ ابن حجر فغیر لائق لصنیع اھل البیت۔

یعنی ظاہر یہ ہے کہ وہ قبّہ اس لیے ڈالا گیا تھا کہ اُن کے دوست وہاں جمع ہو کر مشغول ذکر و تلاوت قرآن مجید ہوں اور وہاں آکر دُعاء رحمت و مغفرت آرام سے بیٹھ کر صاحب قبر کے لیے کرتے رہیں۔

چنانچہ عینی شرح صحیح بخاری میں ہے[1] :-

امّا مصلحۃ المیّت فمثل ان تجمعوا عندہ القراء القرآن والذکر فان المیّت ینتفع به۔ روی ابو داؤد من حدیث معقل ابن یسار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرؤا یٰسٓ ینتفع علی موتاکم واخرجه النسائی وابن ماجۃ ایضاً۔ فالحدیث یدل علی ان المیّت ینتفع

(ترجمہ) قبر پر قرآن پڑھنے میں میّت کے لیے یہ مصلحت ہے کہ قبر کے پاس جمع ہو کر قرآن پڑھنے کے لیے اور ذکر اللہ کرنے کو (جیسا کہ عُرسوں میں ہوتا ہے) اس واسطے کہ علاوہ ثواب قرآن پڑھنے سے میّت نفع حاصل کرتی ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھو تم یٰسٓ اپنے مُردوں پر

---

[1] عینی شرح بخاری جلد چہارم صفحہ ۲۰۶

بقراءة القرآن عنده وهو حجة علی من قال ان المیت لا ینتفع بقراءة القرآن۔

اور نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے اور یہ حدیث دال ہے اس امر پر کہ میت کو تلاوتِ قرآن سے نفع پہنچتا ہے اور اس امر کے منکر پر یہ حدیث ہماری حجت ہے۔

اور تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ بیس روز تک ابتداءِ موت سے صاحبِ قبر کا تعلق اپنے احباب سے زیادہ رہتا ہے اور قربِ زمانہ موت میں صاحبِ قبر زیادہ اُمیدوارِ ایصالِ ثواب رہتا ہے۔ اور اہلِ بیت نبوت کے فعل کو فعل عبث قرار دینا ہرگز شانِ اہلبیت کے لائق نہیں جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ کا خیال ہے لہذا حسب اختلافِ نیت قبور پر خیمہ یا قبہ بنانا بحسب حاجت وضرورت مختلف فیہ رہا ہے۔ جن اصحاب کرام نے بغرض حفاظتِ قبر اور آسائشِ زائرین اور قاریانِ قرآن اور فاتحہ و درود خوانوں کے دو روز تک مناسب سمجھا دو روز تک قبر پر خیمہ تانے رکھا جنہوں نے زیادہ ضرورت سمجھی زیادہ دنوں تک بموجب اُس زمانہ کی حالت کے کہ حجرے بھی ازواج مطہرات کے کُل کے تھے زیادہ دن قائم رکھا جن کا خیال اس جانب ہوا کہ نہ کوئی یہاں آکر تلاوت کرتا ہے نہ بغرض استفاضہ کے صاحب قبر سے رہا ہے اور رہتا ہے یوں ہی بے ادبانہ بے تکلف گھر بنا کر رہتا ہے بلکہ محض بنظرِ تفاخر اور مباہاۃ فخریہ خیمہ ڈالتے یا قبہ بناتے ہیں اس سے منع فرمایا۔ چنانچہ منتقی شرح موطا امام مالک رحمہ اللہ میں ہے۔ ابوالولید سلیمان اندلسی مالکی المتوفی ۴۹۳ھ فرماتے ہیں:۔

واما التقصیص وهو تبییضها

(ترجمہ) تقصیص قبر کو قلعی یا سفید مٹی

بالجير والتراب الابيض فقد قال ابن حبيب نهى عن ذالك والنقش على القبر كره ابن القاسم ان يجعل على القبر ملاطة ويكتب فيها ولم يربا العمود والخشبة والحجر يعرف بها القبر من غير ان يكتب فيها بأساً ووجه ذالك منع ماقد مناه من المباهاة واباحة ما عرا منها واما الفسطاط يضرب على القبر فقد قال ابن حبيب ضربه على قبر المرأة افضل من ضربه على قبر الرجل لما يستر منها عند اقبارها وضربه عمر رضى الله عنه على قبر زينب رضى الله عنها بنت جحش وكره ضربه على قبر الرجل ابن عمر وابوهريرة وابو سعيد الخدري و ابن المسيب وضربة عائشة

سے سفید کرنے کو کہتے ہیں۔ ابن حبیب رحمہ اللہ (بخوف فخر ومباہات) سفید کرنے اور قبر پر نقش ونگار بنانے سے منع فرماتے ہیں۔ ابن قاسم رحمہ اللہ قبر پر پتھر بچھا کر اس پر لکھنے کو فعل مکروہ سمجھتے تھے اس واسطے کہ اس میں کوئی غرض صحیح نہیں معلوم ہوتی اور توہین حروف کا خوف غالب ہے۔ اور فرماتے تھے اگر لکڑی یا ستون یا بڑا پتھر بغیر لکھنے کے بغرض علامت اور نشان قبر قریب قبر میں نصب کر دیا جائے کچھ حرج نہیں ہے اور امور مذکورہ سے منع کرنا جبھی جائز ہے جب یہ امور بغرض فخر و مباہات اور نمائش کے ہوں ورنہ امور مذکور بھی مباح ہیں البتہ قبر پر خیمہ ڈالنے کی نسبت ابن حبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کی قبر پر خیمہ ڈالنا بہ نسبت مرد کی قبر کے افضل ہے خصوصاً دفن سے

رضی اللہ عنها علی قبر اخیها
عبد الرحمٰن وضربه محمد
بن الحنفیة علی قبر ابن عباس
قال ابن حبیب واراه واسعا
الیوم الیومین والثلاثة ویبات
فیه ان خیف من نبش اوغیره
وانما کرهه من کرهه لمن
ضربه علی وجه السمعة
والمباهاة - وهکذا فی العینی
شرح البخاری -

چاہئے کہ اس میں پردہ پوشی ہے
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
حضرت ام المؤمنین زینب بنت
جحش پر خیمہ قائم کر دیا تھا۔ البتہ
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
عنہما اور حضرت ابوہریرہ اور
ابوسعید خدری اور ابن مسیب
رحمہم اللہ مرد کی قبر پر خیمہ ڈالنے
کو مکروہ جانتے تھے مگر حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا نے (جن کی
نسبت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا آدھا علم
عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینہ میں ہے) اپنے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر کی
قبر پر خیمہ قائم کیا تھا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے حضرت
محمد بن حنفیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر مبارک
پر جو طائف میں ہے اور خالد، سپہ سالار ابن سعود نامسعود نے اسی
قبر مبارک کے قبہ کو بحکم نجدی مردود شہید کر کے قبر کو اپنی جوتیوں سے
پامال کیا۔ اور اُس پر پیشاب کیا اور آخر کار بموجب تحریر اخبار رسالت
اور اخبار غالب بمبئی اپنے کئے کی سزا کو پہنچا اور غازیان حجاز اور
مدینہ طیبہ کے ہاتھوں زہ اور سپہ سالار دوم سالم غیر مسلم اور اُس کا بیٹا

---

۱ منتقی شرح مؤطا امام مالک جلد ۲ صفحہ ۲۳ ؎

مقام بدر کی لڑائی میں مثل ابوجہل اور ابی بن خلف کے مارا گیا۔ فالحمدللہ ثم الحمدللہ۔ گو ابن سعود مردود ابھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا اور سُنا ہے کہ اہل مدینہ کو قتل کر رہا ہے اور وہاں کی قبور اور قبوں پر اور مساجد کو برابر کر رہا ہے۔ اللہ ان خبروں کو غلط کرے۔ ورنہ یاد رہے کہ اب اُس کی ہلاکت کا زمانہ بہت قریب آگیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے (بروایت بخاری و مسلم شریف)

عن سعد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یکید اهل المدینة احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء

(ترجمہ) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بداندیشہ کرے گا کوئی اہل مدینہ کے ساتھ مگر ایسا گھُل جائے گا جیسا نمک پانی میں گھُل جاتا ہے۔

خداوند کریم بہت جلد ابن سعود اور اُس کے نامراد لشکر کے قتل کی بھی خبر سُنا دے آمین، ثم آمین!

فقہاءِ اسلام کے نزدیک بزرگانِ دین کی قبروں پر عمارت اور گنبد بنانا کیسا ہے؟

علامہ ابن حبیب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک حسبِ ضرورت اور بہ نیتِ خالص جب تک چاہے قبر پر خیمہ قائم رکھے ایک دن دو دن تین دن۔ اور اگر قبر کے اُکھڑنے کا خوف ہو یا کسی اور ضرورت سے تو اُس میں سو بھی رہے تو جائز ہے۔ اور جس کسی نے مکروہ کیا ہے بطریق مباہات اور فخر اِن اُمور کو مکروہ لکھا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ نیتِ مباہات اور فخر اور ریا تو ممانعت کے متعلق بھی سعدی علیہ الرحمۃ اس طرح تحریر فرماتے ہیں

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز ٭ کہ در چشم مردم گذاری دراز

علامہ محمد طاہر حنفی

اور نیز مجمع البحار کی جلد دوم صـ۸۷ میں علامہ محمد طاہر حنفی فرماتے ہیں:۔

وقد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء المشاہیر لیزورھم الناس ویستریحون بالجلوس فیہ۔

(ترجمہ) بے شک سلف صالحین کے نزدیک مشائخ اور مشاہیر علماء کی قبروں پر مکان بنانا جائز ہے تاکہ زیارت کرنے والے آئیں اور وہاں آرام سے بیٹھ کر تلاوت قرآن کریم وغیرہ کریں۔

علامہ شیخ احمد طحاوی حنفی

طحطاوی علی مراقی الفلاح صـ۳۳۵ میں علامہ شیخ احمد طحاوی حنفی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

وقد اعتاد اھل مصر وضع الاحجار حفظا للقبور عن الاندراس والنبش ولا باس بہ وفی الدر ولا یجصص ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وھو المختار۔

(ترجمہ) بلاشک اہل مصر عادی ہو گئے ہیں۔ قبروں کی حفاظت کی غرض سے قبروں پر پتھر بچھانے کے تاکہ بیٹھ جانے اور کھدنے سے محفوظ رہیں اس میں شرعاً کوئی ڈر نہیں ہے اور درمختار میں ہے قبر پختہ نہ بنائی جائے اور چھاپی نہ جاوے اور اس پر عمارت بلند نہ بنائی جاوے۔ مگر قول مختار یہی ہے" جو علماء محققین فرماتے ہیں کہ امور مذکورہ جائز ہیں ان میں کوئی ڈر نہیں ہے۔ خود حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بمصلحتِ بقاءِ قبر

قبر کا پختہ بنانا جائز ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ

چنانچہ صفحہ ۲۵۹ میزان شعرانی میں ہے:-

ومن ذالك قول الائمة ان القبر لا يبنى ولا يجصص مع قول ابى حنيفة رحمه الله بجواز ذالك فالاول مشدد والثانى مخفف۔

(ترجمہ) یعنی بعض اُن مسائل سے جن میں اختلاف ہے درمیان امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر آئمہ کے ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبر کا پختہ بنانا اور نقش قبر پر مثل دیوار اونچا کرنے کو بنا رکھنا جائز ہے بخلاف دیگر آئمہ کرام کے۔

علامہ شامی

اور ردّ المختار حاشیہ درمختار کی جلد اوّل صفحہ ۶۶۲ میں علامہ شامی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:-

وفى الاحكام عن جامع الفتاوىٰ وقيل لايكره البناء اذا كان الميت من المشائخ والعلماء والسادات۔ الخ

کتاب الاحکام میں جامع الفتاویٰ سے لکھا ہے اگر میّت مشائخ کرام اور علماء کرام اور سادات عظام سے ہے اُن کی قبور پر قبہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جو مکروہ فرماتے ہیں وہ بہ نسبت قبور عوام الناس کے فرماتے ہیں نہ کہ بہ نسبت قبور علماء کرام اور اولیاء عظام۔

علامہ اسمٰعیل حقی

تفسیر رُوح البیان جلد اوّل صہ ۸۲۹ میں علامہ اسمٰعیل حقی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:-

قال الشيخ عبد الغنى النابلسى "فى كشف النور عن اصحاب القبور"

(ترجمہ) علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ اپنی کتاب "کشف النور عن اصحاب القبور"

ما خلاصہ ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمّی سنۃ فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحآء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورھم امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبر وکذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضاً للاولیاء فالمقصد فیھا مقصد حسن ونذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیماً لھم ومحبۃ فیھم جائز ایضاً لا ینبغی النھی عنہ۔

میں بہت بسط سے تحریر فرماتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بدعت حسنہ مقصود شریعت کے موافق ہو اس کو سنّت کہتے ہیں بناءِ علیہ قبورِ علماء صلحاء اولیاء اللہ پر قبّوں کا بنانا قبر پہ چادر ڈالنا عمامہ وغیرہ (بغرضِ اعلام شان) رکھنا ایک امر جائز ہے۔ جب ان اُمور سے مقصود اظہار شان علم اور اور عظمتِ اولیاء اللہ ہو نظر عوام میں تاکہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ سمجھیں۔ ایسے ہی قندیل اور موم بتیوں کا قُبور اولیاء کے پاس روشن کرنا بغرضِ اظہار شان عظمت وجلال اولیاء اللہ ہوتا ہے اور اس سے مقصدِ حسن مقصود ہوتا ہے اور نذر زیتون اور موم بتی جلانے کی قبور کے نزدیک بغرضِ اظہار عظمت اولیاء اللہ اور بقتضاء اظہار محبت جائز ہے اس سے منع کرنا مناسب نہیں۔

خلاصہ:۔ ان تمام احادیث اور اقوالِ فقہاء اور اقوال شُراحِ حدیث کا یہ ہوا کہ اُونچی قبر بہ نیت پہچانِ صاحبِ قبر اور اظہارِ عظمت

اولیاء اللہ اور قائم رہنے قبر کے زمانہ دراز تک جائز ہے۔ بوجہ اونچی قبر بنانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کو اور نہ برابر کرنے اس قبر کے وقت ارشاد فرمانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصویروں کو مٹانے اور قبروں کے برابر کرنے کے واسطے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جن قبروں کے برابر کرنے کا حکم تھا وہ یہود ونصاریٰ کی قبریں تھیں، یا مشرکوں کی۔ جن قبروں کو یہود ونصاریٰ نے سجدہ گاہ بنا رکھا تھا ورنہ حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ضرور برابر کر دی جاتی۔ اور یہ عبارت روح البیان بعینہٖ تحریر المختار لرد المختار میں علامہ فقیہ الاکبر شیخ عبدالقادر رافعی فاروقی حنفی مفتیٔ دیارِ مصریہ، علامہ شامی کے اس قول کے تحت میں "وقیل لا یکرہ البناء" تحریر فرماتے ہیں:۔

علاوہ ازیں اس قسم کی بہت سی روایتیں موجود ہیں جن کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ البتہ اکثر صحابۂ کرام بمقتضاء محبت خیر الانام چونکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادوں کی قبر بقدر کوہانِ شتر اونچی رکھی تھی۔ اونچی قبر رکھنے کو پسند نہیں فرماتے تھے اور بمقتضاء حدیث مذکورہ بخاری شریف حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو اونچی دیکھ کر مسلمانوں کی اونچی قبر پہ انکار نہیں کر سکتے تھے، اس لیے کہ یہ انکار فعلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انکار تھا۔ لامحالہ فعلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت قبر عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ بیان جواز پر محمول ہوگا۔ اسی واسطے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے جب مقام رودس میں ایک صحابی کا انتقال ہوگیا انہوں نے ان

کی قبر کو اُسی انداز پر برابر کرا کے رکھا۔ شراح حدیث فرماتے ہیں کہ مراد برابر کرنے سے یہی ہے کہ اُونچی قبر نہ بنائی بلکہ بقدر کوہان شتر رکھی۔ جب روس ملک رُوم تک مسلمانوں میں یہ امر رائج ہو گیا تھا کہ قبر اُونچی نہیں رکھتے تھے۔ لامحالہ یہ جو ص۶۱ جلد سوم مسلم شریف میں ہے۔

عن ابی الہیاج الاسدی قال قال لی علی ابن ابی طالب الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ۔

(ترجمہ) حضرت ابو الہیاج اسدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ کیا نہ بھیجوں میں تجھ کو اُس کام پر جس کام پر مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ کسی تصویر کو مت چھوڑو مگر اُس کو برابر کر دو اور کسی اُونچی قبر کو نہ چھوڑو مگر اُس کو برابر کر دو۔

اس حدیث کے یہی معنیٰ ہیں کہ مشرکوں کے بتوں کے ساتھ ہی یہود و نصاریٰ کی قبروں کو نہ چھوڑو مگر اُس کو برابر کر دو نہ کہ مسلمانوں کی قبروں کو اس واسطے کہ یہود و نصاریٰ ہی زیادہ اُونچی قبریں بناتے تھے اور جیسے مشرک بتوں کو پُوجتے تھے یہود و نصاریٰ قبروں کو پُوجتے تھے اور قبروں پر مسجدیں بنا کر قبروں کو سجدہ کرتے تھے۔

چنانچہ صفحہ ۱۷۷ بخاری شریف میں ہے:۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلّم قال فی مرضہ الذی مات فیہ

(ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

لعن الله الیهود والنصارٰی
اتخذوا قبور انبیاءهم مساجد
قالت لولا ذالك لابرز قبره
صلی الله علیه وسلم غیرانی
اخشی ان یتخذ مسجدا۔

علیہ وسلم نے اپنی اُس مرض میں کہ جس میں حضور اس عالم دُنیا سے تشریف لے گئے ارشاد فرمایا کہ لعنت کیجیو اللہ یہود و نصارٰی پر کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا (یعنی قبروں کو آگے لے کر سجدہ کیا کرتے تھے)، فرمایا حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اگر حضور کی قبر کی طرف لوگوں کے سجدہ کرنے کا خوف نہ ہوتا تو آپ کی قبر مبارک ظاہر میدان میں رکھی جاتی نہ کہ حجرہ میں، اور حجرہ میں قبر مبارک رکھنے سے یہ احتمال مطلقاً منقطع ہو گیا چنانچہ صفحہ ۲۷۹ جلد اوّل ردّالمحتار میں ہے تحت عبارت ذیل درالمختار

(وتکره فی اماکن کمقبرة)
لان اصل عبادة الاصنام
اتخاذ قبور الصالحین مساجد
وقیل لانه تشبه بالیهود
والنصارٰی وعلیه مشٰی
فی الخانیة۔

(ترجمہ) یعنی قبرستان میں نماز مکروہ ہونے کی علت یہی ہے کہ صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے اور اُن کی تصویروں کو پُوجتے تھے اور بعض نے کہا علت کراہت یہود و نصارٰی کی مشابہت ہے۔ اور مختار قاضی خان علیہ الرحمۃ اُن کے فتاویٰ میں بھی ہے۔ چنانچہ صراحۃً دوسری حدیث میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا لا تجعلوا قبری وثنا یعبد یعنی مت بناؤ تم میری قبر کو بُت کہ پُوجی جاوے۔ چنانچہ عینی شرح[1] بخاری شریف میں ہے:۔

۱؎ عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۳؛

وانما نهى عنه لاتخاذهم
القبور والصور الهة وفيه
دليل على تحريم تصوير الحيوان
خصوصا الآدمي الصالح وفيه
منع بناء المساجد على القبور
ومقتضاه التحريم كيف وقد
ثبت اللعن عليه واما الشافعي
واصحابه فصرحوا بالكراهة
وقال البندنيجي والمراد ان
يسوى القبر مسجدا فيصلى
فوقه وقال انه يكره ان يبنى
عنده مسجد فيصلى فيه
الى القبر واما المقبرة الداثرة
اذا بنى فيها مسجد ليصلى
فيه فلم ار فيه بأسا لان المقابر
وقف وكذا المسجد فمعنا
هما واحد وقد ذكرنا عن قريب
مذاهب العلماء فى الصلوة
على القبر وقال البيضاوى
لما كانت اليهود والنصارى
يسجدون لقبور الانبياء

(ترجمہ) حضور سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے قبروں پر مسجد بنانے
سے اس واسطے منع فرمایا کہ مشرکوں
نے قبروں اور تصویروں کو معبود
بنالیا تھا اور اس حدیث میں دلیل
ہے حرمت تصویر بنانے جاندار
کی اور نیک آدمیوں کی اور بنانے
مسجدوں کی قبروں پر اس لیے کہ
ایسے لوگوں پر لعنت کرنا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہے
اور امام شافعی رحمہ اللہ اُن کے
شاگرد بالتصریح مکروہ فرماتے ہیں
علامہ بندنیجی فرماتے ہیں کہ مراد
حدیث میں قبروں کو برابر کر کے
اُن پر مسجد بنا کر اُن پر نماز پڑھنے
سے ممانعت ہے چنانچہ فرماتے ہیں
قبر کے قریب مسجد بنا کر قبر کی طرف
نماز پڑھنا مکروہ ہے اور قبرستان
عام میں قبروں کو چھوڑ کر مسجد بنا
کر اُن میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج
نہیں اس لیے کہ مسجد اور مقبرہ دونوں

تعظیما لشانہم و یجعلونہا قبلۃ یتوجہون فی الصلوٰۃ نحوہا و اتخذوہا اوثانا لعنہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومنع المسلمین عن مثل ذالک فامامن اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ لا للتعظیم لہ ولا للتوجہ الیہ فلا یدخل فی الوعید المذکور[1]

وقف ہوتے ہیں۔ دونوں کا ایک مطلب ہے، یعنی نفع اٹھانا تمام سُنّی مسلمانوں کا۔ چنانچہ زمین قبرستان میں نماز کے متعلق جو اقوالِ علماء تھے ہم بیان کر چکے ہیں۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں چونکہ یہود و نصاریٰ تعظیماً انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور اُن کو قبلہ بنا کر اُن کی طرف نماز میں مُنہ کرتے تھے اور اُن کو بُت بنا لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر لعنت کی۔ اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع فرمایا اور بطریق تبرک صالحین کی قبر کے قریب مسجد بنا کر اگر اس طرح نماز پڑھی جاوے کہ قبر کی طرف مُنہ نہ ہو تو وعید لعنت کا کوئی نمازی مستحق نہیں ہو سکتا۔

اور حدیث لا تتخذوا قبری عیدا کے معنی تو تمام دیوبندیوں کے حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ نے یہی لکھے ہیں کہ فقط سال بسال ہی عید کی طرح میری قبر پر آنا مقرر نہ کرو بلکہ ہمیشہ آتے رہنا؟!

اور حدیث مذکور کے بعینہٖ یہی معنے حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ صفحہ ۲۰۲ جذب القلوب میں حافظ منذری اور علامہ تاج الدین سبکی رحمہما اللہ سے نقل فرماتے ہیں اور یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ میری قبر کو عید

---

[1] عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۲ ؎

کی طرح مثل ٹپہ وغیرہ جائز کھیلوں کی جگہ بھی نہ بنانا کہ کبھی بوجہ بے ادبی معتوب نہ ہو جاؤ۔ واللہ اعلم۔

اور فتاویٰ ہندیہ باب آداب المسجد میں ہے:۔

وھذا کلہ (یعنی) کراھۃ الصلوٰۃ الی القبر وغیرہ اذا لم یکن بین المصلی وبین ھذہ المواضع حائط او سترۃ اما اذا کان لا یکرہ۔

(ترجمہ) یعنی قبر وغیرہ کی طرف نماز پڑھنا تب مکروہ ہے جب درمیان میں نمازی اور قبر کے دیوار یا سترہ نہ ہو اور اگر درمیان میں دیوار سترہ ہو قطعاً مکروہ نہیں۔

اور جب حجرہ یا گنبد میں قبر چھپی ہے اور حجرہ یا گنبد کی طرف رُخ کر کے کوئی نماز پڑھے تو نہ مشابہت یہود و نصاریٰ ہوگی نہ خوف پرستش۔ غالباً اسی غرض سے حسب فرمان صدیقہ رضی اللہ عنہا سلف سے اب تک انبیاء اولیاء و مشائخ کی قبور کے گرد گنبد بنتے چلے آتے ہیں۔ ہکذا فی العینی شرح البخاری جز ۴ صفحہ ۱۵۰)

عمدۃ القاری یعنے عینی میں بخاری شریف کی اسی روایت کی شرح میں مسطور ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی قبر پر خیمہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اولڑکے اس کو علیٰحدہ کر دے اُن کے عمل کا سایہ اُن کو کافی ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

وھی الاشارۃ الی ان ضرب الفسطاط لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا للاحیاء لا لاظلال المیت جاز الخ[1]

(ترجمہ) اور یہ یعنے حضرت عبداللہ بن عمر کا فرمانا کہ ان کو ان کے عمل کا سایہ کافی ہے۔ اشارہ ہے اس طرف کہ اگر قبر پر خیمہ یا قبہ زندہ

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

فاتحہ خوانوں کے دھوپ سے بچنے کی غرض صحیح سے بنایا جاوے نہ کہ میّت پر سایہ رہنے کی نیّت سے تو جائز ہے۔

چنانچہ بدائع الصنائع میں بھی ہے:

روی ان عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما لما مات بالطائف صلّے علیہ محمد بن الحنفیہ وکبر علیہ اربعا وجعل لہ لحدا وادخلہ القبر من قبل القبلۃ وجعل قبرہ سنما وضرب علیہ فسطاطا[1]

(ترجمہ) یعنی جب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا طائف میں انتقال ہوا تو حضرت محمد بن حنیفہ علاتی بھائی حضرات امام حسنین رضی اللہ عنہما نے چار تکبیر کے ساتھ اُن کی نماز جنازہ ادا کی اور بغلی میں قبلہ کی طرف سے داخل کیا اور اُن کی قبر کوہان شتر کے برابر بنائی اور اُس پر خیمہ قائم کیا۔"

لہٰذا جنہوں نے جائز کہا ہے بصورت غرض صحیح جائز فرمایا ہے اور جنہوں نے منع فرمایا ہے میّت پر سایہ رہنے کی نیّت سے بنانے کو منع فرمایا ہے اور یہ سب احکام بغرض صحیح اور بلا غرض کے بہ نسبت اُس زمانہ کے اور اُن ملکوں کے ہے جہاں جس وقت ہزاروں آثار عظمت و شوکتِ اسلام موجود تھے بخلاف اس زمانہ کفر و الحاد اور ضعفِ اسلام کے کہ آجکل عام مسلمانوں اور مشرکوں اور کافروں پر اگر عظمتِ اسلامی کا اثر ہے تو

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] فتاویٰ ہندیہ باب آداب المسجد جلد پنجم صفحہ ۳۵۴۔

[2] عمدۃ القاری جلد چہارم صفحہ ۲۰۴۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] بدائع الصنائع جلد اوّل صفحہ ۳۲۰؂

انہیں بزرگانِ دین کی باعظمت مزاروں کی بدولت ہے لہٰذا مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ شرح سفرالسعادت کے صٓ۲۷۲ میں تحت عبارت "و نہی فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ بر قبرہا مساجد بنا کنند الخ".... تحریر فرماتے ہیں کہ :-

جو کچھ علامہ مجدالدین فیروز آبادی مُصنّف سفرالسعادت نے تحریر فرمایا کہ "قبروں پر بناء کرنے اور چراغ جلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا حق ہے"

اور اس بحث میں صحیح حدیثیں آئی ہیں اور زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین میں اسی سُنّت پر عملدرآمد تھا لیکن بعد زمانہ خلفاءِ راشدین میں اسی سنت پر عملدرآمد تھا. لیکن بعد زمانہ خلفاءِ راشدین یہ تکلفات بہ نسبت قبُور اولیاء اللہ پیدا ہوئے اور چونکہ عوام کی نظر ظاہری شان و عظمت پر ہوتی ہے اس آخر زمانہ میں یہی مصلحت سمجھی گئی کہ شوکت اور عظمت اہلِ اسلام اور صالحین عظام اور مشائخ کرام کُفّار اور عوام کے دل میں بغیر تکلفات ظاہری کے نہیں ہوتی. خصوصاً ہندوستان میں جہاں اعداءِ دین[1] مشرکین ہنود اور کُفّار بہت ہیں اور ان مزاراتِ اولیاء اللہ کی شان شاہانہ کو دیکھ کر ہنود کے دل پر رُعب پڑتا ہے اور مُطیع اسلام بنے رہتے ہیں اور بہت افعال و اعمال اور طریقے وہ ہیں کہ سلف اُن کو مکروہ سمجھتے تھے اور اس زمانہ میں مُستحسن سمجھے جاتے ہیں. علاوہ بریں اگر جاہل بے دین نام کے مُسلمان کوئی فعلِ شنیع کریں تو اس سے ساحتِ[2] عزتِ اولیاء

---

[1] اعداءِ دین : دینِ اسلام کے دشمن [2] ساحت : آنگن، صحن، دامن؛

اللہ پاک ہے۔ اُن سے اُن کی ارواح مبارکہ ہرگز خوش نہیں ہوتیں۔"
انتہی خلاصۂ ترجمہ۔ اور اس سے بہت کچھ زائد علامہ اسماعیل حنفی رحمہ اللہ،
علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ سے تفسیر رُوح البیان میں اور علامہ ابن عابدین
شامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی قبور کی محافظت، حُرمت، نام و نشان، اظہارِ عظمت و شان و سہولت زائرین (برائے سلام و فاتحہ خوانی) کے نقطۂ نظر سے گنبد والی، اُونچی قبور بنانا جائز ہے

خلاصہ اس تمام تحقیق محققین مذکور کا یہ ہوا کہ بغرض محافظت قرار و
علامت اس امر کے کہ یہ قبر فلاں بزرگ کی ہے اگر قبر اُونچی بنائی جائے
تو بموجب ہر دو حدیث بخاری شریف جو بہ نسبت قبر مبارک حضرت
عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ گذر چکیں جائز ہے اور بفعل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یا بہ نیت اظہار شانِ اولیاء اللہ نظر کفار اور عوام النّاس میں اور
بغیر اس مفاد کے بلا سود اُونچا کرنا مکروہ ہے اور یہی معنے ہیں اُن عبارتوں
کے جو کنز الدقائق، بحر الرائق، ہدایہ شرح وقایہ، در مختار شامی طحطاوی،
عینی ہدایہ وغیرہ سے۔

سیکرٹری انجمن انصار المسلمین راولپنڈی نے بے دین نجدیوں کی حمایت
میں حنفی بن کر اپنے اشتہار میں جس کا عنوان "قبّے اور حنفی علماء کرام" ہے

حنفی مسلمانوں کو دھوکا میں ڈالا ہے چنانچہ حاشیہ کنز سے بعلامت فتح جو یہ عبارت لکھی ہے ولا یزاد علی الذی اخرج منہ لان الزیادۃ علیہ بمنزلۃ البناء اس کے یہ معنے ہیں کہ جتنی مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زائد قبر بنانے میں نہ صرف کی جاوے اس واسطے کہ اس سے زائد صرف میں لانا ایسا ہی ہے جیسے قبر پر کسی مکان کی بنیاد قائم کر دی۔ جو موجب توہین قبر اہل اسلام ہے۔ چنانچہ بدائع میں بھی ہے:۔

ویکرہ ان یزاد علی تراب القبر الذی خرج منہ لان الزیادۃ علیہ بمنزلۃ البناء وفیہ بعد سطر کرہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ ان یوطا علی قبر او یجلس علیہ اوینام علیہ اویقضی علیہ حاجۃ من بول او غائط لما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی عن الجلوس علی القبور[1]۔

(ترجمہ) مکروہ ہے قبر کی نکلی ہوئی مٹی کے علاوہ دوسری مٹی سے قبر کا بلا کسی غرض صحیح کے بلند کرنا اس لیے کہ یہ بمنزلہ دیوار بنانے کے ہے قبر پر۔ اسی کتاب میں ایک سطر بعد ہے۔ مکروہ ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ کہ جماع کیا جائے قبر پر یا کھودی جائے قبر پاؤں سے یا بیٹھے اس پر کوئی یا کوئی اس پر سوتے یا پیشاب یا پاخانہ کو اس پر بیٹھے۔ اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اگر لا یبنی علیہ کے یہی معنے لیے جاویں کہ قبر پر قبہ نہ بنایا جاوے تو بموجب تحقیق مذکورہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ یہ نہی مخصوص ہو گی اسی

---

[1] بدائع جلد اوّل صفحہ ۳۲۰۔

صُورت کے ساتھ جب قُبّہ اس نیت سے بنایا جاوے کہ صاحبِ قبر پر سـ
رہے اور صاحبِ قبر سایہ سے نفع اُٹھائے۔ اس لیے کہ بموجب قولِ عبدا
بن عمر رضی اللہ عنہما صاحبِ قبر کو اُس کے نیک عملوں کا سایہ کافی ہے یا
اُس صُورت میں بھی جب اس نیت سے بنایا جائے کہ فاتحہ خوانوں اور پشی
ایصالِ ثواب اور نفع پکڑنے میت کے تلاوتِ قرآن سے تلاوت کرنے
والوں کے آرام کے لیے بنایا جائے ورنہ حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ ابن اسد ال
سیدنا علی کرم اللہ وجہہ طائف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
کی قبر مبارک پر اُس زمانہ کے قُبّہ اور مکانات کے انداز پر کیوں خیمہ قائم
فرماتے اور جب مسلمانوں پر اللہ نے کثرتِ فتوحات سے فراخی کی اور اپنے
رہائشی مکانات پختہ بنا کر رہنے لگے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
کا قُبّہ بھی اور نیز دیگر صحابہ کرام اور اہل بیت عظام اور اولیاء اُمت کے
بھی قُبّے بغرضِ آسائش زائرینِ فاتحہ خوان پختہ بنائے اور بلا انکار کسی
عالمِ ربانی کے آج تک بنتے چلے آئے یا اس لیے بنا دیے گئے تھے کہ کوئی
قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالے اور قبر قُبّہ کے اندر چھپی رہے اور یہود و نصاریٰ کی
طرح اگر قبر کی طرف رُخ کر کے کوئی جاہل نماز پڑھنے لگے تو مشابہت پیدا
نہ ہو۔ ہاں پہلے بھی گرائے تو اسی نجدی خبیث کے دادا محمد بن
عبدالوہاب نے (علیہ) یا اس ظالم بے دین سفاک ابن سعود نے
خذلہ اللہ واھلکہ ودمر اللہ دیارھم وقرب اللہ اجالھم نے۔

کیا مخالفینِ مزاراتِ مُقدّسہ کے اپنے مکانات سنتِ نبوی کے مُطابق ہیں؟

اور تعجب یہ ہے کہ خود وہ اور اُس کے اتباع نجدیانِ ہند و عـرب

عُمدہ عُمدہ پُختہ مزین مکانوں[1] میں رہتے ہیں اور دعویٰ اتباعِ سُنت کا کرتے ہیں حالانکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم نے اُن خس پوش بالوں سے بناتے ہوئے مکانوں کی تعمیر کو پسند نہ فرمایا بلکہ کچی اینٹوں کا قُبّہ اپنے رہنے کے واسطے بنانے والے ایک صحابی سے سلام وکلام ترک فرمادیا یہاں تک کہ اُس نے قُبّہ کو مسمار کر دیا۔ دیکھو جلد چہارم آخر صفحہ ۵۳۹ و ۵۳۰

سنن ابو داؤد میں ہے :-

عن عبد اللّٰه ابن عمرو قال مرّ بی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وصحبه وسلم وانا اطین حائطالی انا و امّی فقال ماهذا یا عبد اللّٰه فقلت یا رسول اللّٰه شیٔ اصلحه فقال الامر اسرع من ذالك۔

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے مکان کی طرف سے جو گذرے اور مجھ کو اور میری والدہ کو اپنے حائط مکان کو چھاپتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ عبداللہ یہ مشغولی کیسی ہے۔ میں نے عرض کیا حضور! ہم اس حائطے کو درست کر رہے ہیں۔ فرمایا عبداللہ! موت تو اس سے بھی جلدی آنے والی ہے۔

ابو داؤد کی شرح مسمی بعون المعبود میں ہے جو ایک غیر مقلد کی تالیف ہے کہ علامہ منذری فرماتے ہیں۔ یہ حدیث ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ علامہ ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس

---

[1] جیسا کہ فی زمانہ سعودی بادشاہوں کے بیش بہا قیمتی اور بلند و بالا قلعے اور محلات، جن پر اخبارات و رسائل و حجاج وقت گواہ ہیں ؛

کے بعد یہ دوسری حدیث ہے :۔

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج فرای قبۃ مشرفۃ فقال ما ھذہ قال لہ اصحابہ ھذا لفلان رجل من الانصار قال فسکت وحملھا فی نفسہ حتی اذا جاء صاحبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلم علیہ فی الناس اعرض عنہ صنع ذالک مرارا حتی عرف الرجل الغضب فیہ والاعراض عنہ فشکی ذالک الی اصحابہ فقال واللہ انی لا نکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا خرج فرای قبتک فرجع الرجل الی قبتۃ فھدمھا حتی سواھا بالارض فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فلم یرھا فقال ما فعلت

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے ایک اونچا قبہ دیکھا فرمایا یہ کیا ہے اصحاب کرام نے عرض کیا کہ یہ فلاں شخص کا ہے انصار سے۔ آپ چپ ہو رہے اور یہ بات دل ہی رکھی جب اُس مکان والے صحابی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور کو بہت غصہ میں پایا اور سلام عرض کیا آپ نے اُن سے منہ پھیر لیا یہاں تک کہ اُنہوں نے کئی بار سلام عرض کیا اور حضور نے ہر دفعہ منہ پھیر لیا۔ صحابی مذکور نے سمجھ لیا کہ حضور غصہ میں ہیں اور ناراض ہیں لہٰذا اصحاب کرام سے وجہ ناراضگی کی دریافت کی۔ لوگوں نے عرض کیا تمہارا اونچا مکان دیکھ کر ناراض ہوتے ہیں۔ اُنہوں نے

القبۃ قالوا شکی الینا صاحبھا اعراضك عنه فاخبرناه فهدمها فقال اما ان كل بناء وبال على صاحبه الامالا الا مالا یعنی مالا بد منه واخرج بن ماجۃ ایضاً ھذین الحدیثین لکن قال فیه۔

فوراً اُس قُبّہ کو گرا کر زمین سے برابر کر دیا۔ بعدہٗ پھر جب حضور اُس طرف تشریف لائے اور وہ مکان نہ دیکھا تو فرمایا وہ مکان کیا ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا آپ کو اُس مکان کی وجہ سے ناراض پا کر مکان والے نے اُس کو مسمار کر دیا۔

فرمایا مکان مکان بنانے والے پر مُوجبِ وبال ہے مگر اس قدر جس کے بغیر گذر نہ ہو اور ضروری ہو۔

اور یہ دونوں حدیثیں ابن ماجہ شریف میں بھی ہیں۔ لیکن دوسری حدیث کے آخر میں مروی ہے کہ آپ نے قُبّۂ سکونت کے ڈھا دینے والے کے حق میں دو بار فرمایا فیرحمه الله۔ فیرحمه الله ـ مگر مشکوٰۃ شریف میں ہے :۔

کونسا مال و دولت بُرا نہیں

عن سفیان الثوری رضی اللہ عنه قال کان المال فیما مضی یکره فاما الیوم فهو ترس المؤمن وقال لولا هذه الدنانیر لتمندل بنا هٰؤلاء

(ترجمہ) حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم سے پہلے زمانے یعنی زمانہ صحابہ کرام میں مال سے کراہت کی جاتی تھی مگر آج وہ مومن کے لیے

الملوك وقال من كان في يده من هذه شيء فليصلحه فانه زمان ان احتاج كان اول من يبذل دينه وقال الحلال لا يحتمل السرف[1]

ڈھال ہے اور فرمایا اگر یہ دینار نہ ہوں تو یہ بادشاہ لوگ ہم کو ہاتھ پونچھنے کا رومال بنا لیں۔ اور فرمایا جس کے پاس ان دیناروں سے کچھ ہو اُس کو چاہیے اچھی طریق پر باتباع شریعت اُن کو خرچ کرے۔ اس واسطے کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ محتاجی کی صورت میں اوّل دین خرچ کرنا پڑتا ہے۔ یعنی آدمی مضطر ہو کر اپنا دین برباد کر دیتا ہے اور فرمایا کہ حلال مال بیجا خرچ کرنے کا احتمال نہیں رکھتا یعنے جو خوفِ خدا سے حلال طریق پر مال حاصل کرے گا وہ خلافِ شریعت خرچ بھی نہیں کرے گا۔

اور صفحہ ۳۱۶ باب معیشۃ اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں ہے :-

عن شقيق عن ابي مسعود رضي الله عنهما قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمر بالصدقة فينطلق احدنا يتحامل حتى يجيئ بالمد وان لاحدهم اليوم مائة الف.

(ترجمہ) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم کو صدقہ کا حکم فرماتے ہم بوجھ اُٹھا کر مزدوری کر کے ایک مُد یعنی تقریباً ڈھائی پاؤ کھجوریں وغیرہ لاتے اور اب ہمارے پاس ایک لاکھ موجود ہے۔

لہٰذا جیسے زمانِ سابق میں مال رکھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ بکے بلند

---

[1] مشکوٰۃ شریف فصل ثالث باب استحباب المال صفحہ ۴۵۱ ؎

مکانوں میں رہنا بھی مکروہ سمجھتے تھے اسی طرح بغرض آرام زائرین اور فاتحہ خوانان خوش آئین قبور اولیاء اللہ پر قبے بنانے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے مگر جب بغرض اظہار استغنا کے دنیا داروں پر علماء و صوفیاء کو اتنی مال حاصل کرنے کی ضرورت پڑی کہ وہ بنظرِ حقارت نہ دیکھیں اور ان کی نظروں میں حقیر نہ ہوں اور اُن پر اُن کے واعظ و نصائح کا اچھا اثر پڑے پکے مکانوں میں بھی رہنے کی اگر مال حلال سے حاصل ہوں ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ چھپروں میں رہتا دیکھ کر ذلیل نہ سمجھیں اور اُن کے وعظ و نصائح کو بے وقعتی سے نہ دیکھیں۔

علیٰ ہذا القیاس قبے اور زینت ظاہری کی بھی قبور اولیاء اللہ پر ضرورت پڑی کہ کبھی ٹوٹی قبر دیکھ کر کفار یہ نہ سمجھ لیں کہ اکثر مسلمان حالتِ زندگی میں بھی غربت میں رہتے ہیں اور باوجود عالم و فاضل ہونے کے ان کے بزرگوں کی قبروں پر بھی خاک ہی اُڑتی رہتی ہے بلکہ کچی قبر بقدر کہان شتر کا آج کل تو چند روز میں پتہ بھی نہ چلے کہ کس بزرگ کی قبر ہے چنانچہ یہ عمل بالکل ظاہر و باہر ہے کہ ایسی کچی قبریں چند روز میں بے نام و نشان ہو جاتی ہیں اُن پر فاتحہ پڑھنے کو بھی کوئی نہیں کھڑا ہوتا اسی واسطے شاہانِ سلف، عاشقانِ اولیاء اللہ نے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ، خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ وغیرہ اولیاء اللہ کی قبور کو تہ خانوں میں بدستور کچی بقدر کہان شتر رکھ کر اوپر شاندار قبے اور بغرض اظہارِ علامت قبر و لحاظِ عظمت اولیاء اللہ شاندار قبروں کی صورت بنا دیتے تاکہ قبر کے اوپر سے لوگ نہ گذریں نہ قبر پر کوئی بیٹھے۔ نہ قبر کی طرف کوئی سجدہ کر سکے نہ نماز پڑھ سکے

بلکہ اگر کوئی ناواقف جانب قبر نماز پڑھے بھی تو دیوار قبہ درمیان میں آجائے اور نماز مکروہ نہ ہو۔ کما ھو بتحقیقہ فی العینی وشرح سفر السعادت اس واسطے ابوداؤد مع عون المعبود[1] میں ہے:۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ حتی تخلص الی جلدہ خیر من ان یجلس علی قبر۔ وعن مرثد الغنوی یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیھا وعن بشیر مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل قال حانت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرۃ فاذا رجل یمشی فی القبور علیہ نعلان فقال یا صاحب السبتین ویحک الق بسبتیتک فنظر

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے کہ آدمی آگ کی چنگاری پر بیٹھ جائے کہ وہ کپڑے جلا کر اُس کے جسم تک پہنچ جائے۔ حضرت مرثد غنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مت بیٹھو قبروں پر اور نہ نماز پڑھو تم قبروں کی طرف یعنی بلا حائل ہونے کسی دیوار وغیرہ کے اور حضرت بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کی نظر ایک شخص پر پڑی کہ وہ جوتیوں سے قبروں میں چل رہے تھے۔ آپ نے فرمایا او جوتیوں والے تجھ پر افسوس ہے جوتی نکال کر

---

[1] ابوداؤد مع عون المعبود جلد ۳ صفحہ ۲۱۰ مطبوعہ مطبع انصاری؀

الرجل فلما عرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلعہما فرمی بہما۔

چل۔ انہوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا جوتیاں نکال پھینکیں۔

عون المعبود اگرچہ ایک غیر مقلد کی تالیف ہے مگر اس میں بھی علامہ خطابی اور علامہ سندھی اور علامہ عینی کی شروح سے لکھا ہے کہ بغرض احترام قبور اہل اسلام حضور نے جوتیوں سے قبروں میں چلنے پر اعتراض کیا اور صہ ۳۲۰ بدائع الصنائع میں ہے :-

وکرہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ ان یوطا علی قبر او یجلس علیہ او ینام علیہ او تقضی علیہ حاجۃ من بول او غایۃ لما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نہی عن الجلوس علی القبور۔

(ترجمہ) اور مکروہ سمجھتے تھے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قبروں کے کھوندے جانے کی پاؤں سے اور قبر پر بیٹھنے اور سونے کو اور قبر پر پیشاب کرنے و پاخانہ پھرنے کو اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اسی صفحہ بدائع میں ہے :-

ولا بأس بزیارۃ القبور والدعاء للاموات ان کانوا مومنین من غیر وطئ القبور لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی کنت نہیتکم عن

(ترجمہ) یعنی مستحب ہے زیارت قبور اور دعا کرنا اموات کے لیے بغیر اس کے کہ قبریں کھودی جاویں بسبب فرمان عالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ بے شک میں نے تم کو زیارت قبور سے منع فرمایا تھا

زیارۃ القبور الا فزوروھا
فانھا تذکرکم الآخرۃ
ولعمل الامۃ من لدن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وصحبہ وسلم الی
یومنا ھذا۔

لیکن اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو اس واسطے کہ زیارت قبور تم کو آخرت کی یاد دلائے گی اور اس واسطے کہ اُمّت مرحومہ کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک اسی پر عملدرآمد ہے کہ قبروں کی زیارت کو جاتے اپنے اموات کے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہیں خصوصاً اولیاء اللہ کی قبروں پر تو بیٹھ کر تلاوت قرآن مجید کرتے ہیں اور ان کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ بن مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ صد ۱۲ تفسیر عزیزی میں تحت آیۃ اذا السماء انشقت تحریر فرماتے ہیں:۔

وبعض از خواص اولیاء اللہ را
کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد
بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں
حالت ہم تصرف در دنیا
واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت
مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت
نمی گردد واویسیان تحصیل کمالات
باطنی از انہا می نمایند وارباب
حاجات ومطالب حل مشکلات

ر وا ز انہا می طلبند و یا بند و
یان حال آنہا در الوقت ہم مترنم
بی مقالاتست ۔ ع
"من آیم بجاں گر تو آئی بتن"
اور بعینہٖ یہی مضمون بلکہ اس سے بہت زائد مدلل باحادیث قاضی
ناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ تحت آیۃ کریمہ ولا تقولوا لمن
یقتل فی سبیل اللہ الآیۃ صد۲۲۱ پارہ سیقول تفسیر مظہری میں تحریر
ر ماتے ہیں من شاء فلینظر۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حامداً و مصلیاً و مسلماً

مسئلۂ قبور و قبہ جات

افاضۂ امام الوقت ملک العلماء حضرت مولانا عبدالباری صاحب قبلہ فرنگی محلی

(منقول از اخبار "ہمدرد" دہلی مورخہ ۱۶ صفر ۱۳۴۴ھ)

مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ درخت جس کے نیچے بیعت الرضوان میں حضور نے سایہ لیا تھا بخوفِ پرستش کھدوا ڈالا مگر یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ صحابہ کے وقت میں مآثر پر جو مساجد تھے اُن کو حضرت نے کھودنے کا حکم نہیں دیا حالانکہ لوگوں کی زیارت پسند نہیں کی چنانچہ اپنے ساتھی سے کہا کہ ان مساجد پر اگر وقتِ نماز ہو تو پڑھ لیا کرو اور فرمایا کہ اگلی اُمتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں کہ انہوں نے معبد ایسے مآثر پر بنایا تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ صحابہ میں لوگ اس کی زیارت کرتے تھے حضرت کے تشددات کے باوجود انہوں نے نہ تو لوگوں کو زیارت اور نماز سے باز رکھا نہ مساجد کو شکست کرایا تفصیل اس کی غالباً مولوی عنایت اللہ صاحب کے مضمون میں ہوگی اس واقعہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کنز العمال میں روایت کیا ہے۔

مسجد ہر حالت میں قابلِ احترام ہے خصوصاً وہ مساجد جو مآثر متبرکہ میں ہوں، میں نہیں سمجھتا کہ نجدی یہ کیوں کرتے ہیں اور مزار کے قبوں اور مساجد

کیوں گراتے ہیں۔ سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ ان میں اگلی بربریت ابھی تک موجود ہے۔ مزارات کے جوار میں مسجد بنانے کو تمام علماء نے جائز بتایا اور قرآن شریف سے اس کا جواز اس آیت سے نکلتا ہے جس کو ہم درج لکھا ہے آپ اس کو بغور ملاحظہ کیجیے وہ مساجد بنانے والے خوش اعتقاد لوگ تھے جیسا کہ تفسیر کبیر سے معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے مسجد مسلمانوں کے لیے بنوائی تھی جیسا کہ مدارک سے معلوم ہوتا ہے۔ ابن کثیر کا اپنا خیال قابل احتجاج دیگر کبار علماء کے قابل نہیں ہے جس حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے وہ حدیث اُن کے مدعا پر دلالت کرنے سے قاصر ہے۔

آپ خود ملاحظہ کیجیے کہ لنتخذن علیہم مسجدا قرآن میں بلا انکار اور اعتراض کے مذکور ہے اور علی بمعنی عند کے ہے اسی وجہ سے مفسرین کہتے ہیں علی باب الکہف برخلاف حدیث کے کہ اسی میں مذکور ہے کہ اتخذوا قبور انبیاءهم مساجد خود قبروں کو وہ سجدہ گاہ بناتے تھے۔ قبروں کو مسجد کرنا اور ان کے قرب میں مساجد بنانا دونوں کا فرق آپ خود ملاحظہ کر سکتے ہیں اس سے تعارض دونوں نصوں میں نہیں ہے اسی وجہ سے ہم قرآن پر بھی عمل کرتے ہیں اور حدیث پر بھی اور کہتے ہیں کہ قرب مقابر اور جوار صالح میں مسجد بنانا مستحسن ہے مگر قبر پر مسجد بنانا ناجائز ہے پہلا امر قرآن سے ثابت ہے اور دوسرا حدیث سے ثابت ہے۔

ہاں جو لوگ اس آیت سے بنا علی القبور کے جواز پر استدلال کرتے ہیں ان کی توجیہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔ باوجود اس کے خفاجی اور روح المعانی والے میں زمین آسمان کا فرق ہے پھر مؤخر الذکر منسوب تو ہب ہیں اُن کے اقوال ان کے بدعات کی تائید میں قابل قبول نہیں ہیں۔ بیضاوی اور امام رازی وغیرہ جو تصریح کرتے ہیں وہ قوی ہے۔ الوسی نے جو دلیل بیان کی ہے وہ بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔ ابھی وہ جو ابن کثیر نے لکھی

ہے آپ خود اس پر غور کریں تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ قبور کو مساجد بنانا
اور ان کی عبادت کرنا امر آخر ہے اور قبور کے کنارے مسجد بنانا امر آخر ہے
حضور کا سر بسجود ہونا مقابر میں خصوصاً لیلۃ البرأت میں متواتر ہے۔

اب رہ گیا مقابر پر قبوں کا بنانا، مجھے بہت حیرت ہوئی کہ جب تلاش
کیا تو اس کی ممانعت پر کوئی نص نہیں ملی آپ کی صرف وہی حدیث جس کو میں
نے آپ سے زبانی عرض کیا تھا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن
البناء علی القبور۔ یہ حدیث حصول مدعا میں غیر کافی ہے نہیں معلوم ہوتا ہے
کہ نہی سے کیا مراد ہے نہی تحریمی یا تنزیہی، بظاہر نہی تنزیہی ہے جیسا کہ اس طرح کا ارشاد
فرمایا ہے نہی عن تشیید البناء مضبوط کرنے کو مکانات کے آپ نے روکا
یہ روک ظاہر ہے کہ تنزیہی تھی ورنہ بڑے بڑے عمارات سب کھدوا کر پھینک
دینا چاہیے پھر بناء علی القبور سے کیا مراد ہے آیا اس کے گرد اگرد کچھ بنانا یا اس
پر بنانا احتمال ہوتا ہے کہ عند کے معنی میں علی ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ معنی مجازی ہیں
لہٰذا اس سے خود نفس قبر پر بنانے کی ممانعت نکل جائے گی کیونکہ جمع
بین الحقیقت والمجاز درست نہیں ہے بفرض یہ احتمال مان بھی لیا جائے
تو کہا جائے گا کہ یہ حکم عام قبور کا ہے مخصوص قبور کا نہیں ہے اس امر کی
تخصیص علماء کی عبارات سے ہے اور خود حضور اقدس کے مزار سے ہے کہ اندر
حجرۂ حضرت عائشہؓ کے ہو جو سقف تھا، گنبد کی تو اس وقت مسجد بھی نہیں
تھی جیسی حیثیت مسجد کی تھی ویسی حجرۂ حضرت عائشہ کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے اس کی مرمت کرائی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے نئے سرے
سے اس کی تعمیر کرائی۔ صحابہ کے وقت میں بلا انکار کے قبور پر منڈھوار جسے
قبہ کہتے ہیں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بعض نے اس کی مخالفت کی تو وہ بھی بطور
کراہت تنزیہی کے ہے۔ نہی خود اس کے امکان و وقوع پر دلالت کرتی ہے
اور نہی چونکہ تنزیہی ہے تو اس کا اثر اسی قدر ہوگا جو دیگر امور خلاف اولیٰ

کا ہے۔ ملابس اور مساکن و عمارات وغیرہ میں جتنی جتنی وسعت ہوتی گئی مال میں ترقی ہوتی ہے۔ زندوں اور مردوں دونوں کی یکساں حالت ہے۔
یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ صیغہ نہی یعنی لا تفعل سے چاہے تحریم ثابت ہو مگر لفظ نہی سے جس کے معنی روکنے کے ہیں تحریم کا بلا قرینہ ثابت ہونا غیر مسلم ہے ورنہ اسی لفظ سے گرم کھانے سے منع کیا ہے۔ ہر روز کنگھی سے منع کیا ہے۔ دھوپ چھاؤں میں بیٹھنے سے روکا ہے۔ دودھ والے جانوروں کے ذبیحہ سے روکا ہے۔ یہ سب بھی حرام ہو جائیں گے۔ ہاں بعض محرمات کو بھی اسی لفظ سے روکنے کا ذکر ہے تو اُن کی تحریم دوسرے نصوص سے ثابت ہے اس واسطے تحریم کا حکم ان پر دیا جاتا ہے لفظ نہی سے تحریم ثابت نہیں کی گئی ہے۔ اوّل درجہ ممانعت کا مکروہ تنزیہی ہے اور خلاف اولیٰ ہے وہی مراد ہو سکتی ہے لیکن یہ بات فروگذاشت نہ ہونا چاہیے کہ خلاف اولیٰ کسی امر آخر ہے اور سبب قوی سے مستحسن بلکہ اگر مقدمہ واجب ہو جائے تو واجب ہو جاتا ہے وہ کچھ حرام نہیں ہے جس کا ازالہ لازم ہو۔ بلکہ حرام ظنی بھی حسب تصریح قاضی شوکانی کے اس قابل ہے کہ اس پر سکوت کیا جائے تو جو لوگ قبہ کی تحریم کے قائل ہیں وہ بھی سکوت ہی کو مقدم کرتے ہیں۔ میں نے باتباع اخی المعظم مولانا عبد الحیؒ مکروہ تنزیہی کا قول اختیار کیا ہے ورنہ عام علماء و اکابر نے قبور صلحاء پر قبہ کا بنانا مستحسن لکھا ہے۔ فقہاء کی عبارتیں یا مجتہدین کے ارشادات میں تحریم کا پتہ نہیں چلتا ہے اور تخصیص کسی کی نہیں ہے حالانکہ نصوص فقہی اکثر مطلق بولے جاتے ہیں مگر وہ مقید ہوتے ہیں کسی نہ کسی معتبر کتاب میں اس کی تخصیص اور قید ظاہر کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ ان احکامات مطلقہ کی قید بھی فقہ میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ اگر بغیر فائدہ یہ عمارت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر ملک موقوفہ یا ملک غیر میں ہو تو حرام ہے اور اگر فوائد مرتب ہوں تو مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے اور ان کے فوائد سے یہ لکھا ہے کہ ان پر

فاتحہ پڑھنے کے لیے جو لوگ آتے ہیں ان کو راحت ہو لوگوں کی نظر میں عظمت اہل قبر کی ظاہر ہو وغیر ذالک۔ امید ہے کہ ان سب کو مصرح مولوی عنایت اللہ سلمہ لکھیں گے۔

قبور پر قبوں کی بجنسہ وہی حالت ہے جو مساجد کی ہے۔ ولید کی بنائی ہوئی مسجد ابان بن عثمان کو ناپسند ہوئی۔ کیا شاندار مسجدیں جو سلف کے زمانہ میں تھیں اگر وہ کھود ڈالی جائیں تو بتائیے کہ سنت ہوگا یا بدعت۔ میرے نزدیک تو بدعت ہے اس واسطے کہ اس قسم کے استحکام دنیا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رسم و رواج کے اعتبار سے روکا تھا اور مصارف کی تقلیل کی وجہ سے باز رکھا تھا ورنہ کوئی ایسی شے نہ تھی کہ روکی جاتی۔ اب یہ کہنا کہ اس کے اندر بدعات ہوتے ہیں بغرض تسلیم ان کو روکا جا سکتا ہے۔ مکانات اور عالیشان محلات میں تو محرمات ہوتے ہیں تو ان کی وجہ سے مکان نہیں گرا دیا جاتا ہے اگر کسی کا مکان گرایا جائے تو اس کی توہین ہے یا نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان وحوش کو اس سے کیا فائدہ ہے۔

اس سے ہم صبر کرتے اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ خانہ کعبہ کی وقعت اتنی قلوب اہل اسلام میں نہیں جتنی مدینہ طیبہ کی عظمت و محبت ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے۔ امام شافعی تو جدار کعبہ کو سمت قبلہ ہونے کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہ تو فضا کافی سمجھتے ہیں۔ قوی اندیشہ ہے کہ لوگ جدار ہی کو قبلۂ عبادت سمجھیں اس واسطے اگر ایک موحد جذبۂ توحید میں آ کے اس کو ڈھا دے تو پھر کون اعتراض ہو سکتا ہے۔ کیا یہ منشا لارڈ کچنر کا جس کی بناء پر خدام کعبہ قائم ہوئی نہیں پورا ہو سکتا ہے۔ اس کو ذرا غور و فکر سے ملاحظہ کیجئے۔ ہمارے جس قدر اندیشے ہیں سب ایک ایک کر کے پورے ہو رہے ہیں۔ اللہ ان کو پورا نہ کرے ورنہ مرکز اسلامی تشریف لے جاوے گا۔ مگر اب کہاں رہا ہے۔

تیسرا امر تعمیر قبور کا ہے۔ میں اس جگہ اپنا عقیدہ اپنے جد اکرم مولانا عبدالرزاق قدس سرہ کی عبارت میں پیش کیے دیتا ہوں جو نصوص شرعیہ متواترہ ومتفقہ پر مبنی ہے اس پر بھی کہتا ہوں کہ کسی کو باور ہو یا نہ ہو مجھے اس پر اعتقاد ہے وہ یہ ہے۔ انوار غیبیہ صفحہ ۳ مطبوعہ مجتبائی اور قبر بمنزلہ جسم کے ہو جاتی ہے پس جو معاملات کہ زندوں کے جسم کے ساتھ کرنے میں روح کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح دفن کے بعد قبر کے ساتھ وہ معاملات کرنے سے روح کو ایذا ہوتی ہے اور جو معاملات زندہ کے ساتھ کرنے سے باعث فرحت روح ہوتے ہیں وہ قبر کے ساتھ کرنے میں بھی باعث فرحت روح ہوتے ہیں۔

پس جو جو تعظیمات کہ حالت حیات میں اہل قبور کے واسطے عمل میں آتے تھے قبور کے ساتھ ان کا حفظ لازم ہے۔ لیکن جو تعظیم ممنوعات شرع سے ہو وہ ہر وقت ممنوع ہے۔ پس بنانا قبر پختہ کا واسطے نشانی باقی رہنے کے درست ہے" یہ عبارت رسالہ مذکورہ کی ہے۔

علامہ عسقلانی وغیرہ وغیرہ تصریح کرتے ہیں کہ قبور کفار تو کھودے جا سکتے ہیں مگر قبور اہل اسلام نہیں کھودی جا سکتی ہیں۔ بلکہ بعض فقہائے متقدمین نے تو کفار کے قبور کو بھی روا نہیں رکھا ہے۔ مسلمانوں کی قبور کا کھودنا تو سب کے نزدیک بیشک حرمت اصحاب قبور کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ عموماً قبر زمین سے بلند کی گئی ہے خصوصاً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کہ وہ ایک بالشت یا کچھ کم یا کچھ زائد بلند ہے آپ کا مزار ماہی پشت تھا یا مربع اس میں اول قول ائمہ ثلاثہ کا ہے اور دوسرا قول امام شافعی کا ہے مگر دونوں کے نزدیک جائز ہے کہ دوسرے قول پر عمل کیا جائے صرف افضلیت اور مسنونیت اور عدم افضلیت میں خلاف ہے۔

اس جگہ ایک حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے جس کو میں نے

ذکر کیا افسوس ہے کہ اس کے علاوہ تلاش سے بھی حسن صحیح بلکہ ضعیف بھی کوئی دوسری حدیث نہیں ملی۔ اول تو قصہ حال ہے معلوم نہیں حضرت علی کو کن قبور کے برابر کرنے کا حکم ہوا تھا بظاہر کفار کے قبور کا حکم ہوا ہوگا اس واسطے کہ اس وقت وہی قبور تھے پھر علت عبادت تھی یا کوئی دوسرا امر پھر اس کی تعیین کہ وہ کتنی بلند ہونے پر برابر کر دی جائے۔ غیر مذکور پھر کس شے کے برابر کر دی جائے یہ بھی مجہول ارشاد ہوا ہے:

ولا مشرفاً الا سویته، نہ کوئی قبر بلند پاؤں میں مگر یہ کہ اس کو برابر کر دوں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قبر مشرف سے مراد وہی قبر ہے جس کو حد سے متجاوز بلند کیا ہو ورنہ چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو بھی زمین کے ساتھ ملا دیتے یہ امر ظاہر ہے اس حدیث کو جمہور اہل سنت نے غیر قابل احتجاج سمجھا اور یہ مسلک صرف بعض کا ہے اس واسطے کہ یہ تمام تر احادیث و افعال کے خلاف ہے خود آنحضرت کے روبرو حضرت بلال نے قبر حضرت ابراہیم کو بنایا اور اس پر پانی ڈالا اس سے گارے سے قبر بنانے کا جواز نکلتا ہے۔ اگرچہ پختہ قبر کرنا بھی مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ نہی اس کے بارہ میں وارد ہوئی ہے مگر نشان قبر نہ مٹنے کے خیال سے خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کے مزار پر پتھر رکھا تھا وہ اس قدر بڑا تھا کہ جن صاحب کو حکم دیا گیا ان سے اٹھ نہ سکا تو خود اٹھانے میں مدد دی اس سے پختہ قبر بننے کے جواز پر دلیل لائی جاتی ہے اور وہ حدیث جس میں نہی ہے یا نہی تنزیہی پر محمول ہوئی یا نسخ پر کیونکہ پہلے زیارت قبور کی بھی ممانعت تھی جب اس کا جواز ہوا تو قبر کا قائم رہنا بھی جائز ہوگا۔

قبر پر کتابت کرنے کی بھی نہی ہوئی ہے امام ابو حنیفہ اسی پتھر والی حدیث سے اس کے جواز کا حکم دیتے ہیں کیونکہ مقصود شارع نشان قبر کا قائم رکھنا ہے اسی وجہ سے فقہاء نے زمین کی کمزوری کے باعث پختہ کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔

ہاں تک کہ بعض نے تو تابوت کا اور وہ بھی لوہے کا ہو تو اس کی بھی
ازت دے دی ہے اور علت نہی کو بھی مختلف ظاہر کیا ہے. بعض نے بلندی
بھی کوئی حد نہیں رکھی ہے. خصوصاً اہل شرف کے لیے اور واقعہ یہی ہے
کوئی دلیل، حرمت یا کراہت تحریمی پر قائم نہیں ہے حتیٰ کہ رفع قبر میں تو
کانی صاحب کو بھی کہنا پڑا کہ التحریم اس کی ظنی ہے اس وجہ سے سکوت
ئز ہے. پھر اس کے انہدام کی کیا وجہ ہے.

الحاصل آپ سمجھ لیں کہ ہم قبروں کی توہین کو مثل زندوں کی توہین
کے سمجھتے ہیں اس کو کوئی معمولی امر نہیں سمجھتے.

قبوں کی حرمت پر ایک نظر

از جناب مولانا محمد عنایت اللہ صاحب افسر مدرس مدرسہ عالیہ نظامیہ لکھنؤ

اخبار "ہمدرد" مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون مزارات پر قبوں وغیرہ بنوانے کے متعلق عدم جواز کا نظر سے گزرا میرا خود پہلے سے بھی خیال تھا کہ قبوں اور پختہ قبروں کے جواز و عدم جواز کے متعلق ایک مضمون لکھوں مگر دوسرے مشاغل کی وجہ سے اس ارادہ کو پورا نہ کر سکا کہ ہمدرد کے اس مضمون نے میرے ارادہ کو پختہ کر دیا خاص کر مولانا محمد علی صاحب کی خواہش نے اور زیادہ اس امر کی جانب توجہ دلائی۔

ہمدرد کے مضمون نگار مولانا عبدالحی صاحب فاروقی پروفیسر جامعہ ملیہ ہیں۔ مولانا موصوف نے شروع مضمون میں یہ تسلیم کیا ہے کہ قرآن پاک میں قبوں و مزارات وغیرہ کے احکام موجود نہیں ہیں اور ایک آیت جس سے جواز ثابت ہوتا ہے وبقول ابن کثیر و آلوسی لائق احتجاج نہیں ہے اس کے بعد مولانا نے احادیث و فقہ سے عدم جواز ثابت کیا ہے۔

ہم اپنے مضمون میں سردست یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن و حدیث و اجماع امت (فقہ)، و قیاس کسی سے بھی قبوں اور مزارات کو زمین سے بلند کرنے اور ان کے پاس مسجدیں بنوانے کی حرمت تو کیا کراہت تحریمی بھی ثابت نہیں ہوتی پس ان کو کھدوا دینے اور برباد کر دینے کی کوئی علت موجبہ نہیں ہے بلکہ خوف فتنہ بین المسلمین و شائبہ اہانت قبور کی وجہ سے قبور و قبوں کے انہدام سے باز ہی رہنا شیوۂ ہمدردان اسلام ہونا چاہیے۔ اولاً ہم مولانا کو یہ امر بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن کی جو آیت مولانا

نے تحریر فرمائی ہے یعنی:

فقالوا ابنوا علیھم بنیانا ربھم اعلم بھم قال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجداً۔

وہ صراحتاً آپ کے اقرار کے بموجب مدعی کے خلاف ہے اور ابن کثیر اور حال کے علامہ آلوسی کی عبارتیں قرآن کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی نہیں ہو سکتی ہیں اور بقول مولانا محمد علی کے قرآن کا مقابلہ تو حدیث متواتر بھی نہیں کر سکتی۔ چہ جائیکہ مفسرین کی عبارتیں اور ایک غیر مشہور حنبلی کے اقوال اس کے علاوہ آلوسی کی عبارتوں سے احتجاج ویسا ہی ہے کہ خود ابن عبدالوہاب کے اقوال سے احتجاج کیا جائے کون نہیں جانتا کہ آلوسی اور نواب صدیق حسن خاں اس قدر ہم خیال تھے کہ آلوسی کی تفسیر نواب صاحب مرحوم نے طبع کرائی۔ آلوسی زادہ نواب صاحب مرحوم کے تلامذہ میں سے تھے ابن تیمیہ و ابن قیم کے مقلد جامد تھے ان کے اقوال سے استناد بلا کسی دوسری دلیل کے کیسے لائق اعتبار ہو سکتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر آلوسی کے اقوال پر ہم بھروسہ کریں تو خود مولانا فاروقی ہی کے اقوال پر کیوں نہ بھروسہ کیا جائے عراق تک شد حال کی کیا ضرورت ہے۔ رہا ابن کثیر کا قول تو وہ ظاہر قرآن کے مقابل ہے اور شہاب خفاجی (جنہوں نے اسی آیت سے جواز تعمیر قبہ نکالا ہے) ان کا قول بظاہر قرآن کے موافق ہے پس ہم کو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہم کیوں نہ کہیں کہ ظاہر قرآن خفاجی کے ساتھ ہے اور جب تک اس کے مقابل کوئی دلیل نہ ہو کسی طرح اس کی تردید نہیں ہو سکتی۔ علاوہ اس کے ابن کثیر نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ اس آیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں آپ خیال فرمادیں کہ قبور کو مسجد بنانا اور قبروں کے قریب مسجد بنانا دونوں میں کتنا عظیم فرق ہے قرآن میں جس واقعہ کا ذکر ہے اُس کے متعلق تمام مفسرین ذکر کرتے ہیں کہ مسجد باب کہف پر یا کہیں قریب بنائی گئی تھی اور یہاں احادیث میں جو چیز رد کی گئی ہے وہ نفس

قبر کو سجدہ گاہ بنانا ہے۔ قرب اور جوار کی ممانعت اُس سے ثابت نہیں ہے
اس سے معلوم ہوگیا کہ قرآن مولانا فاروقی کی کسی طرح تائید نہیں کرتا جس کا خود
مولانا نے اعتراف بھی کیا ہے بلکہ بظاہر مخالفت کرتا ہے اب احادیث کو دیکھیں
تو مولانا نے جن احادیث کا تذکرہ کیا ہے دراصل وہ دو حدیثیں ہیں جن میں
ایک حدیث جس کو اکثر محدثین نے اپنی سندوں سے مختلف الفاظ سے ذکر کیا ہے
ہے کہ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ
بنالیا (الحدیث)

دوسری حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے جس کا ترجمہ مولانا نے حسب ذیل
کیا ہے: "کیا تمہیں نہ روانہ کروں اس کام کے لیے جس کام کے لیے رسول اللہ
صلعم نے مجھے روانہ کیا تھا آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں کوئی اونچی قبر
نہ چھوڑوں مگر یہ کہ اس کو برابر کردوں اور نہ کوئی تصویر مگر یہ کہ اس کو مٹا
دوں"۔ پہلی حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے جن سب میں صرف قبروں
کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت مروی ہے ان احادیث کو تحریر فرما کر مولانا تحریر
فرماتے ہیں:

"کتاب وسنّت کی یہ تصریحات ببانگ دُہل اس حقیقت کا اعلان کررہی ہیں
ہیں کہ قبروں پر مسجدیں بنانا قبہ تعمیر کرنا وہاں جا کر یمن و برکت حاصل کرنے
کے لیے نماز پڑھنا اور ان کے لیے اوقاف مقرر کرنا ناجائز اور حرام ہے
شریعت اسلام کو ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان عمارتوں کا گرانا
دراصل شریعت اسلام کا ایک بہترین فرض ادا کرنا ہے"۔

مولانا نے اس عبارت میں دعویٰ کیا ہے کہ اوپر کی مذکورہ آیات قرآنی
اور احادیث نبوی سے حسب ذیل دعوے ثابت ہوگئے۔

(۱) قبروں پر مسجد بنانا حرام ہے۔
(۲) قبہ تعمیر کرنا حرام ہے۔

(۳) وہاں جاکر یمن و برکت حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھنا حرام ہے۔
(۴) ان کے اوقات مقرر کرنا حرام ہے۔
(۵) اُن عمارات کا گرانا اہم ترین فرض ادا کرنا ہے۔
یہ مولانا کے پانچ دعوے ہیں اور مولانا کا خیال ہے کہ مذکورہ آیات و احادیث سے یہ سب ثابت ہو گئے۔ مولانا خود انصاف فرمالیں کہ آپ نے اپنے دعویٰ کے موافق میں ایک آیت "نصف آیت" ایک لفظ بھی قرآن شریف کا کہیں اوپر ذکر کیا جس سے آپ کے مذکورہ پانچوں دعووں میں سے ایک دعویٰ بھی ثابت ہو سکے۔ ہم نے ہمدرد میں بس کے اوپر کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے۔ ہم کو تو کہیں بھی کوئی لفظ قرآن شریف کا جو آپ نے اپنے دعوے کے ثبوت میں لکھا ہو نہیں ملا۔ مضمون بھر میں صرف ایک آیت ذکر کی گئی ہے اور وہ صرف یہ دکھانے کے لیے کہ اس آیت سے قبہ وغیرہ کا جواز ثابت کرنا درست نہیں ہے۔ اس کا کوئی تعلق مولانا کے دعووں کے ثبوت سے نہیں ہے جس کو صرف مولانا نے بھی صرف رد کرنے کے لیے ذکر کیا ہے اگر اُسی سے مولانا کا دعویٰ ثابت ہے تو مولانا نے خود ہی اس کی تردید کر دی ہے تو کیا خود ہی اپنے دعویٰ کو رد فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ تو کوئی آیت مضمون بھر میں مذکور نہیں ہے۔ اب احادیث کو دیکھیے اس میں سے سوائے ایک کے اور سب احادیث میں قبروں کو مسجد بنانے کی ممانعت مروی ہے۔ مولانا نے خود مسجد کا ترجمہ سجدہ گاہ کیا ہے ظاہر ہے کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا اور چیز ہے اور قبروں کے قریب اُس سے ہٹ کر مسجد بنانا اور چیز ہے اور قبہ تو بالکل علیحدہ شے ہے اگر حدیث میں قبر کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت ہے تو اُس کا قبہ سے کیا تعلق ہے زائد سے زائد جو ان احادیث سے ثابت ہو سکتا ہے وہ یہ کہ قبر کو سجدہ نہ کرنا چاہیے۔ اب مولانا ہی بتائیں کہ قبہ کے بنانے سے اس کا کیا تعلق ہے اور آپ کے دعووں سے تو ذرا بھی اس کا تعلق نہیں ہے۔ مولانا کی خدمت

میں یہ بھی گذارش ہے کہ کسی چیز کا حرام ہونا احادیث احاد سے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر مولانا ہی سے گذارش ہے۔ قرآن پاک کی آیت سے ہم استدلال کریں اور آپ کے ان پانچوں دعووں کے مقابل اسی آیت سے استدلال کریں تو غالباً مولانا کو مفسرین کی کمزور اور غیر معتبر اقوال کے دامن میں پناہ لینا کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا اور مولانا کے پیش کردہ احادیث احاد بھی اگر بفرض وہ آپ کے مدعیٰ کے موافق بھی ہوں تو قرآن کی آیت کے مقابل نہ ہوسکیں گی۔ (دیکھو مولانا محمد علی کا مضمون قتل مرتد کے بارے میں) دوسری حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے جس کا تعلق قبر کو اونچا کرنے سے ہے قبتوں وغیرہ سے اُس کا تعلق نہیں ہے جیسا کہ آپ کے ترجمہ سے خود ظاہر ہے۔

اصل یہ ہے کہ حنفیہ اور شافعیہ میں بحث یہ ہے کہ آیا قبر کو گاؤدم ہونا چاہیے اونٹ کے کوہان کے مانند یا مسطح ہونا چاہیے حنفیہ پہلے کو اور شافعیہ دوسرے کو مسنون بتاتے ہیں اور ہر ایک اپنی موافقت میں دلائل حدیث سے پیش کرتے ہیں حنفیہ چند احادیث جو اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں اُن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

(۱) عن سفیان التمار انه رای قبر النبی صلی الله علیه وسلم مسنماً (بخاری)

سفیان تمار سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور انور کی قبر شریف ابھری ہوئی کوہان شتر کی طرح دیکھی۔

(۲) عن ابراهیم قال اخبرنی من رای قبر النبی صلی الله علیه وسلم قبر ابی بکر وعمر فاشزة من الارض و علیها فلق من مدر ابیض (امام محمد)

ابراہیم کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے جس نے حضور انور اور شیخین کے مزار مبارک دیکھے ہیں یہ بیان کیا ہے کہ یہ قبور زمین سے اونچے تھے (ابھرے ہوئے تھے) اور ان پر سفید چھوٹی مٹی کی تھی۔

(۳) عن جابر قال سألت ثلثة كلهم له فی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب اباجعفر محمد بن علی و سألت قاسم بن محمد و سألت سالم بن عبداللہ اخبرونی عن قبور آبائکم فی بیت عائشة وکلهم قالوا انها مسنمة (ابن شاهین)

حضرت جابر سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایسے تین شخصوں سے سوال کیا جن میں سے ہر ایک کے باپ کی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس تھی یعنی ابو جعفر محمد بن علی اور قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ سے میں نے سوال کیا کہ تم لوگوں کے باپوں کی قبریں حضرت عائشہ کے حجرہ میں کس طرح بنی ہوئی ہیں۔ ان سب نے کہا کہ وہ قبریں کوہان شتر کی طرح بلند ہیں:

(۴) قال القاری السنة ان یعلم القبر وان یرفع شبرا کقبرہ علیه الصلوٰة والسلام کما رواہ ابن حبان فی صحیحه.

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ قبر کا نشان ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کی طرح ایک بالشت بلند ہو جیسا کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں لکھا ہے:

اس کے علاوہ دوسری احادیث بھی حنفیہ کی موئد ہیں اور شافعیہ اسی حدیث سے جو مولانا نے تحریر فرمائی ہے ترجیح اور تسطیح قبر پر استدلال کرتے ہیں حنفیہ جواب میں کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ممانعت ایک بالشت سے زائد قبر بلند کرنے کی ہے ایک بالشت سے کم بلند کرنے کی ممانعت کیسے ہو سکتی ہے، باوجودیکہ خود حضور انور کا مزار مبارک زمین سے بلند تھا اور اگر حضرت علی اور دیگر اصحاب کبار اس کو برا سمجھتے تو ضرور روکتے بلکہ اس کے برخلاف خود حضرت علی کے متعلق مروی ہے کہ قبر سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے تو ظاہر ہے کہ اگر قبر بلند نہ تھی تو تکیہ کیسے لگائے تھے۔ اس ہمارے بیان سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق کسی طرح قبہ اور عمارت ماحول القبر سے محدثین کے نزدیک نہیں

ہے۔ اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس میں ممانعت قبہ کی ہے تو جہاں کہیں قبر کی تربیع سے (زمین دوز) منع کیا گیا ہے تو کیا آپ کے خیال میں اس جگہ پر قبہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ہم نہیں سمجھ سکتے کہ مولانا نے اوپر کون سی آیت یا حدیث تحریر فرمائی ہے جس سے اُن کے کسی دعویٰ کا ثبوت بھی ہو سکے خود بھی براہِ کرم مولانا اپنے پانچوں دعووں اور مذکورہ بالا احادیث کو دیکھیں اور ہمیں مطلع فرمائیں کہ محل استدلال کون سا لفظ ہے۔ خیال ہے کہ محض احتمالات اور وہ بھی خلاف ظاہر سے حرمت تو کجا کراہت بھی ثابت ہونا ضروری نہیں ہوتا اس کے بعد مولانا نے دوسرے پرچہ بھرد میں فقہا کی عبارتیں پیش کی ہیں اُن کا مفصل جواب آگے آتا ہے لیکن ایک امر ضروری یہاں پر گذارش کر دینا ہے کہ اختلاف فقہا کی صورت میں کسی امر کا قطعی الحرمت ہونا کسی طرح پر لائق تسلیم نہیں ہے اور خاص کر جب کہ سلف سے لیکر خلف تک کسی بات پر عمل کرتے چلے آئیں تو وہ عند الفقہا حرام نہیں رہ سکتا۔ علیہ العمل و علیہ عمل مشائخنا علیہ عمل القوم علامات فتویٰ سے ہیں۔

جب آپ فقہا کے مسالک سے بحث کیجئے گا تو آپ کو لازم ہے کہ ان کے اصول پر بحث کیجئے!

توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہٗ درست نہیں ہے۔ مولانا نے سب سے پہلے جو عبارت لکھی ہے وہ مدونۃ الکبریٰ کی ہے جس کو امام مالک کی تصنیف فرمایا ہے، ہم کو حیرت ہے کہ المدونۃ الکبریٰ کن امام مالک کی تصنیف ہے آیا یہی امام مالک جو مشہور صاحب مذہب ہیں یا کوئی اور امام مالک آج تک امام مالک کی تصانیف میں سے سوائے مؤطا کے اور کسی کا پتہ نہیں ملا تھا مگر شکر ہے کہ مولانا کے ذریعے سے ایک اور تصنیف امام مالک کی معلوم ہو گئی۔ ہم مولانا کی نیت پر حملہ نہیں کرتے البتہ اتنا ضرور

کہتے ہیں کہ چاہے بلا ارادہ ہو مگر عبدالرحمٰن ابن قاسم کی تصنیف کو امام مالک کی جانب منسوب کرنا صحیح طریقہ اثبات مدعی کا نہیں ہے۔ امام شافعی کی کتاب الام کی عبارت میں لفظ احب موجود ہے، ان میں سے کوئی ایک عبارت بھی تو یہ نہیں بتاتی کہ قبہ بنانا مسجدیں قبور صالحین میں بنانا وغیرہ وغیرہ مولانا کے چار امروں میں سے کوئی بھی حرام ہے۔

کراہت اور چیز ہے حرمت اور شئے، کراہت سے حرمت لازم نہیں آتی۔ ہماری سمجھ سے یہ امر باہر ہے کہ مولانا نے درمختار کی عبارت کا وہ حصہ کیوں چھوڑ دیا جس میں صراحتاً جواز بناء مصنف نے بیان کی ہے۔ پوری عبارت حسب ذیل ہے:

ولا یرفع علیه بناء وقیل	اس پر کوئی تعمیر بلند نہ کی جائے اور
لا باس به وهو المختار۔	یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی

حرج نہیں اور یہی مختار ہے۔

مولانا انصاف فرمائیں کہ اُس عبارت کو چھوڑ دینا جو اُن کے خلاف تھی اور جس کے متعلق علامت فتویٰ بھی درج ہے کس قدر زبردستی ہے۔ مولانا کو اختیار تھا صاحب درمختار کی پوری عبارت تحریر فرما کر اُس کی تردید کر دیتے مگر یہ طریقہ تو کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ اپنے موافق عبارت کا پہلا حصہ ذکر کر دیا جائے اور بعد کا جو اپنے خلاف ہو اس کو چھوڑ دیا جائے یہ تو بعینہٖ لا تقربوا الصلوٰۃ کا معاملہ ہے۔ اس سے بھی زائد ہم کو تعجب ہے کہ مولانا نے جب درمختار ملاحظہ فرمائی تو اسی کے ساتھ اس کا حاشیہ تکلیف اُٹھا کر کیوں نہ ملاحظہ فرمایا جس میں صاف طور سے لکھا ہے کراہت کے قول کے بعد:

وفی الاحکام عن جامع الفتاویٰ	اور جامع الفتاویٰ سے احکام میں
وقیل لا یکره البناء اذا کان	منقول ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبر پر

الميت من المشائخ والعلماء والسادات.	تعمیر کرنا مکروہ نہیں اگر صاحب قبر علماء اور بزرگوں میں سے ہو؛

مولانا ہمیں معاف فرمائیں گے۔ اس قسم کی عبارتوں میں تصرفات بعض بہت زائد بدگمانیاں پیدا کر دیتی ہیں۔ اسی طرح مولانا نے نہایہ اور شرح مختصر کی عبارت کا بیچ کا حصہ ذکر نہیں فرمایا جس سے پوری طرح مطلب واضح ہوتا۔ یہ عبارتیں حسب ذیل مولانا نے تحریر کی ہیں:

هدم البناء وجوبا بحرمته لما فيه من التضيق على الناس۔ (نهاية المحتاج) نظاهرة هذه التحريم ولو كان مكروها انفذت الوصية (شرح مختصر)

ہم کو افسوس ہے کہ دونوں کتابیں ہمارے پاس نہیں ہیں ورنہ ہم پوری عبارت کے ساتھ جس کے بیچ کے حصہ کو مولانا نے حذف کر دیا ہے، ملا کر پڑھتے اور معلوم کرتے کہ آیا در مختار کی عبارت کی طرح کہیں اس میں بھی تو تصرف نہیں ہے اور یہ کہ ان کا کیا مطلب ہے مگر پھر بھی اس سے قطع نظر مولانا کو ہم بتانا چاہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر شخص نے صاف طور پر صراحتاً اسی کتاب میں جیسا کہ آپ نے خود تحریر فرمایا ہے کراہت لکھی ہے اور شرح مختصر میں تو صاف صاف اوپر کراہت لکھ کر یہ بتایا ہے کہ اگر کسی شخص نے وصیت کی ہے کہ مرنے کے بعد قبر پر گھر بنا دیا جائے تو یہ وصیت پوری نہیں کی جائے گی۔ شارح کہتے ہیں کہ اس سے تو بظاہر حرمت معلوم ہوتی ہے مولانا بتائیں کہ اس میں شارح کا تردد معلوم ہوتا ہے یا اس کی قطعی رائے یہاں پر مولانا نے عبارت کا ترجمہ اس طور پر کیا ہے کہ ہم اس کو کسی طرح بھی صحیح نہیں کہہ سکتے اور مولانا کی نیک نیتی پر چونکہ حملہ کرنا مقصود نہیں ہے لہٰذا عجلت پر محمول کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ کی غلطی کچھ اسی عبارت میں نہیں ہے بلکہ اوپر کی عبارتوں

میں بھی ہے اور اس غلط ترجمہ کا یہی نتیجہ ہے کہ مولانا نے نتیجہ نکالنے میں غلطی کی ہے عبارت حسب ذیل مولانا نے لکھی ہے (جو خود بھی غلط اور ٹکڑے ٹکڑے ہے)

فیمن اوصیٰ ان یبنی علی قبرہ بیت نظاھرہ ھٰذہ التحریم ولو کان مکروھاً لنفذت الوصیۃ۔

ترجمہ مولانا نے یہ کیا ہے: ایک شخص وصیت کرتا ہے کہ اس کی قبر پر ایک عمارت بنائی جائے تو اس کی وصیت نافذ نہ ہوگی کیونکہ قبروں پر عمارت بنانا حرام ہے۔

مولانا انصاف فرمائیں کہ آیا اس عبارت کا ترجمہ یہی ہوا جو انہوں نے تحریر فرمایا ہے کیا بیت کا ترجمہ عمارت ہے۔ کتاب میں نظاھرہ التحریم بیکار الفاظ ہیں۔ کیا عدم نفاذ وصیت خود شارح کا قول ہے اور اس کا فتویٰ ہے۔ اب مولانا مجھ سے سنیں کہ اس عبارت کا کیا مطلب ہے گو میرے پاس کتاب موجود نہیں ہے پھر بھی جو میں لکھتا غالباً وہی کتاب کا مطلب ہوگا براہ کرم پھر جناب ملاحظہ فرمادیں مطلب یہ ہے اوپر شارح نے بناء علی القبور اور بقول آپ کے احاطہ کھینچنے کو مکروہ لکھا ہے۔ اس کے بعد شارح لکھتے ہیں کہ مصنف یا کسی اور عالم نے بیت بنانے کی وصیت کے عدم نفاذ کا فتویٰ دیا ہے۔ اس سے بظاہر حرمت معلوم ہوتی ہے حالانکہ اوپر کراہت مذکور ہے۔

پس عبارت سے یا تو مصنف پر اعتراض کرنا مقصد ہے یا تردد ظاہر کرنا اس کے بعد یہ بھی گذارش ہے کہ قبر پر گھر بنانے کے جواز سے قبر کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا ممکن ہے کہ گھر کا عدم جواز اس حدیث سے ماخوذ ہے جس میں گھر میں قبر بنانے کی ممانعت حرج نماز وغیرہ کی وجہ سے مذکور ہوئی ہے اس سے بھی قبہ کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا، طول یادش بخیر ابن تیمیہ کی عبارت

سے نہیں معلوم کہ مولانا نے کیا ثابت کرنا چاہا ہے اوّل تو ابن تیمیہ کی عبارت سے استفادہ اسی طرح پر ہے جیسے پطرس کی عبارتوں سے آپ تثلیث نقل کریں اور ہم کو الزام دیں۔ آپ ہی فرمائیے کہ اگر آپ اسی طرح عیسائیوں کے اقوال نقل کرنا شروع کر دیں تو کیا وہ ہم پر حجت ہو جائیں گے۔

دوسرے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ابن تیمیہ کی عبارت سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ مطلقاً اونچی قبر بنانا اور اس کے پاس قبہ بنانا حرام ہے اور اس کا ہدم واجب ہے بیشک وہ امور جو مذکور ہیں ممکن ہے کہ ان کی حرمت پر آپ استدلال اس عبارت سے کر سکیں، لیکن ان کی وجہ سے قبوں کی حرمت ابن تیمیہ کے کلام سے ثابت نہیں۔ بقیہ عبارات فقہا جو مولانا نے لکھی ہیں وہ مولانا کے مدعائے حرمت کو ثابت کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ بحر الرائق میں صراحتاً جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے کراہت بناء کی بیان کی گئی ہے اور اگر کراہت ثابت ہو جائے تو بھی آپ کے مدعی کو مفید نہیں ہے کیونکہ آپ حرمت کے قائل ہیں اور اسی کا دعویٰ بھی فرمایا ہے۔ کراہت کے ثبوت سے آپ کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ غرض کہ ہمارا خیال ہے کہ مولانا نے اپنے مضمون میں کوئی دلیل بھی اپنے چاروں دعووں میں سے کسی کے ثبوت کی نہیں دی ہے۔ اور جو کچھ ثابت بھی کر سکے وہ صرف کراہت لیکن اسی کے بالمقابل نہ صرف فقہا بلکہ سلف بلکہ زمانہ صحابہ میں خیام فسطاط (قبہ) اور دیواریں اور چھت قبروں پر بنائی گئیں اور علماء نے اس پر سکوت کیا یا کم از کم علماء نے اس کے متعلق انکار شدید نہیں کیا ظاہر ہے کہ ایسے مختلف فیہ امور کے بارے میں خاص کر جب کہ اختلاف بھی کراہت و جواز بلا کراہت کا ہو ابن سعود کا ایسا فعل کرنا جس سے اہانت مسلمین بلکہ خود اہانت سید المرسلین کی نہ صرف ہماری نظروں میں بلکہ تمام کفار و مشرکین کی نظروں میں متصور ہو بلکہ پھر یہ بھی مظنہ ہو کہ کفار انہیں افعال کو سند پکڑ کے تمام قبور بلکہ سید القبور

کے ساتھ ارادۂ فاسد کر سکیں گے اور کم از کم تمام اہل اسلام میں ایسا فتنہ رونما ہونے کا اندیشہ ہو جس کا انسداد بھی نہ ہو سکتا ہو کس طرح جائز ہو سکتا ہے اب ہم وہ عبارتیں آخر میں تحریر کرتے ہیں جن سے مولانا کے مدعٰی کے خلاف بھی روشنی پڑتی ہے۔

ولما مات الحسن بن علی ضربت امرأته القبة علی قبره ثم رفعت فسمعت صائحًا یقول الاهل وجدوا الی اٰخر الحدیث (بخاری)

حضرت امام حسن کی وفات کے بعد اُن کی زوجہ نے آپ کی قبر پر قبہ قائم کیا پھر تھوڑے زمانہ کے بعد اُس کو اٹھا دیا پس ایک آواز سنائی دی کہ کیا انہوں نے اپنی گمشدہ چیز پالی؟

وضرب عمر رضی اللہ علی قبر زینب بنت جحش وقال ابن التین ممن کرہ ضربه علی قبر الرجل ابن عمر وابو سعید وابن المسیب۔

حضرت عمر نے حضرت ام المومنین زینب بنت جحش کی قبر پر فسطاس بنایا، ابن تین نے کہا کہ جن لوگوں نے مرد کی قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا منع کیا ہے ان میں ابن عمر اور ابو سعید اور ابن مسیب ہیں؟

وضربته عائشة علی قبر اخیها فنزعه ابن عمر وضربه محمد بن حنیفة علی قبر ابن عباس (عینی)

حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کی قبر پر قبہ قائم کیا تو ابن عمر نے اس کو ہٹا دیا اور محمد بن حنفیہ نے ابن عباس کی قبر پر قبہ قائم کیا؟

عن عروة بن زبیر لما سقط علیهم الحائط فی زمان الولید بن عبد الملک اخذوا فی بنائه (بخاری)

عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ جب ان مزارات پر ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں دیوار گر پڑی تو اس کی پھر تعمیر شروع ہوئی (بخاری)

قال عمر بن دینار و عبید اللہ

عمر بن دینار اور عبید اللہ بن ابی

بن ابی یزید لم یکن علی عهد
نبی صلی الله علیه وسلم علی
بیت نبی صلی الله علیه وسلم
حائط فکان اول من بنی علیه
جدارا عمر بن الخطاب قال
عبید الله کان الجدار قصیرا
ثم بناه عبد الله بن زبیر (عینی)
وقد اباح السلف البناء علی
قبر المشائخ والعلماء المشهورین
لیزورهم الناس ویستریحوا
بالجلوس فیه (ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ)

عن المعرور بن سوید قال
کنت مع عمر بین مکة
والمدینة فصلی بنا الفجر
ثم رای اقواما ینزلون فیصلون
فی مسجد فسأل عنهم فقالوا
مسجد صلی فیه النبی صلی الله
علیه وسلم فقال انما هلک من قبلکم
انهم اتخذوا آثار انبیائهم
بیعا من مر بشی من هذه
المساجد فحضرت الصلوٰۃ فلیصل
والا فلیمض (رعب) کنز الاعمال)

زید راوی ہیں کہ حضور کے عہد مبارک
میں حضور کے کسی حجرہ میں دیوار نہ تھی
تو سب سے پہلے اس کی دیوار حضرت
عمر نے بنوائی۔ عبید اللہ یہ بھی کہتے
ہیں کہ یہ دیوار چھوٹی تھی پھر عبد اللہ
بن زبیر نے اس کو بنوایا (عینی)
اگلے بزرگوں نے مشائخ اور مشہور
علماء کی قبروں پر قبہ وغیرہ بنوانا جائز
رکھا ہے تاکہ لوگ اُن کی زیارت
کر سکیں اور بآرام وہاں بیٹھ سکیں۔
(شرح مشکوٰۃ للقاری)

معرور بن سوید راوی ہیں کہ میں حضرت
عمر کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے راستہ میں
تھا تو آپ نے فجر کی نماز پڑھائی پھر
آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ اترتے ہیں
اور ایک مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو
آپ نے اس کی وجہ دریافت کی لوگوں
نے کہا کہ یہ وہ مسجد ہے جس میں
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز پڑھی ہے۔ حضرت نے کہا تمہارے
قبل کی امتیں اس وجہ سے ہلاک ہو
گئی ہیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے
نشانات پر کنائس تعمیر کر لیے تھے تم میں سے جو شخص ان مساجد میں آئے اور نماز

کا وقت آئے تو ان میں نماز پڑھ لے ورنہ گزر جائے (کنز العمال)

رأيت سالم بن عبد الله يتحرى
اماكن من الطريق فيصلي فيها
ويحدث ان اباه كان يصلي فيها
وانه رای النبي صلى الله عليه
وسلم يصلي في تلك الامكنة
وحدثني نافع عن ابن عمر
رضي الله عنهما انه كان يصلي
في تلك الامكنة (بخاری شریف)

میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ
راستہ میں چند جگہوں میں قصداً نماز
پڑھتے اور کہتے کہ یہاں پر ان کے
باپ نماز پڑھتے تھے اور کہتے تھے۔
(یعنی ابن عمر) کہ انہوں نے حضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں
پر نماز پڑھتے دیکھا تھا اور نافع سے
بھی یہی مروی ہے۔ (بخاری)

مات الحكم بن ابي العاص في
خلافة عثمان فضرب على قبره
فسطاس في يوم صائف فتكلم
الناس في ذالك فقال عثمان
رضي الله عنه قد ضرب في عهد
عمر على زينب بنت جحش فسطاس
فهل رأيتم عائبا عاب
ذالك (اصابہ)

حکم بن ابی عاص خلافت عثمان کے
زمانہ میں مرے تو ان کی قبر پر قبہ قائم
کیا گیا سخت گرمی میں پس اس پر لوگوں
نے اعتراض کیا پس حضرت عثمان نے
ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں
یہی اس حضرت زینب کی قبر پر کیا گیا
تو کیا تم لوگوں نے کسی شخص کو
دیکھا کہ جس نے اس کو معیوب سمجھا ہو۔

قال البيضاوي لما كانت اليهود
والنصارى يسجدون لقبور الانبياء
تعظيما لشانهم ويجعلونها قبلة
يتوجهون في الصلوة نحوها
واتخذوا اوثانا لعنهم النبي
صلى الله عليه وسلم ومنع المسلمين

بیضاوی کہتے ہیں چونکہ یہود و نصاریٰ
اپنے انبیاء کے قبور کا انکی عظمت کرتے
ہوئے سجدہ کرتے تھے اور اپنا قبلہ
صلاتی بناتے تھے ان لوگوں نے قبروں
کو بت بنا لیا تھا اس لیے اُن پر
نبی صلعم نے لعنت بھیجی اور مسلمانوں

عن مثل ذلك فاما من بنى مسجدا فى جوار صالح وقصد التبرك بالقرب منه لا للتعظيم له ولا لتوجه نحوه فلا يدخل فى ذلك الوعيد (علامہ عسقلانی)

کو ایسے امور سے آپ نے روکا لیکن جوار صلحا میں جس نے مسجد بنائی محض ان کے قبور کے قرب سے برکت حاصل کرنے کے لیے اور بلالحاظ ان کی تعظیم کے بغیر اس جانب توجہ کے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ (عسقلانی)

مولانا کے مضمون کے متعلق تو ہم صرف اسی قدر لکھنا چاہتے ہیں البتہ ایک امر زیادتی فائدہ کے واسطے ہم یہاں ذکر کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں احادیث میں جہاں کہیں احکام بلفظ امر آتے ہیں ان سے ہر جگہ فرضیت ہی سمجھنا ضروری نہیں ہے اور اسی طرح جہاں کہیں لفظ نہی وارد ہوا ہو تو اس سے حرمت ہی ہر جگہ سمجھنا ضروری نہیں ہے۔ احادیث میں ایک نہیں بلکہ دس بیس سے زائد جگہوں میں لفظ نہی وارد ہوئی ہے مگر اس سے حرمت مراد نہیں ہے بلکہ کہیں کراہت تحریمی کہیں کراہت عادی (تنزیہی) کہیں بوجہ طبی نقصانات کے کہیں بوجہ کسی شخص خاص کی مصلحت کے لفظ نہی مروی ہوئی ہے بعض حدیثوں میں ایسا بھی ہوا ہے کہ چند چیزوں کی نہی کی گئی ہے جس میں سے بعض حرام بعض مکروہ ہیں۔ ہم کثیر احادیث میں سے صرف دو تین حدیثیں مثال کے طور پر لکھتے ہیں اور اس سے صرف یہی امر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ لفظ نہی سے بلا کسی دلیل کے حرمت ہی مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

نهى عن الشرب فى آنية الذهب والفضة ونهى عن لبس الذهب والحرير ونهى عن جلود النمور ان يركب عليها ونهى عن المتعة ونهى عن تشييد البناء ونهى

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کے برتن میں شرب سے منع فرمایا ہے اور سونے اور ریشم کے پہننے سے منع فرمایا ہے اور چیتے کی کھالوں کی زین بنانے سے منع فرمایا

عن تشئید البناء نهی ان یمس الرجل ذکرہ بیمینہ وان یمشی فی نعل واحد نہی عن ان یستقبل القبلۃ ببول وغائط نہی عن السوم قبل طلوع الشمس وعن ذبح فتی الغنم۔

ہے۔ متعہ سے منع فرمایا ہے مکان کو مضبوط و مستحکم بنانے سے روکا ہے مس ذکر بیمینہ سے مرد کو منع فرمایا ہے ایک جوتہ پہن کر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ پیشاب اور پاخانے کے وقت قبلہ رو ہونے اور قبلہ کی طرف پشت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ طلوع آفتاب کے قبل سودا چکانے سے اور جوان بھیڑ کے ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے:

اس کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ قبہ اور قبر کی بحث سے گذر کر حرمین کے ساتھ جو بد سلوکیاں ہوئیں ہیں اور خاص کر مدینہ پاک پر جو حملہ کیا گیا ہے اس کے متعلق بھی ہم چند احادیث ذکر کر دیں۔

چند احادیث حسب ذیل ہیں

فمن احدث فیہا حدثاً او اوی محدثاً فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل (بخاری)

جس شخص نے مدینہ میں فتنہ و فساد مچایا یا فتنہ کا قصد کیا اس پر اللہ اور ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہے اور اللہ اس کے کسی نفل و فرض کو قبول نہ کرے گا:

لا یکید اهل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء (بخاری)

مدینہ والوں سے جو شخص فریب کرتا ہے وہ اس طرح گھلتا ہے جس طرح نمک پانی میں:

من اراد اهل هذه البلدۃ لیسوء اذابہ اللہ کما یذوب

جو شخص مدینہ والوں سے برائی کا ارادہ کرتا ہے اللہ اس کو اس طرح پگھلاتا

الملح فی الماء وله فی روایة ولا یرید احد اهل المدینة لبسوء الا اذابه الله فی النار ذوب الرصاص او ذوب الملح فی الماء (مسلم)

ہے جس طرح نمک پانی میں اور دوسری روایت میں وعید اس طرح ذکر ہے (اللہ اس کو پگھلاتا ہے جس طرح رانگہ آگ میں اور نمک پانی میں:

ایما جبار اراد فی المدینة بسوء اذله الله کما یذوب السلح فی الماء (للجنید)

جس ظالم نے مدینہ میں برائی کا ارادہ کیا اس کو اللہ اس طرح پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں:

اللهم اکفهم من وهمهم بباس یعنی اهل المدینة ولا یرید ها احد لبسوء الا اذابه الله کما یذوب الملح فی الماء (للبزار)

اے اللہ مدینہ والوں کو ان لوگوں سے محفوظ رکھ جو ان کو تکلیف پہنچائے اور جو ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اس کو پگھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے:

عن سعید بن المسیب ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اشرف علی المدینة حتی روا عفرة ابطه ثم قال اللهم من ارادنی واهل بلدی لبسوء فعجل هلاکه (لابن زبالہ) من اخاف اهل المدینة اخافه الله یوم القیامة وغضب علیه ولم یقبل منه صرفاً ولا عدلاً (اوسط طبرانی)

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور فرمایا اے اللہ جو میری اور میرے شہر والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اسکو تو جلد ہلاک کر: جو شخص مدینہ والوں کو ڈرائے گا اللہ قیامت کے دن اس کو ڈرائے گا اور اپنا غضب اس پر نازل فرمائیگا اور کسی فرض ونفل کو اس شخص کے نہ

قبول کرے گا :

عن جابر ان امیرا من امراء الفتنة قدم المدینة وکان قد ذهب بصر جابر فقیل لجابر لو تنحیت عنه فخرج یمشی بین ابنیه فنکب فقال تعس من اخاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابناہ او احدھما یا ابت و کیف اخاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد مات فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اخاف اھل المدینة فقد اخاف ما بین جنبی (لابن حبان ولاحمد)

جابر روایت کرتے ہیں جب ان کی بینائی جاتی رہی تھی اور امراء فتنہ میں سے ایک امیر مدینہ منورہ میں آیا مجھ سے کہا گیا کہ اگر میں گھر میں بیٹھ رہوں (نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد نہ جاؤں) تو بہتر ہے جابر ایک روز اپنے مکان سے نکلے اور آپ کے صاحبزادے آپ کے دائیں بائیں تھے کہ اس امیر نے یا کسی شخص نے آپ کو دھکا دیا جابر نے کہا افسوس کس شخص نے خوف دلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے دونوں صاحبزادوں نے یا ایک نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا چکے ہیں اُن کو کس طرح خوف دلایا جاویگا آپ نے فرمایا کہ فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے مدینہ والوں کو ڈرایا اُسنے مجھکو ڈرایا:

من اذی اھل المدینة اذاہ اللہ وعلیه لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل (فی الکبیر للطبرانی)

جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچائیگا اللہ اس کو تکلیف پہنچائے گا اور اس پر خدا اور ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہے اور اللہ اس کے کسی فرض و نفل کو نہ قبول کرے گا :

ابن زبیر مرفوعاً المدینة مهاجری وفیها مضجعی ومنها مخراجی

ابن زبیر مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اور اس میں

حق علی امتی حفظ جیرانی فیہا من حفظ وصیتی کنت لہٗ شہیدا یوم القیامہ من ضیعہا اوردہ اللہ حوض الخبال قیل وما حوض الخبال یارسول اللہ قال حوض من صدید اہل النار وفی مدارک الیاض قال محمد بن مسلمۃ سمعت مالکا یقول دخلت علی المہدی فقال اوصنی فقلت اوصیک بتقوی اللہ وحدہ والعطف علی اہل بلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجیرانہ فانہ بلغنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المدینۃ مہاجری ومنہا مبعثی وبہا قبری واہلہا جیرانی وحقیق علی امتی حفظ جیرانی فمن حفظہم فی کنت لہ شفیعا وشہیدا یوم القیامہ ومن لم یحفظ وصیتی فی جیرانی سقاہ اللہ من طینۃ الخبال۔

میری خوابگاہ ہے اور اُسی سے میں نکلوں گا۔ میری امت کے لیے ضروری ہے کہ میرے جیران کی حفاظت مدینہ میں کرے جس شخص نے میری وصیت پہ عمل کیا قیامت کے دن میں اس کا گواہ ہوں اور جو اس وصیت کو رائیگاں کرے گا اللہ قیامت کے دن اس شخص کو حوض خبال پر لائے گا صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ حوض خبال کون حوض ہے آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخیوں کا حوض ہے۔
مدارک عیاض میں ہے کہ محمد بن سلمہ نے کہا کہ میں نے مالک کو کہتے سنا ہے کہ میں (مالک) مہدی کے پاس گیا اور اس نے کہا مجھ کو کچھ وصیت کرو انہوں نے کہا کہ میں تم کو صرف یہ وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرو اور مدینہ کے باشندوں کیساتھ مہربانی سے پیش آؤ اس لیے مجھ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اور اور اسی سے میرا بعث ہے اور اس میں میری قبر ہے اور اس کے باشندے میرے

جار ہیں، پس میری امت کو لازم ہے کہ میرے جار کی نگہبانی کریں۔ پس جس شخص نے میری امت میں سے میرے جار کی حفاظت کی اس کی شفاعت قیامت کے دن میں کروں گا اور جو شخص میرے جار کی حفاظت نہ کرے گا اس کو اللہ قیامت کے دن خبال کی مٹی کھلائے گا (یعنی عذاب کرے گا)۔

آخر میں ہم مولانا فاروقی صاحب سے صرف ایک سوال دریافت کرنا چاہتے ہیں اور غالباً اس کے جواب سے بہت کچھ غلط فہمیاں اور شکوک دفع ہو سکیں گے۔

وہ سوال یہ ہے!

براہ کرم آپ یہ بتائیں کہ قبۂ اور روضۂ اطہر سرکار رسالت کا آپ کے نزدیک ہدم اور گرا دینا اہم ترین فرض اسلامی ہے، یا جائز ہے یا حرام یا مکروہ، اگر حرام یا مکروہ ہے تو براہ کرم دلیل حرمت یا کراہت بھی مذکور فرمائیے گا اور اگر آپ جائز یا فرض سمجھتے ہیں تو جواب دینا کافی ہے دلیل کی ضرورت نہیں ہے فقط!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکّہ معظّمہ کے مزارات اور موالد شریعت اور فقہ اسلام کی روشنی میں حق و باطل کا فیصلہ

(از: مولوی سید اعجاز علی صاحب صاحبزادہ اجمیر شریف)

اس عرصہ میں اکثر احباب نے زبانی متعدد بار بلکہ قریب قریب ہر ڈاک میں ایک نہ ایک خط کے ذریعہ سے ہمارے اکابر اور دیگر علمائے کرام سے مزارات اور مولد کے قبوں کے انہدام کے متعلق مذہبی فتویٰ طلب کیا ہے۔ قبروں پر عمارت کی تعمیر اور قبوں کے بنانے کے متعلق صحیح احادیث میں ممانعت کے احکام بیان کیے جاتے ہیں، اُن کی تفصیل کے لیے ایک مبسوط مضمون کی ضرورت ہے۔

میں سر دست یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن مقامات کو مزارات اور موالد کی حیثیت سے مقدس اور برگزیدہ اشخاص سے نسبت دی جارہی ہے ان کے متعلق فقہاء بالعموم اور فقہائے حنفیہ بالخصوص کیا تحریر فرماتے ہیں، اور پختہ و شاندار تعمیر چاہے پانچویں صدی میں ہو یا اس کے قبل یا اس کے بعد یا پہلے فتنۂ وہابیہ کے دفع ہونے کے بعد ہو یا (اب پھر خدا نے چاہا) اس فتنہ کے دُور ہونے کے بعد ہو اور بنانے کی کوئی غرض ہو چاہے نام و نمود ہو یا اخلاص، مطلب رضائے الٰہی ہو، مسلمانوں کی نیت کے کھوج سے قطع نظر کر کے اور حسن ظن رکھتے ہوئے یا بدظنی کر کے۔ بہرحال اس بارے میں فقہاء کا

قول بہتر ہے نہ کہ مورخوں کا۔

مولد فاطمہ رضی اللہ عنہا

ہم پہلے مولد سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق از روئے فقہ حکم لکھتے ہیں یہی وہ مقام ہے جس کو بیت سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے۔ ملا علی قاری اپنے منسک میں تحریر فرماتے ہیں:

یستحب زیارۃ بلیت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وھوالذی ولدت فیہ فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا وھو مسکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقیما فیہ حتی ھاجر منہ وھو افضل مواضع مکۃ بعد المسجد الحرام علی ما قالہ الطبرانی وغیرہ من الاعلام فتعبیر بقولہ و قیل ھوافضل موضع بمکۃ بعد المسجد" لیس فی محلہ اذلم یعلم خلاف فی حکمہ۔

سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ یہی وہ گھر ہے جس میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں یہ مسکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس میں آپ تشریف فرما رہے۔ یہاں تک کہ اسی گھر سے آپ نے ہجرت فرمائی۔ یہ گھر مقامات مکہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے جیسے کہ مشاہیر میں سے طبرانی وغیرہ نے کہا ہے اس لیے معلوم ہوا کہ ھو افضل موضع بمکۃ بعد المسجد کا قیل کے لفظ سے ماتن کا ذکر کرنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس حکم میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے:

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولد فاطمہ ایک متفق علیہ زیارت گاہ ہے اور سلف اور خلف میں سے کسی کو اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ یہ مقام مکہ معظمہ میں مسجد حرام کے سوا سب سے افضل ہے۔ یہاں تک کہ ملا علی قاری ماتن کے قول "قیل" پر اعتراض کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں "قیل" سے اشارہ اختلاف اور ضعف کا ہے حالانکہ محققین نے تصریح کی ہے کہ ہر

جگہ قبیل تضعیف اور تعلیل کے لیے نہیں ہے۔

مولد نبویؐ اسی کتاب میں ہے کہ مولد نبی کی زیارت مستحب ہے باوجودیکہ اس امر میں اختلاف ہے کہ وہ مقام جو جمہور کے نزدیک مولد النبی ہے وہی واقع میں مولد ہے لیکن استحباب زیارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ قول مختار یہی ہے کہ جہاں قبہ مولد بنا ہوا تھا وہی مولد النبی ہے اگرچہ بعض اختلاف کریں لکھتے ہیں:

ومولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی الشعب المعروف بمکۃ علی خلاف فی کون مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما بنیتہ فی المورد الروی فی مولد النبی۔

مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی ایک مشہور گھاٹی میں ہے مگر اس کے مولد ہونے میں اختلاف ہے جیسا کہ میں نے اس کو مورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیا ہے:

مولد علیؓ مولد علی کی بھی زیارت مستحب ہے اور خلفاً عن سلفٍ برابر لوگ اس کی زیارت کرتے رہے اس کی بھی تصریح ملا علی قاری نے کی ہے۔ اس مقام پر بھی ایک قبہ کی مسجد بھی بنی ہوئی ہے اور وہ غالباً کھدنے سے بھی رہ گئی ہے۔

دار ابی بکر بن الصدیقؓ دار ابی بکر بن الصدیق زقاق حجر میں ہے اس جگہ دو پتھر ہیں ایک حجر متکلم اور دوسرا حجر متکی، اس کی زیارت بھی مستحب ہے۔

دار ارقم اس کی بھی زیارت مستحب ہے معلوم ہوا ہے کہ یہ بھی مسجد تھی اور منہدم کر دی گئی ہے اس کے متعلق ملا علی قاری لکھتے ہیں:۔

دار الارقم وھو مسجد عند الصفا وفیہ سلم عمر رضی اللہ عنہ

وکمل الاربعین وحصل به عز الدین ونزل یا ایها النبی حسبک الله ومن اتبعک من المومنین۔ دار ارقم صفا کے پاس ایک مسجد ہے اور اسی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام لاکر یہاں مسلمانوں کی چالیس کی تعداد پوری کی جس کی وجہ سے دین کو عزت حاصل ہوئی اور یہیں آیت یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین نازل ہوئی۔

غار جبل ثور

جبل ثور کے جس غار میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پوشیدہ ہوئے اور جہاں آیہ ثانی اثنین اذھما فی الغار نازل ہوئی اس کی بھی زیارت مستحب ہے کتاب مذکور میں ہے:

وغار جبل ثور وھو الذی فی القرآن ذکرہ ثانی اثنین اذھما فی الغار۔

اور غار جبل ثور کی زیارت مستحب ہے اور وہ وہ غار ہے جس کا قرآن میں ذکر ثانی اثنین اذھما فی الغار سے کیا گیا ہے۔

غار جبل حرا

جبل حرا کے غار میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلہ کشی فرماتے تھے اور آیہ اقرأ اس میں نازل ہوئی اور شق صدر بھی اسی جگہ مروی ہوا ہے اس کی بھی زیارت مستحب ہے۔

وکان صلی اللہ علیہ وسلم یتعبد فیہ معتزلاً قبل الرسالۃ واول ما نزل علیہ فیہ اقرأ باسم ربک الذی خلق الآیات و قد روی ابونعیم ان جبرئیل ومیکائیل شقا صدرہ وغسلاہ ثم قالا اقرا باسم ربک الذی خلق وکذا روی شق صدرہ

غار جبل حرا میں قبل مبعوث ہونے کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہا عبادت فرماتے تھے اور یہیں پہلے پہل وحی آپ پر نازل ہوئی وہ اقراء باسم ربک الذی خلق کی آیتیں ہیں اور ابونعیم نے روایت کی ہے کہ جبرئیل اور میکائیل (علیہم السلام) دونوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ

الشريف هذا ايضا الطيالسي والحرث في مسند يهما على ماذكره القسطلاني في المواهب اللدنيه ۔

مبارک چاک کیا اور اس کو دھویا پھر دونوں نے آپ سے اقراء باسم ربک الذی خلق پڑھنے کو کہا۔ طیالسی اور حارث دونوں نے اپنے اپنے مسند میں اسی جگہ سینہ مبارک کے چاک کیے جانے کو روایت کیا ہے جیسا کہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ذکر کیا ہے :

مسجد الرایہ

مسجد رایہ میں بھی نماز پڑھنا مستحب ہے اور اس کی زیارت کرنا بھی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی ہے اس کو بھی ملا علی قاری نے لکھا ہے سنا جاتا ہے کہ یہ مسجد بھی منہدم کی گئی ہے۔

مسجد جن

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنوں سے ملے اور انہوں نے آنحضرت سے قرآن سنا اور یہ بھی احتمال ہے کہ جہاں یہ مسجد بنی ہوئی تھی وہاں پر عبداللہ ابن مسعود کو لیلۃ الجن میں چھوڑ دیا تھا اور ان کے گرد ایک خط کھینچ دیا تھا کہ اس جگہ بیٹھے رہیں یہاں سے باہر نہ نکلیں۔ جیسا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ بعض لوگوں نے مسجد جن کی بے اعتباری کی غرض سے دو واقعے جنوں کے لکھ کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جہاں مسجد جن ہے وہ ان دونوں واقعات کی جگہوں میں نہیں ہے۔ نخلہ اور مدینہ منورہ کے اندر جنوں کی ملاقات کو منحصر سمجھتے ہیں حالانکہ علامہ ابن تیمیہ سے آلوسی بغدادی نے نقل کیا ہے کہ چھ مرتبہ جنوں کا قصہ پیش آیا ہے۔ دو مرتبہ کی نفی سے چار مرتبہ اور بھی باقی رہتے ہیں۔ یہاں قصہ جن پر گفتگو کرنا نہیں ہے اس مسجد کے کھدنے پر افسوس ہے کہ جو موسوم بہ مسجد جن ہے اور جس کی زیارت فقہائے حنفیہ نے جائز سمجھی ہے علاوہ ان زیارت گاہوں کے جن مساجد کا توڑا جانا ممنوع ہوا ہے جبل ابی

نبیس کی مسجد ہے اور مسجد تنعیم اور مسجد کبش ہے یہ سب ایسی ہیں کہ جن کی زیارت مستحب ہے اور ان کی اصلیت کتب علماء میں موجود ہے۔

قربان گاہ اسمٰعیل مسجد کبش ہے۔ عوام کہتے ہیں کہ اس میں سورۂ کوثر نازل ہوئی۔ ممکن ہے کہ ان کا قول غلط ہو لیکن فضائل میں روایت ضعیف معتبر ہے۔ کسی بقعہ کی فضیلت جبکہ مشہور ہوگئی ہو اور خلفاً عن سلفٍ مروی ہو تو اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں اور پھر سورۂ کوثر کا مکرر نازل ہونا بھی محقق ہے۔

قبر حضرت آمنہ

کہا جاتا ہے کہ قبر حضرت آمنہ مقام ابواء میں ہے اور جس جگہ قبر اور قبہ بنا ہوا ہے وہ مقام ابواء نہیں ہے حالانکہ مقام ابواء کی تعیین میں اختلاف ہے جو لوگ اس قبر کو جو حضرت آمنہ کے نام سے ہونا تسلیم کرتے ہیں اُن کے نزدیک یہی ابواء ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر شریف میں اختلاف ہے حدیث میں کوئی جگہ بتائی گئی ہے اور مشہور کسی جگہ ہے اور قبہ اور قبر کہیں بنی ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نہ وہ قبر کھودی اور نہ اس کی عمارت۔ اس لیے کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہی مقام قبر ہے۔

مقبرۂ بنو ہاشم

ایک حصہ جنت المعلیٰ کا ہے جہاں حضرت عبد مناف اور حضرت عبد المطلب اور جناب ابو طالب کی قبریں ہیں اس جگہ کہا جاتا ہے کہ یہ سب کفار تھے اس لیے ان کی قبریں کھدوائی گئیں۔

اوّل تو کفار کی قبور کا کھودنا بھی بلاضرورت ثابت نہیں ہے دوسرے ان حضرات کا کفر متفق علیہ نہیں ہے۔ عبد مناف اور عبد المطلب کے ایمان کے لیے تو رسائل علامہ سیوطی وغیرہ دیکھنا چاہیے اور ابو طالب کے ایمان

کے لیے اسنی المطالب فی ایمان ابی طالب ملاحظہ کرنا چاہیے۔

مزاراتِ معلّٰی جنت معلّٰی کی زیارت بھی مستحب ہے اور یہاں صحابہ و تابعین مدفون ہیں لیکن ہم لوگوں کے نزدیک بالیقین کوئی قبر کسی صحابی یا صحابیہ کی معین نہیں ہے اگرچہ مثل حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار کے بعض خوابوں اور کشفوں سے تعین کرلی گئی ہے لیکن جس طرح اس بات کا احتمال ہے کہ قبر معین فلاں مخصوص شخص کی نہیں ہے اس طرح یہ بھی قطعی نہیں ہے کہ وہاں وہ مدفون نہیں ہے۔ ایسی صورت میں قبروں کا انہدام یا اُن پر جو قبّے بنے ہوئے ہیں اُن کا انہدام امرِ شرعی نہیں ہے اس جگہ چند باتیں لکھ دینا ضروری ہیں اوّلاً علماء کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں کی عزت مردہ اور زندہ حالت میں برابر ہے محقق علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر تحریر فرماتے ہیں:

الاتفاق علی حرمۃ مسلم میتۃ لحرمتہ حیًّا۔ — یہ امر متفق علیہ ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت زندہ کی سی ہے:

اور حدیث شریف میں ہے:

کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیًّا۔ — مردے کی ہڈیوں کو توڑنا اور اس کو تکلیف پہنچانا مثل زندہ کی ہڈیوں کے توڑنے کے ہے:

اس کو امام احمد حنبل، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور بعض روایتوں میں اس طرح ہے۔

المیت یوذیہ فی قبرہ مایوذیہ فی بیتہ۔ — مردے کو وہی چیزیں تکلیف پہنچاتی ہیں جو اس کو گھر میں تکلیف پہنچاتی ہیں:

اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔ — مومن کو مرنے کے بعد اذیت دینا ویسا ہی ہے جیسا اس کی زندگی میں اس کو اذیت دینا:

ایسے ہی آثار اور نصوص ہیں جن سے علماء نے اتفاق کیا ہے کہ مردوں کو ان چیزوں سے اذیت ہوتی ہے جن چیزوں سے زندوں کو۔

دوسری بات یہ ہے کہ گنبد بنانا ایسی جگہ جہاں قبر نہ ہو غالباً کسی کے نزدیک بھی ناجائز نہ ہوگا اور اگر قبر پر گنبد ہو تو وہابیوں کے نزدیک کھودڈالنا چاہیے ساتھ ہی اس کے یہ بھی معلوم ہے کہ جھوٹی قبر کی زیارت ناجائز ہے۔ لہٰذا حدیث سے ایسی زیارت کی حرمت ثابت ہوتی ہے جہاں قبر بغیر مقبور کے ہو تو اب ہم کو حیرت ہے کہ جہاں حضرت خدیجہ کی قبر تھی وہاں کا قبہ کیوں کھودا گیا اور قبر کیوں باقی رکھی گئی۔

ہم کو معلوم ہوا ہے کہ قبریں صرف قبوں کو اتارا گیا ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ قبور یقیناً مقبورین کرام کی ہیں تو ان کی بے حرمتی ہوئی اور اگر وہ قبور بے اعتبار ہیں اور ان میں مقبورین کرام نہیں ہیں تو پھر اُن پر جو قبہ بنا ہوا تھا وہ چاہے کھودا جاتا یا نہ کھودا جاتا قبروں کو کھودنا لازم تھا۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے علماء کے نزدیک تو ایسے مقام پر نہ قبر کھودی جائے گی نہ قبہ کے اتارنے کی ضرورت ہے بلکہ عوام کو ان کی غلطی سے مطلع کیا جائے گا اس واسطے کہ ممکن ہے کہ وہ قبر اُسی مخصوص بزرگ کی ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی ہو تو اس میں ہڈیاں ہوں یا نہ ہوں سب حالتوں میں نبش قبور جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے وہ ناجائز ہے۔ خزانۃ الروایۃ میں ہے:

واذا سار المیت ترابا فی القبور یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ ولا یجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا او مسجدا لان موضع القبر حق المقبور ولہذا	جب میت قبر میں مٹی ہو جاوے تب بھی کسی دوسرے کا اس کی قبر میں دفن کرنا مکروہ ہے کیونکہ حرمت باقی ہے اور نہیں جائز ہے کسی کے لیے کہ قبروں پر گھر بنائے یا مسجد کیونکہ قبر کی جگہ مقبور کا حق ہے اور

لا یجوز نبشہ (انتہی مختصراً) اسی لیے اس کی قبر کا کھودنا درست نہیں ؛
اس جگہ ضروری ہے کہ ہم ظاہر کر دیں کہ بعض فقہا مثل علامہ زیلعی کے لکھتے ہیں :

ولو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ.	اگر میت ریزہ ریزہ ہو جاوے اور اور بالکل خاک ہو جائے تو اس کی قبر میں دوسرے کا دفن کرنا اور اس پر کھیتی کرنا اور گھر بنانا درست ہے ؛

مگر علامہ شر نبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کی ردّ کی ہے اور لکھا ہے :

ویخالفہ ما فی التتارخانیۃ اذا صار المیت تراباً فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ.	زیلعی کے قول کے مخالف تتارخانیہ کا یہ قول ہے کہ جب میت خاک ہو جاوے قبر میں مکروہ ہے کسی دوسرے کا اس کی قبر میں دفن کرنا کیونکہ حرمت باقی ہے ؛

ظاہر ہے یہ معلوم ہو جاتا کہ میت کے سب اجزا قبر میں مٹی ہو گئے ہیں بغیر کھودے نہیں ہو سکتا اور بغیر اس علم قطعی کے قبر کھودی نہیں جا سکتی اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ میت کو اذیت دینا شرعاً ممنوع ہے لہذا کھودنے کی کوئی صورت معقول نہیں ہے.

اس جگہ ایک فائدہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ عام طور پر قبہ وغیرہ بنانے کے عدم جواز بلکہ انہدام پر ایک حدیث نقل کی جاتی ہے اور اس حدیث کے سوا کوئی حدیث یا آیت قرآن مانعین کے پاس نہیں ہے مگر یہ حدیث ان کی رعا کے لیے کسی طرح کافی نہیں ہے نہ فقہا کا قول ویکرہ البناء علیہ ان کے لیے مفید ہے اس واسطے کہ صاف ظاہر ہے کہ مراد بناء علی القبر کے عین قبر کے اوپر عمارت بنانا ہے نہ کہ اس کے گرد اگرد کوئی مکان بنانا اور

وہ بھی متصل اسطور پر کہ حق مقصود اس سے تلف ہو۔ لہذا جو لوگ اس حدیث یا ایسی عبارات فقہیہ سے استدلال کرتے ہیں اُن کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ استدلال اقل درجہ احتمال کی وجہ سے باطل ہے افسوس ہے کہ ایسے ہی استدلالات پر مقامات مقدسہ مساجد اور مقابر کا کھودنا جائز کیا جا رہا ہے بلکہ فرض اور واجب بتایا جاتا ہے اور قبروں کا بنانا حرام، کفر اور شرک کہا جاتا ہے اور عوام کے عقائد بگاڑے جاتے ہیں۔ وہابیوں کی ایک طرف تو برات کی جاتی ہے کہ انہوں نے قبروں کو نہیں توڑا اور دوسری طرف ان قبروں کو لا اصل بتایا جاتا ہے جو اگر لا اصل ہیں تو کھودنے کے قابل ہیں اور پھر وہابیوں کو پابند شریعت سمجھا جاتا ہے۔

ابن سعود کے اس فعل کی تائید کی جاتی ہے کہ انہوں نے مساجد کو منہدم کیا اور پیکر اسلام مجسمہ سنت حضرت عمر فاروق کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی نصیحت

نہیں کیا جاتا ہے کہ شاداب، سرسبز اور سایہ دار درختوں کے کھودنے کی احادیث میں ممانعت ہے اور یہ بھی قصہ اسی طرح حضرت عمر کی طرف منسوب ہے جیسے کتب خانہ اسکندریہ کا جلانا مگر افسوس اس فعل عمری اور سنت فاروقی کی طرف توجہ نہیں دلائی جاتی ہے جو مقابر انبیاء کے ساتھ تھی اور باوجود ان کی اختلاف رائے کے وہ باوجود اس کے کہ اس کے وہ مساجد وہ ماثر سے تھے۔ انہدام نہیں کیے گئے۔ کنز العمال کو دیکھنا چاہیے معلوم ہوگا کہ حضرت عمر نے اس مسجد میں نماز نفل پڑھنے پر اعتراض کیا تھا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نماز پڑھی تھی اور اس کی وجہ سے صحابہ و تابعین وہاں نماز ادا کرتے تھے مگر وہ مسجد نہیں کھودی۔

ایسے ہی قابل غور ہے جو کہا جاتا ہے کہ امام شافعی نے امراء سے انہدام

قبول کا روایت کیا ہے حالانکہ قبول کے بارے میں خود ان کا مسلک ہے کہ اگر موقوفہ زمین میں قبہ ہو تو کھدوا جائے گا کیونکہ اس کا بنانا حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔ اس جگہ اتنا ہی لکھنا کافی ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اس کی اور تحقیق کی جائے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا سورتی کے مضمون پر ایک نظر

جناب مولانا عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی کے مضمون مندرجہ ہمدرد کے جو جوابات ہمدرد میں شائع ہوئے ہیں اس مضمون میں پوری تحقیق کے ساتھ اس کا جواب دیا گیا ہے اور غالباً

اخبار ہمدرد میں قبہ وغیرہ کی بحث پر اولاً مولانا فاروقی صاحب نے ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جس کا جواب میں نے لکھا اور ہمدرد و ہمدم میں شائع کر دیا گیا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ میری تردید کے لیے ایک مضمون کافی نہ ہوا اور ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا، تین مضامین شائع ہوئے اور پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ ابھی اور مضامین بھی سپرد قلم کیے جائیں گے۔ مجھ کو افسوس ہے کہ جس متانت کی امید مجھے مضمون نگاران ہمدرد سے تھی وہ صحیح ثابت نہ ہوئی اور طعن آمیز جملوں اور ذاتی حملوں سے بھی احتیاط کرنے میں صیغ رکھا گیا۔

ناظرین میرے مضمون اور ان کے جوابوں کو براہ کرم سامنے رکھ کر ایک مرتبہ پھر پڑھیں اور انصاف کریں کہ ایک فرنگی محلی کٹھ ملا اور ایک روشن دماغ تعلیم یافتہ کے طرز تحریر میں کیا فرق ہے۔ مجھکو افسوس

کر میں ایسے الفاظ کا جواب دینے سے قاصر ہوں البتہ نفسِ مضمون
کے ضروری اجزاء کا جواب محض اس لیے دینا چاہتا ہوں کہ شاید اصلاح
ہو جاوے وما ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی
الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

مجھے حیرت ہے کہ میرے جواب دینے والے دو صاحبوں میں آپس میں
سخت اختلاف رائے ہے اس کو میں کس طرح رفع کروں۔ مولوی عبدالماجد
صاحب کے خیال میں میں نے کوئی ایجابی اور اثباتی دعویٰ نہیں کیا اور
مولانا سورتی صاحب مجھ کو جواز کا مدعی خیال فرماتے ہیں اور سب سے زیادہ
لطف یہ ہے کہ اس پر بس نہیں بلکہ درمختار کے محتمل عبارت کو میری بہت
بڑی دلیل خیال فرماتے ہیں۔ بہرحال اس کا فیصلہ تو ہم انہیں دونوں
پر چھوڑتے ہیں لیکن اپنے دونوں کرم فرماؤں سے اتنا ضرور گذارش
کرتے ہیں کہ وہ میرا مضمون پڑھتے ہوئے شاید اس امر کو ملحوظ نہ رکھ
سکے کہ میرا مضمون مولانا فاروقی کے جواب میں تھا اور ابتدائی نہ تھا اس
لیے میں نے اس کی تنقید پہ اکتفا کی ہے اور نہ تو کسی اپنے دعوے کو مصرح
کیا اور نہ اس کے دلائل لکھے ہیں۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہتی جب
میں یہ دیکھتا ہوں کہ مولانا سورتی صاحب نے یہ فرض کر لیا ہے کہ میں
نے جواز قبہ وغیرہ پر دو دلائل لکھے ہیں۔

پہلے درمختار کی عبارت اور دوسرے شامی کی عبارت اور اسی
پر مجھ کو ناز ہے۔ مولانا میری عبارت کو پڑھیں اور انصاف فرمائیں کہ
آیا میں نے یہ عبارتیں مولانا فاروقی پر الزام دینے کے لیے پیش کی ہیں
یا ان کو اپنے دلائل میں شمار کیا ہے۔ شاید میرے مضمون کا آخری
حصہ مولانا کی نظر سے محروم رہا جس میں میں نے وہ عبارتیں تحریر کی
ہیں جو مولانا فاروقی کے خلاف تھیں اگر مولانا سورتی ان عبارتوں

کو میری جانب منسوب کردہ دعوے کی دلائل سمجھتے تو اس کی تو وجہ ہو سکتی تھی مگر درمختار کی عبارت کو میری دلیل قرار دینا سراسر زیادتی ہے اور نہ اس کے باطل کر دینے سے منسوب کردہ دعوے پر کوئی اثر پڑتا ہے۔ مولانا سورتی کا پورا مضمون صرف اسی امر کی تردید میں ہے کہ درمختار اور اس کے حواشی کی عبارت میرے دعوے کی دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ بالفرض تھوڑی دیر کے لیے میں تسلیم کر لوں کہ یہ دونوں عبارتیں اس دعوے کو ثابت کرنے سے قاصر ہیں جو مولانا سورتی میری جانب منسوب کرتے ہیں تو کیا اس سے مولانا فاروقی کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔

میں واضح طور پر مولانا سورتی کو بتانا چاہتا ہوں کہ واقعہ یہ ہے کہ مولانا فاروقی صاحب نے اپنے دعوے میں حرمت قبہ وغیرہ کے متعلق درمختار کی عبارت پیش فرمائی تھی میں نے اس پر اعتراض کیا کہ مولانا فاروقی کو چاہیے تھا کہ وہ پوری عبارت تحریر فرماتے اور جو جملہ کہ بظاہر اس کے مخالف تھا اس کو نہ چھوڑتے یہ اختیار تھا کہ اس کی تردید بھی کر دیتے۔ اب مولانا فاروقی کی پیش کردہ عبارت کو مولانا سورتی زبردستی میری دلیل قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح مولانا فاروقی کے اوپر میں نے یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ وہ حاشیہ درمختار کی عبارت بھی دیکھ لیتے تو اچھا تھا جس میں استحباب کو بیان کیا ہے مولانا سورتی صاحب اس کو بھی میری دلیل قرار دیتے ہیں۔ میں اس طریقہ استدلال کو سمجھنے سے قاصر رہا۔

مولانا سورتی نے میرے طویل مضمون میں صرف یہی جگہ اپنے خیال میں مخدوش پائی اور اس کی تردید فرماتے ہوئے بقیہ کے واسطے دوسرے مضمون کا منتظر رکھا۔ اس ضمن میں مولانا نے یہ بھی کوشش فرمائی ہے کہ میرے ان اعتراضات کے مقابل ہیں جن میں یہ دکھایا گیا کہ مولانا فاروقی سے نقل عبارت میں تسامح ہو گیا اور میں اس کو مولانا فاروقی کی دیانت پر حملہ کیے

(بر) عجلت پر محمول کرتا ہوں (ہمدرد ۸ ستمبر) مولانا سورتی نے مجھ پر بھی نقل عبارات میں کئی جگہ تصرف کا الزام دیا ہے۔ مولانا سورتی تحریر (فرما)تے ہیں کہ:

(۱) دلیل اوّل جو مولانا فرنگی محلی نے پیش کی یہ ہے۔

(و) فی الاحکام عن الجامع الفتوی قبل لا یکرہ البنا اذا کانت المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔

میں نے یہ عبارت ان لفظوں میں درمختار کے حاشیہ میں نہیں پائی خدا جانے عبارت کے نقل کرنے میں خود مولانا سے سہو ہو گیا یا کوئی اور بات ہوئی (ا)صل عبارت یوں ہے:

(و) فی الاحکام عن الجامع الفتاوی وقیل لایکرہ البناء اذا کان المیت من الخ۔

مجھ کو دونوں عبارتوں میں تین حرفوں میں صرف فرق معلوم ہوا پہلے فتاوی کی جگہ فتوی لکھا ہے۔ دوسرے قیل کے پہلے میں نے واؤ چھوڑ دیا ہے تیسرے میں نے کان کے حدت بڑھا دی ہے یعنی مذکر کے بجائے مونث کا صیغہ لکھ دیا ہے۔

میں مولانا سورتی ہی پر اسکا انصاف چھوڑتا ہوں کہ بالفرض اگر یہ تینوں تصرف میں نے بالقصد بھی کیے ہیں تو اس سے نفس بحث پر کیا اثر پڑا، کیا جو عبارت مولانا سورتی نے لکھی ہے اس سے میرا پیش کردہ اعتراض دفع ہو گیا، کچھ کمزور ہو گیا، کچھ خلل پذیر ہو گیا۔ بظاہر تو ایسا نہیں ہے تو پھر خدا کے واسطے مولانا سورتی فرمائیں کہ ان لفظی غلطیوں کی گرفت احقاق حق کے واسطے کیا مفید نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ اس کے بعد مولانا سورتی مجھ سے یہ بھی سنیں کہ اس میں سوائے واؤ کے رہ جانے کے جس سے کوئی تغیر معنی میں نہیں ہوتا ہے، واقعتاً نقل میں کوئی غلطی بھی نہیں ہے۔ ہمدرد میں مولانا

دیکھیں مجھ کو تو کانت کی بجائے کان ہی چھپا ہوا معلوم ہوا۔ معلوم نہیں مولانا نے کانت میری کس عبارت میں دیکھا ہے اور لفظ فتاویٰ کا رسم الخط بصورت فتویٰ بھی ہے صرف اس پر کھڑا زبر بنا دینا کافی ہے۔

اگر مولانا تکلیف فرما کر میرے مضمون کو ۹ ستمبر کے ہمدم میں ملاحظہ فرمالیتے تو معلوم ہو جاتا کہ اس میں یہی عبارت مندرج ہے اور اس میں فتویٰ الف ہی کے ساتھ ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ اس قسم کی بحثوں سے مولانا سورتی اجتناب فرمادیں گے جو کسی طرح شانِ اہلِ علم کے موافق نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض مولانا نے اس عبارت پر یہ بھی کیا ہے کہ یہ قول مجہول ہے اور یہ کہ بعد کی عبارت میں نے نقل نہیں کی۔ مولانا سورتی سے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ میں مدعی نہیں ہوں میں مولانا فاروقی کی تردید کر رہا ہوں۔ مولانا فاروقی درمختار سے مطلقاً حرمت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ میرے اس پر تین اعتراض ہیں:

اولاً تو درمختار کی عبارت محتمل ہے۔

دوسرے اس سے کراہت ثابت ہوتی ہے نہ کہ حرمت۔

تیسرے محشی نے تصریح کر دی ہے کہ بعض صورتوں میں (یعنی علماء و مشائخ کی قبروں پر) یہ کراہت باقی نہیں رہتی بلکہ استحباب ہو جاتا ہے۔

آپ ہی فرمائیے کہ آپ کی بیان کردہ قید سے میرے ان تین اعتراضوں میں سے کونسا اعتراض کمزور یا ساقط ہو گیا۔ ہاں اگر میں مطلقاً جواز کا دعویٰ کرتا اور اپنی دلیل میں یہ عبارت پیش کرتا تو آپ اعتراض کر سکتے تھے کہ دعویٰ عام دلیل خاص ہے۔ مگر مولانا فاروقی کے استدلال کی غلطی کو واضح کرنے کے لیے سورتی کی بیان کردہ قید سے ادنیٰ بھی اثر نہیں پڑتا

اسی وجہ سے میں نے اس کو لکھنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ ہم مولانا سورتی سے یہ عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ نقل میں تغیر اور گرفت اسی وقت قابل لحاظ ہے جبکہ اس سے کسی طرح کا مدعی یا مجیب کو نقصان یا فائدہ پہنچتا ہو ورنہ وہ لفظی گرفتیں غیر قابل لحاظ ہوں گی اور پھر جب کہ کوئی تغیری عبارت میں نہ ہو تو محض یہ الزام کہ آگے کی عبارت کیوں نہیں لکھی باوجودیکہ آپ کے نفس مدعی پر اثر نہ پڑتا ہو لائق بحث علماء نہیں ہے اگر ایسا ہی الزام مفید ہو سکے تو میں بھی بعینہٖ یہی اعتراض مولانا پر کر سکتا ہوں کہ مولانا نے کتاب الاجارۃ شامی کی عبارت میں الفاظ حذف کر دیئے ہیں اور غلط نقل کر دی ہے اصل عبارت غالباً یہ ہے:[1]

ان ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح وما فی الشروح مقدم علی ما فی الفتاویٰ۔

مگر ایسے اعتراضات مفید مطلب نہیں ہیں۔ مجہول روایت سے استدلال درست نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولانا سے گزارش ہے کہ میں نے استدلال کب کیا ہے یہ اعتراض ہے نہ کہ استدلال۔ پھر لفظ قیل ہر جگہ ضعف پر دلالت نہیں کرتا۔ عمدۃ الرعایہ میں ہے:

فائدہ کثیراً ما یذکرون حکماً مصدراً بلفظ قیل ویکتب الشراح والمحشون تحتہ انہ اشارۃ الی ضعفہ والحق	فائدہ: بہت ایسا ہوتا ہے کہ کوئی حکم لفظ "قیل" سے بیان کیا جاتا ہے اور شراح اور محشین اس کے تحت میں لکھ دیتے ہیں کہ "قیل" سے

---

[1] ہم نے شامی کتاب الاجارہ بالاستیعاب مطالعہ کی ہے مگر اس میں نہ مولانا سورتی کی عبارت ملی اور نہ ہماری اصلاح کردہ عبارت۔ براہ کرم مولانا سورتی عبارت کا صحیح حوالہ دیں۔

انہ ان علم قائلہ انہ التزم ان یذکر الحکم المرجوح بھذہ الصفۃ ولیشیر بھا الی ضعفہ فقضی بہ جزماً کما علم من عادۃ مولف ملتقی الابحر ملتقی الاکبر

اس قول کے ضعف کی جانب اشارہ ہے حالانکہ صحیح امر یہ ہے کہ اگر قائل کے متعلق یہ معلوم ہو جاتے کہ وہ اس امر کا التزام رکھتا ہے کہ وہ لفظ قیل سے قول مرجوح ہی بیان کرتا ہے اور قیل سے قول کے ضعف کی بابت اشارہ کرتا ہے جیسا کہ صاحب الملتقی الابحر کے متعلق یہ امر معلوم ہے اور ان کا طریقہ یہی ہے ؛

کی عبارت نقل کے بعد پھر لکھتے ہیں :

والا فلا جزم بذالک و من ثم قال الشرنبلالی فی رسالتہ المسائل البھیۃ الزاکیہ علی الاثنی عشریہ صیغۃ قیل لیس کل ما دخلت علیہ یکون ضعیفاً۔

ورنہ یقینی طریقہ سے نہیں کہا جا سکتا کہ قیل سے ضعف کی جانب اشارہ ہے یہی وجہ ہے کہ شرنبلالی نے اپنے رسالہ المسائل البھیۃ الزاکیہ علی الاثنی عشریہ میں لکھا ہے کہ ہر وہ قول جس پر قیل داخل ہو ضعیف نہیں ہوا کرتا؛

اس کے علاوہ خود آپ کی ہی پیش کردہ عبارت قیل لا بأس بہ وھو المختار اس کی تردید کر رہی ہے یہ قول باوجودیکہ مجہول ہے مگر مختار ہے مولانا ہمیں معاف فرمائیں گے ع

توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر میکنند

مولانا ہمارے اوپر تو قول مجہول سے استدلال کا الزام لگاتے ہیں اور خود ایک ہی کلام کے بعد قول مجہول اذا اختلفوا فیہ نقیل الفتوٰی علی الاطلاق علی قول ابی حنیفۃ سے ہمارے مقابل ایک مضبوط اصولی قاعدہ بنا کر الزام دینا چاہتے ہیں معلوم نہیں کہ کاتب نے کس وجہ سے مولانا کی اس عبارت کے ترجمہ میں قیل کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا ہے تاہم جو

شخص اپنے استدلال میں قول مجہول کو پیش کرتا ہے کم از کم اُس کو تو حق نہیں ہے کہ دوسروں پر اعتراض کرے۔

مولانا سورتی کا دوسرا اعتراض جس کو مولانا نے دوسری دلیل کی تردید سمجھی ہے اس کے متعلق گذارش ہے کہ یہاں پر تین عبارتیں ہیں ایک صاحب تنویر الابصار کی، دوسری درمختار کی تیسری شامی کی۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ تنویر کی عبارت وہوالمختار پر ختم ہوجاتی ہے اور اسی پر میرا اعتراض ختم ہوجاتا ہے یعنی یہ عبارت تنویر کی کم از کم محتمل اس امر کو ہے کہ ضمیر بناء کیجانب پھیری جائے بلکہ یہی قرب مرجع کی وجہ سے ظاہر ہے پس اس لیے جزو اول لکھنا اور جزو ثانی یعنی قیل لاباس بہ وھوالمختار کو حذف کردینا خلاف انصاف ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

علامہ شامی نے صاحب درمختار کے قول کما فی کراھیۃ السراجیہ پر اعتراض کیا ہے کہ اس کا ماتحن فیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اسی وجہ سے میں نے اپنے مضمون میں یہ لکھ دیا تھا کہ یہ دوسرا امر ہے کہ مولانا فاروقی اس عبارت کو لکھ کر اس کی تردید کردیں بالجملہ عبارات محتملہ ومجملہ سے دلائل دینا صحیح طریقہ اثبات مدعیٰ کا نہیں ہے۔ اس کے بعد جس قدر اور عبارتیں مولانا نے لکھی ہیں ان کا تعلق صرف اسی قدر ہے کہ ان سے کراہت بناء ثابت ہوتی ہے مگر فاروقی صاحب کہ مدعی حرمت کے ہیں ان کے واسطے یہ عبارتیں مفید نہیں ہیں۔ تاہم اتمام فائدہ کے خیال سے مولانا سورتی سے اتنی گذارش ہے کہ اولاً تو قبہ کے متعلق جو روایت امام صاحب سے نقل کی گئی ہے اس کا امام صاحب کا مذہب ہونا ضروری نہیں کتب فقہاء میں اس کی تصریح موجود ہے کہ عن کے ذریعہ سے جو روایت امام صاحب سے منقول ہو وہ خواہ مخواہ امام صاحب کا مذہب نہیں

ہوتا پس امام صاحب سے روایت ہونا اور چیز ہے اور ان کا مذہب ہونا اور چیز ہے پھر جبکہ ابن رشد کی عبارت سے خود مولوی عبدالماجد صاحب نے اپنے امام صاحب کا مذہب جواز نقل کیا ہے تو ہم اس روایت سے کیسے استدلال کر سکتے ہیں بناء علی القبر کی تفسیر خود فقہا نے "سفط" سے کی ہے اور سفط تابوت صغیر کو کہتے ہیں۔ فقہاء کی اس تفسیر کے بعد کسی کو گنجائش نہیں ہے کہ اس سے قبہ کی حرمت ثابت کرے۔ ہم سردست اپنے ان بیانوں کے متعلق چند عبارتوں کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

الفرق بين عنده وعنه ان الاول دال على المذهب والثانى على الرواية فاذا قالوا هذا عند ابى حنيفة دل ذالك على انه مذهبه واذا قالوا عنه كذا دل ذالك على انه رواية عنه (عمدة الرعاية)

عندہٗ اور عنہ کے درمیان یہ فرق ہے کہ اوّل مذہب ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ثانی روایۃ ہونے پر، تو جب کہتے ہیں کہ "ہذا عند ابی حنیفہ" تو یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ان کا مذہب ہے اور جب وہ "عنہ کذا" کہتے ہیں تو یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی ان سے ایک روایت ہے۔

ولا يرفع عليه البناء قالوا اراد به السفط الذى فى ديارنا على القبور ولا يجعل السفط على القبور (خزانة الفتاوىٰ)

اور قبر پر بناء نہ اٹھائی جائے فقہا نے کہا ہے کہ مراد اس سے سفط ہے کہ ہمارے دیار میں قبور پر ہوتا ہے۔ قبور پر سفط کی ممانعت ہوئی (خزانۃ الفتاوىٰ)

كره ابو حنيفة البناء على القبر وان يعلم بعلامة قالوا اراد بالبناء السفط الذى على القبر

امام ابو حنیفہ مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پر بناء ہو اور یہ کہ کوئی علامت قبر کے لیے بنائی جائے فقہا کہتے

فی دیارنا (مفید المستفید عن المحیط) ویستعار للتابوت الصغیر (المغرب فی تفسیر لفظ السفط) ہیں کہ بناء سے امام صاحب نے سفط کو مراد لیا ہے جس کا رواج ہمارے دیار میں پایا جاتا ہے (مفید المستفید عن المحیط) چھوٹے تابوت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے :

مولانا سورتی نے ہمارے طویل مضمون پر صرف یہی اعتراض کیے ہیں اور کوئی کوشش مولانا فاروقی پر سے اعتراضات دفع کرنے کی نہیں کی۔ جو اعتراض ہمارے اوپر کیے گئے ہیں ہمارے ہاں میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور ان سے مبحث پر کوئی اثر پڑتا ہو اور اگر وہ اعتراضات بفرض محال ثابت ہو بھی جاویں تو ان سے حرمت قبہ وغیرہ ثابت نہیں ہو جاتی۔

مولانا فاروقی کو اپنے بیان کردہ امور کی حرمت ثابت کرنا اور ان کے برباد کرنے کو اہم ترین فرض ثابت کرنا چاہیے اور وہ اب تک کسی طرح ثابت نہیں کر سکے۔

ہدایۃ المضلین فی مکائد النجدیین

(از جناب مولانا محمد عبد الہادی صاحب قبلہ فرنگی محلی)

جاننا چاہیے کہ وہابیہ کے عقائد و اقوال عقائد اہل السنۃ والجماعۃ سے بالکل مخالف ہیں۔ وہ لوگ مسلمانوں کی خون ریزی کو اور ان کی مال کی تضیع کو حلال جانتے ہیں اور قسم اور عہد کا توڑنا ان کے نزدیک حلال ہے چنانچہ زمانہ گذشتہ میں جب انہوں نے طائف پر قبضہ پایا ہے انہوں نے قسم کھائی تھی کہ مسلمانوں پر تلوار نہیں اٹھائیں گے اور ان کو لکڑیوں اور پتھروں سے ماریں گے حالانکہ اسی زمانہ میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو قتل کیا جس کی تفصیل رسالہ کشط الاہاب عن تقیفی عبد الوہاب میں موجود ہے:

وقد اخبرنی من علی قولہ التعدیل ان عدد من قتل علی ایدی ھؤلاء للسرفین یزید علی مائۃ الف قتیل وقتلھم اھل طائف وھم جم غفیر بعد المجاھدۃ والحلف بانھم لا یضیعون فیھم السیف بالعصی والاحجار۔

اور وہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور جہلا کو ان کے عقائد سے ہٹاتے ہیں اور متقدمین اولیا اور صلحا کی توہین کرتے ہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ضمن میں لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور امر بالمعروف کا اپنے فریب پہ طمع کرتے ہیں ان کے امر بالمعروف کی حالت اس مرتبہ

کی ایسی ہے کہ نہایت لذیذ و شیریں اور خوشبودار تو ہے مگر اس میں چند قطرے خون اور پیشاب کے پڑجاویں تو وہ نجس ہو جائے گا اگرچہ وہابیہ بظاہر امر بالمعروف کرتے ہیں مگر نفسانیت سے خالی نہیں ہے جیسا کہ اس شربت سے ہر مسلمان پرہیز کرتا ہے ویسا ہی ان کے امر بالمعروف سے پرہیز ضروری ہے۔

اگرچہ وہابیہ ظاہر میں نہایت مقدس اور پاکیزہ معلوم ہوتے ہیں مگر باطن ان کا تیرہ و تاریک ہے ان کے اعمال اگر ظاہر میں اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر باطن میں نفاق بھرا ہوا ہے جیسا ان کے چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھیاں ان کی اوپر سے لگی ہوتی ہیں اگرچہ کیسی ہی گنجان کیوں نہ ہوں اگرچہ ان کو حقیقی حصہ بھی ایمان سے ملتا تو وہ ایسے اعتقادیات کو چھوڑ دیتے اور قبور اولیا اللہ پر بول و براز کو اچھا جانتے ہیں اور مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرتے ہیں اور مسلمانوں کے خون ریزی کو بہتر جانتے ہیں وھی التغوط علی قبور اولیاء بل عند مولد النبی واھراق الدماء اور مسلمانوں کے مالوں کو مال غنیمت شمار کرتے ہیں اور مشرک کے لفظ سے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہیں اور شفاعت کی اہانت کرتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے واسطے ثابت ہے ونھب اموال المسلمین واستحلالھا والخطاب بنا مشرك لھم والازراء بالشفاعة الثابتة للانبیاء اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ان کا عین ایمان ہے اور آپ کو اپنی لکڑیوں سے بدتر جانتے ہیں۔ وہ لوگ علی الاعلان ممبروں پر علی روس الاشہاد کہتے ہیں کہ یہ لکڑی ہماری محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نافع تر ہے اس واسطے کہ ہم اس لکڑی پر تکیہ کرتے ہیں اور بکریوں کو اس سے چراتے ہیں اور خوف کے وقت ہم اس لکڑی کو استعمال کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ

وسلم ہم کو بعد مرنے کے کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے نعوذ باللہ من ذلک قولهم علی المنابر وعند الجماعات ورؤس الاشهاد بالاعلان ایها الناس ان عصانا ما هذه انفع لنا من محمد بالازمان لو فانتفعنا علیها ونهش لها علی الغنم ونستعملها والاهوال ومحمد لا یغنی منها شیئاً بعد الارتحال انتهی ۔ کیا ایسے لوگوں پر اسلام کا اطلاق ہو سکتا ہے یہ لوگ اسلام سے خارج فرعون وہامان سے بدتر سمجھے جا سکتے ہیں ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی وقعت ان کے نزدیک نہیں ہے تو قبور کی کیا وقعت ہو سکتی ہے چنانچہ بارہا انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پہ بول و براز کیا ہے جیسا کہ مروی ہے :

وقد اخبرنی رجل من طائف ستعهد قبر ابن عباس رضی اللہ عنهما ان هولاء یخرون عملاً علی قبره باللیالی وانا احمل الخنوء دارمیة وتحقیق هذا بالتوالی اور اولیاء اللہ اور انبیاء کو صیغہ ندا سے توسل کرنے کو ناجائز کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اولیاء اور انبیاء مر گئے ہیں اور سننے اور دیکھنے کی قوتیں ان سے لے لی گئی ہیں ، پس ان سے توسل اور ندا ایسا ہے جیسا پتھروں سے ندا کرنا اور توسل کرنا ہے حالانکہ نفوس اولیاء اور انبیاء کے قید سے بعد مرنے کے چھوٹ گئے ہیں اُن کی قوت زندوں سے زائد ہے نفوس اولیاء کے بعد مفارقت ابدان کے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں اور دریاؤں اور پہاڑوں میں ہے اُن کے نفوس کے نزدیک یکساں ہے رُوح ان کی بعد مرنے کے بسیط ہو جاتی ہے ۔ اولیاء اللہ پر کیا منحصر ہے بلکہ عام مومنین اور کفار اور یہود اور نصاریٰ بھی بعد مرنے کے سنتے ہیں اور قوت ان کی باقی رہتی ہے چنانچہ جنگِ بدر میں ابوجہل وغیرہ مقتول

ہوئے اور نعشیں ان کی کنوؤں میں ڈال دی گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا:

یا فلان قد وجدت ما وعدنی ربی حقا فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا فقيل يا رسول الله اتنا ديهم وهم اموات فقال صلی الله عليه وسلم والذی نفسی بيده انهم لاسمع بهذا الكلام منكم الا انهم لا يقدرون على الجواب۔ پس بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ ندا کرتے ہیں ان لوگوں کو حالانکہ وہ مردہ ہیں اور مردہ خطاب کے سزاوار نہیں ہیں۔ پس فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے وہ لوگ سنتے ہیں لیکن جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔

جب یہ حال کفار نابکار کا ہے کہ بعد مرنے کے سنتے ہیں تو مسلمان کیونکر ہمارے پکارنے کو نہ سنیں گے۔ ضرور وہ حضرات سنتے ہیں بعد مرنے کے اور اپنے اہل وعیال کو پہچانتے ہیں اور غسل دینے والوں اور کفن پہنانے والوں کو اور نماز پڑھانے والوں کو اور دفن کرنے والوں کو اور جنازہ کے ہمراہیوں کو پہچانتے ہیں چنانچہ حضرت عمرو بن دینار سے مروی ہے: قال ما من ميت يموت الا ويعلم ما يكون فی اهله بعده انهم يغسلونه ويكفنونه وانه لينظر اليهم اور حضرت مالک بن انس سے مروی ہے بلغنی ان ارواح المومنين مرسلة مرسلة تذهب حيث شاءت اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: انما مثل المومن حين يخرج نفسه او روحه مثل رجل كان فی سجن فاخرج عنه فهو يتفسح فی الارض ويتقلب فيها یعنی نہیں ہے مثال مومن کی جس وقت کہ روح اس کی باہر آتی ہے مثال اس مرد کی ہے کہ قید میں ہو اور اس سے نکالا جائے پس وہ زمین میں پھرتا

ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا انہوں نے اذا مر الرجل بالقبر الرجل یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام و عرفہ واذا مر لقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد السلام اور سعید بن مسیب سے مروی ہے انہوں نے سلیمان سے روایت کیا ہے کہا انہوں نے ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت۔ یعنی بتحقیق مومنین کی روحیں برزخ میں زمین سے جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور اسرار کون سے وہ مطلع ہیں اس واسطے کہ انہوں نے رحلت کی ہے تنگی عالم شہادت سے طرف کشادگی عالم غیب کے وہ عالم وسیع ہے۔ ہم کو ان احمقوں پر افسوس ہوتا ہے کہ جو خود ایک فعل کے مرتکب ہیں اور دوسروں کو ممانعت کرتے ہیں اور مشرک بتاتے ہیں، خود وہ بھی روزانہ کئی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرتے ہیں اور ہر نماز کے التحیات میں کہتے ہیں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور پھر مسلمانوں کو منع کرتے ہیں اور ندا کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ یہ معجزہ ہے رسول صلعم کا کہ دوسروں کو یا نا بکار ندا کرنے کو منع کرتے ہیں اور خود اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔

هُوَ الْقَادِر
هُوَ الْمُقْتَدِر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن والعاقبۃ للمتقین
والصلوٰۃ والسلام علی شفیع المذنبین رحمۃ للعٰلمین
محمد واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعینؕ

اَمَّابَعْدُ! تعظیم حضرات انبیائے کرام و توقیر اولیائے عظام، اہلسنت وجماعت کا مسلم مسئلہ ہے مگر فرقہ وہابیہ نجدیہ اس کا مخالف ہے وہ کہتا ہے کہ انبیاء و اولیاء کو وسیلہ بنانا، اُن سے مدد چاہنا، اُن کو مصیبت کے وقت پکارنا حرام اور کفر و شرک ہے حالانکہ یہ تمام امور آیات احادیث اور اقوال و افعال صحابہ کرام و سلف صالحین سے ثابت ہیں اس لیے آج کل غیر مقلد وہابی اور نجدی پرست ابن سعود وغیرہ کے افعال قبیحہ (انہدام مولد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام علیہم الرضوان و مزارات صحابائے کرام و اہلبیت عظام و ائمہ کرام وغیرہ) کو جائز ثابت کرنے کی دُھن میں مصروف ہیں اور کہتے ہیں کہ اہلبیت و اصحاب کرام کے مزارات پر عمارتیں بنانا اُن کی شان و عظمت ظاہر کرنا قطعاً حرام ہے یا وہاں مسجد تعمیر کرنا، نماز پڑھنا دُعا مانگنا ناجائز و شرک ہے۔

جو لوگ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کو معاذ اللہ گائے اور گدھے کے خیال سے بدتر بتائیں۔

(دیکھئے صراطِ مستقیم تالیف اسماعیل دہلوی صفحہ ۸۶، صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتماب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است)

جو لوگ انبیا و اولیا سے مدد چاہنے انہیں پکارنے کو کفر و شرک ٹھہراتے اُن سے توسّل حرام کہیں۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی التاج المکلل صفحہ ۲۲۷ و ۲۲۸ میں قاضی عبدالرحمٰن بھیگلی سے عبدالعزیز بن سعود نجدی کا قول نقل کرتے ہیں :-

لا یدعیٰ الا الله لا یستغاث الا به اظهر الله الحق علی ید شیخ الاسلام محمد بن عبدالوهاب فتبین الذی نحن علیه وهو دین غالب الناس الیوم من الاعتقادات فی الصلحین وغیرهم ودعوتهم عند الشدائد والاستعانة بهم وطلب الحاجات منهم وانه الشرك الاکبر۔

یعنی اللہ ہی کو پکارا جائے اور اسی سے استغاثہ کیا جائے اللہ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے ہاتھ پر حق ظاہر کر دیا انہوں نے بتا دیا کہ جو آج کل اکثر لوگوں کا دین ہے یعنی صالحین وغیرہ سے اعتقاد ان کو مصیبتوں کے وقت پکارنا، اُن سے مدد چاہنا اور حاجتیں طلب کرنا شرک اکبر ہے :

تقویت الایمان مؤلفہ مولوی اسماعیل دہلوی صفحہ ۵ میں ہے، اکثر لوگ پیروں پیغمبروں اور اماموں کو اور شہیدوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں۔ کوئی بیٹے کا نام عبدالنبی، کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین، غرض جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو یہ جھوٹے مسلمان اولیا اور انبیا سے کر گزرتے ہیں پھر اگر کوئی ان سے کہے کہ تم افعالِ شرک کرتے ہو تو یہ اس کو جواب دیتے ہیں کہ شرک جب ہوتا کہ ہم ان اولیا و انبیا کو اللہ کے برابر سمجھتے، ان کو ہم اللہ کا ہی بندہ جانتے ہیں اور یہ قدرت تصرف ان کو اسی نے بخشی ہے اور وہ اللہ کے پیارے ہیں اور اس کی جناب میں ہمارے سفارشی ہیں اور اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں۔

ابوالقاسم صاحب بنارسی بازپرس لکھتے ہیں، "جب انبیا اور اولیا اپنے نفس کے نفع اور نقصان کے مالک نہیں تو دوسروں کے کیا خاک ہو سکتے ہیں"

جو لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی جانب سفر کو حرام اور شرک بتائیں۔

فصل الخطاب صفحہ، میں محمد بن عبدالوہاب سے منقول ہے :۔

(لا یشد الرحال الا لزیارۃ المسجد والصلوٰۃ فیہ)

قمر بنارسی ۱۳ جنوری ۱۹۲۵ء خط میں لکھتے ہیں، مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر جائز ہے اور کسی کے مزار کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا ناجائز۔

مولوی محمد اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا کسی کے چلہ یا دکان یا تبرک یا قبر کو رکوع کرے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا دور دراز سے قصد کر کے جاوے یا اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔

ان لوگوں اور ان کے ہم خیالوں سے کیا تعجب ہے کہ وہ انبیا و اولیا اہل بیت و اصحاب کے مزارات کی عزت و عظمت کو حرام و شرک بت پرستی اور ان کے توڑنے کو ایسا واجب اور ثواب بتائیں جس طرح بتوں اور مندروں کا توڑنا اور مولوی ثنا اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ اگر سلطان محمود غزنوی کا فعل (سومنات مندر کا توڑنا) شرعاً جائز تھا تو سلطان نجدیا ان کی افواج کا یہ فعل مولد النبی و دیگر مولد و مزارات صحابہ و اہل بیت کا توڑ دینا بھی جائز ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ سلطان غزنوی کے فعل میں ایک قسم کی ناجوازی کا شبہ باقی ہے، لیکن سلطان نجدی کے فعل میں عدم جواز کا ذرا بھی شبہ نہیں (پرچہ ۱۶ ستمبر ۱۹۲۵ء) ایڈیٹر زمیندار لکھتے ہیں اس را بن

سعود) سے صرف اتنا قصور سرزد ہوا ہے کہ اس نے بعض مولد و مقابر کے قبے اتروا ڈالے جہاں صدہا مشرکانہ رسوم ادا ہوتی تھیں (زمیندار ۲۴ صفر ۱۳۴۳ھ)

زیرِ بحث مسئلہ کے دو پہلو

مسئلہ کے دو پہلو ہیں **اوّل** قبور کے پختہ کرنے، ان کے قریب مسجد تیار کرنے، ان کے گرد عمارات وغیرہ بنانے کا اثبات۔

دوسرے وہابی غیر مقلد اور نجدی پرست مخالفین کے اقوال کا رد۔

اصل مبحث پر روشنی ڈالنے سے قبل چند ضروری اصول کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جن سے مقصود سمجھنے میں نہایت آسانی ہو جاتی ہے۔

اصلِ اوّل: آیات و احادیث کی تفسیر و شرح سمجھنے کے لیے معتبر مفسرین و شراحِ احادیث و مستند علما اہل سنّت و جماعت کی طرف رجوع کرنا لابد ہے مثلاً بعض گمراہ ملائکہ و جنّہ و معجزات وغیرہ کا انکار کرتے ہیں اور آیات و احادیث کی من گھڑت تاویل کرتے ہیں یونہی بعض مردود غلط ہیں۔

اصل دوم: غالباً ایسے مسائل بہت کم نظر آئیں گے جن میں کچھ نہ کچھ اختلاف نہ ہو لہٰذا ایسا ہوتا ہے کہ ایک مقام پر ہر مسئلہ میں جمہور محققین اور اکثر علماء معتبرین کے اقوال معتبر ہوں گے۔

اصل سوم: بعض مسائل میں ایسا ہوتا ہے کہ ایک مقام پر اجمال کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اور دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ یا ایک جگہ مطلق اور دوسری جگہ مقید یا کہیں عموم کے طور پر اور کہیں تخصیص کے طور پر تو اس سے چارہ نہیں کہ تمام نصوص و اقوال میں تطبیق دیجائے اور سب عبارتوں کو ملا کر جو نتیجہ نکلتا ہے اس کو معتبر سمجھا جاتے مثلاً

قرآن شریف میں فرمایا جاتا ہے :-

لا یعلم الغیب الا اللہ ۔ اگر اس کے ظاہر معنی لیے جائیں کہ علوم غیبیہ خدا کے سوا مطلقاً کسی کو حاصل نہیں تو دوسری آیات سے انکار لازم آتا ہے ۔ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے :-

لا یظہر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول ۔

دوسری جگہ فرمایا جاتا ہے :-

ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ۔

ایک اور مقام پر ہے :- وما ھو علی الغیب بضنین ، جن سے ظاہر ہے کہ بعض رسولوں کو اللہ غیب بتا دیتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ان آیات میں مطابقت سمجھتے ہوئے یہ عقیدہ رکھا جائے کہ ذاتی وکلی مستقل علم غیب تو ذات باری کے ساتھ خاص ہے مگر اسی کی عطا و بخشش سے اس کے بعض مخصوص بندوں کو اس قدر علم غیبیہ حاصل ہوتے ہیں جتنے اس نے عطا فرمائے ۔ ان اصولوں کی تمہید کے بعد ہم اصل مسئلہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور پہلے وہ دلائل بیان کرتے ہیں جن سے انبیاء و اولیا کے مشاہد اور مزارات کے قریب نماز پڑھنا ، عمارت و مسجد وغیرہ بنانا ثابت ہے اس کے بعد مخالفین کے اقوال کا جواب دیں گے (انشاء اللہ المقتدر)

انبیاءکرام و اولیاءعظام کے مزارات پر عمارت بنانے نماز پڑھنے اور مساجد بنانے کا اثبات از قرآنِ مجید و احادیثِ مبارکہ

آیاتِ قرآنیہ

آیت نمبر۱: واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (ترجمہ) اور بناؤ مقامِ ابراہیم کو جائے نماز؛

تفسیر مدارک میں اس کی تفسیر یوں فرمائی۔ اتخذوا موضع صلوٰۃ تصلون فیہ وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ اخذ بید عمر فقال ھذا مقام ابراھیم قال افلا نتخذہ مصلی فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام لم او مر بذالک فلم تغب الشمس حتی نزلت وقیل مصلی مدعی ومقام ابراھیم الحجر الذی فیہ اثر قدمیہ الخ

یعنی ہم نے حکم دیا کہ مقامِ ابراہیم میں نماز کی جگہ مقرر کرو جہاں تم نماز پڑھو۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ مقامِ ابراہیم ہے، انہوں نے عرض کیا کہ آیا ہم اس کو نماز پڑھنے کی جگہ نہ بنائیں آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا، پھر آفتاب غروب نہ ہونے پایا کہ آیت نازل ہو گئی۔ بعض نے مصلے کے معنی مقامِ دعا بتاتے ہیں اور مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا نشان ہے ؛

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مقامِ ابراہیم کو متبرک اور مقدس سمجھ کر وہاں نماز پڑھنا رب العزت جل جلالہٗ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

آیت نمبر ۲ : وقال لھم نبیھم ان ایۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترك اٰل موسیٰ واٰل ھارون تحملہ الملٰئکۃ ان فی ذٰلك لاٰیۃ لکم ان کنتم مومنین۔

ترجمہ : اور ان (بنی اسرائیل) سے ان کے نبی نے کہا کہ اُس (طالوت) کی بادشاہی کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آئے جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکون واطمینان ہے اور اس میں سے باقی ماندہ ہے جو آلِ موسیٰ و آلِ ہارون نے چھوڑا ہے اس صندوق کو فرشتے اُٹھائے ہوں گے بیشک تمہارے لیے اس میں نشانی ہے اگر تم مومن ہو ؛

تفسیر مدارک میں ہے :-

وبقیۃ ھی رضا من الالواح وعصی موسیٰ وثیابہ وشیءٌ من التوراۃ ونعلا موسیٰ وعمامۃ ھارون علیھم السلام

یعنی حضرت موسیٰ وہارون علیہم السلام کی باقی ماندہ اشیائے یہ تھیں الواح کے ٹکڑے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا آپ کی نعلین آپ کے کپڑے کچھ حصہ توریت کا اور ہارون علیہ السلام کا عمامہ ؛

اس سے ظاہر ہے کہ یہ تبرکات بنی اسرائیل کے نزدیک نہایت محترم تھے اور خداوند عالم نے ان کو یہ عزت بخشی کہ ان کو آسمان پر اُٹھالیا پھر جب طالوت کو ملک عطا فرمایا تو پیغمبر وقت کی زبان سے ظاہر فرمادیا کہ طالوت

کی سلطنت کی علامت یہ ہے کہ وہ صندوق تمہارے پاس آجائے جس میں یہ تمام تبرکات ہیں چنانچہ فرشتے ان کو آسمان سے زمین پر لائے۔

آیت نمبر ۳: فقالوا ابنوا علیھم بنیانا ربھم اعلم بھم قال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجدا o

تفسیر مدارک میں ہے:۔

(فقالوا) حین توفی اللہ اصحاب الکھف (ابنوا علیھم بنیانا) ای علی باب کھفھم لئلا یتطرق الیھم الناس ضنا بتربتھم محافظۃ علیھا کما حفظت تربۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالحظیرۃ (ربھم اعلم بھم قال الذین غلبوا علی امرھم من المسلمین ملکھم کانوا اولی بھم وبالبناء علیھم (لنتخذن علیھم علی باب الکھف (مسجدا) یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانھم۔

یعنی جب اللہ تعالی نے اصحاب کہف کو وفات دی تو لوگوں نے کہا کہ ان کے غار کے دروازہ پر عمارت بنادو تاکہ لوگ ان تک نہ پہنچ سکیں اور ان کی تربت حفاظت سے رہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تربت مبارکہ خطرہ سے محفوظ ہے۔ ان لوگوں نے جو اپنے امر پر غالب تھے کہا کہ ہم غار کے دروازہ پر مسجد بنائیں گے جس میں مسلمان نماز پڑھیں اور ان کے مکان و مقام سے برکت حاصل کریں۔

ان دونوں آیتوں کے متعلق نجدی شاید کہیں کہ یہ احکام دوسری شریعتوں کے متعلق ہیں اس کا جواب ظاہر ہے کہ اگرچہ ان میں ادیان سابقہ کے واقعات ذکر فرمائے گئے ہیں لیکن چونکہ اس کا نسخ کسی نص صریح سے ثابت نہیں اس لیے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں اصول

فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگلی شریعتوں کے احکام جب قرآن و حدیث میں بغیر انکار مذکور ہوں تو وہ بھی کتاب الٰہی اور سنتِ نبی میں داخل ہیں نور الانوار میں ہے۔ (واما شرائع من قبلنا فملحقه بالکتاب والسنة)

قمر الاقمار میں ہے (ھٰذہ الشرائع انما تلزمنا اذا قصها الله و رسوله غیرا نکار کقوله تعالیٰ وکتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس الخ بلکہ آیت نمبر ۱ سے بالتصریح شریعت مصطفویہ میں مقام ابراہیم کو متبرک سمجھنا وہاں دعا مانگنا نماز پڑھنا ثابت ہے اور ان امور کا کفر و شرک ہونا تو کسی طرح ممکن ہی نہیں کیونکہ کفر و شرک کسی شریعت میں جائز ہو ہی نہیں سکتا رب عزّوجل اس کو کسی زمانہ میں جائز نہیں رکھتا۔ اگر معاذ اللہ یہ کفر و شرک ہوتا تو ان امور کو قرآن حکیم مقام مدح و ثنا میں بیان نہ فرماتا۔

احادیث شریفہ

حدیث نمبر ۱: ابوداؤد شریف میں حضرت مطلب ابن ابی وداعہ سے مروی ہے: لما مات عثمان بن مظعون اخرج بجنازة فدفن امر النبی صلی الله علیه وسلم رجلا ان یاتیه بحجر فلم یستطع حملها فقام الیها رسول الله صلی الله علیه وسلم وحسر عن ذراعیه قال المطلب قال الذی یخبرنی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم کانی انظر الی بیاض ذراعی رسول الله صلی الله علیه وسلم

یعنی جب حضرت عثمان بن مظعون نے وفات پائی اور وہ دفن کر دیئے گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پتھر اٹھانے کا حکم فرمایا مگر وہ اس کو نہ اٹھا سکا تو آپ خود اس پتھر کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی آستینیں چڑھا لیں، راوی بیان فرماتے ہیں کہ جب آپ نے اپنی کلائیوں سے کپڑا اٹھایا تو گویا میں آپ کی کلائیوں کی سپیدی دیکھ رہا تھا پھر

حين حسر عنهما ثم حملها فوضعها عند راسه فقال اعلم بها قبر اخي وادفن اليه من مات عن اهلي۔

آپ نے اس پتھر کو اٹھا کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے قریب رکھ دیا اور فرمایا کہ اس پتھر سے میں اپنے بھائی کی قبر کی علامت کرتا ہوں اور میرے اہل میں سے جو کوئی وفات پائے گا اس کو ان کے پاس دفن کروں گا؛

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ خاص اور مقربان الٰہی کی خصوصیت و شان وعظمت ظاہر کرنا اور ان کی مقدس قبور پر کوئی خاص علامت کرنا پتھر رکھنا یا اُن کا اسم گرامی لکھنا یا اسی قسم کا کوئی دوسرا فعل جائز اور خود رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مبارک قول وفعل سے ثابت ہے نواب قطب الدین خان صاحب شاگرد مولوی اسحاق دہلوی مظاہر حق میں لکھتے ہیں، عثمان بن مظعون بھائی تھے حضرت کے دودھ شریک لکھا ہے از کرمیں کہ معلوم ہوا اس سے کہ مستحب ہے یہ کہ رکھی جاوے قبر پہ نشانی پہچان کے لیے۔

حدیث نمبر ۲: امام شافعی اور شرح السنۃ حضرت امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد حضرت امام باقر سے راوی ہیں:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رش علی قبر ابنه ابراهيم ووضع عليه حصباء

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پہ پانی چھڑکا اور اس پر سنگ ریزے رکھے؛

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ قبر سے جو مٹی نکلے اس پر زیادہ کرنا اور سنگ ریزے اور پتھر وغیرہ رکھنا جائز ومباح ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح میں لکھتے ہیں:۔

(حصباء) وهی الحصی الصغار قال ابن الملك وهو یدل علی ان وضع الحصبا وعلیه سنة لئلا ینبشه السبع ولیکون علامة له.

یعنی ابن الملک نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ قبر پر سنگریزے رکھنے سنت ہے تاکہ درندہ اس کو اکھیڑ نہ ڈالے اور وہ اس کے لیے علامت ہو:

حدیث نمبر ۳: ابوداؤد شریف میں ہے:۔

عن القاسم بن محمد قال دخلت علی عائشة فقلت یا اماه اکشفی لی عن قبر النبی صلی الله علیه وسلم فکشفت لی عن ثلاثة قبور لا مشرفة ولا لاطئة مبطوحة ببطحاء العرصة الحمراء.

یعنی قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ اے ام المؤمنین مجھ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں اصحاب (ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی قبریں کھول کر دکھا دیجئے آپ نے مجھے تینوں قبریں کھول کر دکھا دیں جو نہ بہت بلند تھیں اور نہ بہت پست اور ان پر سرخ میدان کے سنگریزے پڑے تھے:

مظاہر حق میں ہے کہ یہ قبریں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تھیں اور جب تک دروازہ کھلا ہوا تھا اس پر پردہ پڑا رہتا تھا۔

حدیث نمبر ۴: ابن سعد راوی ہیں:

عن عمرو بن دینار و عبید الله بن ابی یزید قالا لم یکن علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم علی بیت النبی صلی الله علیه وسلم حائط فکان اول من بنی علیه جدارا عمر بن الخطاب قال عبید الله کان الجدار قصیرا ثم بناه عبد الله بن زبیرؓ۔

یعنی عمرو بن دینار اور عبداللہ بن ابی یزید روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آپ کے حجرے پر دیوار نہ تھی سب سے پہلے اس کی دیوار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوائی۔ عبیداللہ کہتے ہیں کہ یہ دیوار چھوٹی تھی پھر اس کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوائی (خلاصۃ الوفا صفحہ ۱۴۳)

حدیث نمبر ۵: مواہب لدنیہ میں ہے:

عن هشام بن عروة عن ابيه لما سقط عليهم الحائط يعني حائط حجرة النبي صلى الله عليه وسلم في زمان الوليد بن عبد الملك اخذوا في بنائه رواه البخاري.

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریف کی دیوار ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں شہید ہوگئی تو خدام بارگاہ نبوی نے اس کی تعمیر شروع کی۔

تاریخ گنبد روضۂ اقدس

اس کا اقرار بعض مخالفین کو بھی مجبوراً کرنا پڑا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مطہر کے گرد جو عمارت ہے وہ جائز ہے اگرچہ بظاہر یہ ان احادیث کے خلاف ہے جو وہابیہ کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔ آج کل سید سلیمان صاحب ندوی مخالفین کے مایہ ناز سمجھے جاتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یہ خام عمارت اتنے دنوں قائم نہ رہ سکتی تھی اس کو ایک مستحکم عمارت کی صورت میں بدل دیا گیا اور یہ کارنامہ خود قرن اوّل میں صحابہ کی حیات اور ائمہ تابعین کے عہد میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھوں انجام پایا، لیکن اس کے اوپر قبہ نہ تھا بلکہ چھت مسقف تھی جیسا کہ خلاصۃ الوفا میں مسند دارمی کے حوالہ سے منقول ہے۔ یہاں انہوں نے صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی قبر اقدس کے گرد مستحکم عمارت اصحاب کرام اور تابعین عظام کے زمانۂ حیات میں تعمیر ہوئی پس قبور پر

عمارت بنانے کے جواز میں کیا کلام و شبہ باقی رہا۔

اسی کے بعد سید سلیمان ندوی اپنی تاریخ دانی کا ثبوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ قبہ سب سے پہلے سلطانِ مصر قایتبائیؒ کے عہد میں ۸۸۱ھ میں تعمیر ہوا۔ اس قبہ کی تعمیر کے وقت علامہ سمہودی نے اس کی مخالفت کی تھی (زمیندار ۲۰ صفر ۱۳۴۳ھ)

یہ آپ کی ایک بڑی بھاری تاریخی غلطی ہے اس لیے کہ حسبِ تحریر علامہ سمہودی قبہ حجرۂ نبویہ سب سے اوّل تقریباً ۶۷۸ھ میں احمد بن البرہان الرابعی نے تعمیر کیا اس کے بعد قبہ شریفہ کی تجدید سلطان الناصر حسن بن محمد بن قلادون کے عہد میں ہوئی۔ اس کے بعد اشرف شعبان بن حسین بن محمد کے زمانہ میں ہوئی ۷۶۵ھ میں اس کو مستحکم کیا گیا ملاحظہ ہو خلاصۃ الوفا میں علامہ سمہودی فرماتے ہیں:۔

واما قبۃ الحجرۃ الشریفۃ المحاذیہ لھا باعلیٰ سطح المسجد تمیزا لھا فلم تکن قبل حریق المسجد الاوّل ولا بعدہ الیٰ دولۃ المنصور قلادون الصالحی بل کان قد یما حول ما یوازی الحجرۃ فی سطح المسجد خطیر من اجر مقدار نصف قامۃ تصنیرا لھا عن بقیۃ سطح المسجد حتی کانت سنۃ ثمان وسبعین وسمائۃ فعمل ھناک قبۃ مربعۃ من اسفلھا مثمنۃ من اعلاھا وکان المتولی لعلھا الکمال احمد بن البرھان الربعی ناضر قوص ذکرہ فی الطالع السعید وجددت القبۃ الشریفۃ المذکورۃ ایام الناصر حسن بن محمد بن قلادون واحکمت ایام الاشرف شعبان بن حسین بن محمد سنۃ خمس وستین وسبع مائۃ الخ

حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ جذب القلوب میں فرماتے ہیں :۔

درسنہ ثمان وسبعین وستمائۃ در دولت قلاوون صالحی قبۂ خضرا کہ بالائے خطیرۂ شریفہ است بلند تر از سقف بطرزیکہ الآن باشاک نحاس بنا فرمودند الآن بنائے مسجد شریف کہ درسنہ احدی والف کہ مسودہ این اوراق بر بیاض می رود موجود است بنائے ملک قایتبائی است کہ از ملوک مصر بود وخادم حرمین شریفین در حدود سنہ ثمان وثمانین وثمانمائۃ وجود یافتہ۔

پھر سلطان قایتبائی کے زمانہ ۸۸۱ھ میں جو تجدید ہوئی اور حضرت شیخ سمہودی مدنی نے مخالفت کی وہ اس غرض سے نہ تھی کہ وہ اس کو (قبہ) کی تعمیر، حرام وناجائز سمجھتے تھے بلکہ غایت ادب واحتیاط اور حفاظت آثار قدیمہ کے خیال سے انہوں نے یہ رائے دی تھی کہ بقدر ضرورت صرف اصلاح وترمیم کردی جائے چنانچہ فرماتے ہیں :۔

لعلمی بانہ یجرالی ہدم غالب جدران الحجرۃ وفیہ الاتساع فیما ینبغی فیہ الاقتصار فیہ علی قدر الضرورۃ۔

حدیث نمبر ۶ : علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، (عمدۃ القاری میں)

وضرب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی قبر زینب بنت جحش ؓ

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش پر خیمہ قائم کیا۔

حدیث نمبر ۷ : اسی عمدۃ القاری میں ہے :۔

وضربہ محمد بن الحنفیۃ

یعنی محمد بن حنفیہ نے حضرت

علیٰ قبر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر خیمہ نصب کیا:

حدیث نمبر ۸: بخاری شریف میں سالم بن عبد اللہ کے متعلق روایت ہے:-

یتحری اماکن من الطریق فیصلی فیھا ویحدث ان اباہ کان یصلی فیھا وانہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی تلک الامکنۃ۔
یعنی میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا کہ راستہ میں چند مقام تلاش کر کے وہاں نماز پڑھتے اور فرماتے میرے والد ان جگہوں میں نماز پڑھا کرتے تھے:

حدیث نمبر ۹: اسی میں نافع سے روایت ہے:-

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ کان یصلی فی تلک الامکنۃ۔
مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے:

حدیث نمبر ۱۰: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جگہ پر جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے ہاتھ رکھ کر اپنے منہ پر پھیرا (تبرکاً چوما)

حدیث نمبر ۱۱: حاکم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:-

ان فاطمۃ رضی اللہ عنھا کانت تزور قبر عمھا حمزۃ کل جمعۃ فتصلی وتبکی عندہ۔
یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت فرماتی تھیں اور وہاں نماز پڑھتی اور روتی تھیں:

حدیث نمبر ۱۲: یحییٰ راوی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا دو تین دن کے بعد شہدائے اُحد کی قبور پر تشریف لے جاتیں.

فتصلی ھناك و تبکی — پس وہاں نماز پڑھتیں اور دعا
و قد عوحتی ماتت. — مانگتی تھیں. وفات تک
آپ کا یہی عمل رہا.

حدیث نمبر ۱۳ : ابو جعفر سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پہ جا کر زیارت کرتیں اور اس کی مرمت و اصلاح فرماتیں اور کبھی اس پر پتھر رکھ کر علامت کر دیتیں.

حدیث نمبر ۱۴ : ابن شیبہ زید بن السائب سے راوی ہیں کہ مجھ کو میرے جد نے خبر دی کہ جب حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر میں کنواں کھودا تو ایک منقوش پتھر ظاہر ہوا جس پہ لکھا تھا کہ یہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر ہے پس حضرت عقیل نے کنواں بند کر کے اس پہ عمارت بنا دی. بن السائب فرماتے ہیں میں اس عمارت و مکان میں گیا تو اس قبر کو وہاں میں نے دیکھا.

حضرت شیخ سمہودی لکھتے ہیں :

قلت فھو الاصل فی زیارتھن — یعنی اس مشہد میں جو مشہد عقیل کے
بالمشھد المعروف فی قبلتہ — قبلہ میں امہات المومنین کے نام سے
مشہد عقیل. مشہور ہے ان کی زیارت کرنے کی اصل یہی ہے :

حدیث نمبر ۱۵ : ابن زبالہ خالد بن عوسجہ سے راوی کہ میں ایک رات حضرت عقیل بن ابی طالب کے دولتخانہ کے اس گوشہ کیطرف دُعا مانگ رہا تھا جو دروازہ سے متصل ہے تو میرے پاس جعفر بن محمد تشریف لائے اور فرمایا تم یہاں کسی اثر (حدیث و روایت) کے مطابق کھڑے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ وہ مقام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رات میں آکر اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت فرماتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۶ : اصابہ فی احوال الصحابہ میں ہے :-

مات الحکم بن ابی العاص فی خلافۃ عثمان فضرب علی قبرہ فسطاس فی یوم صائف فتکلم الناس فی ذالك فقال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد ضرب فی عہد عمر علی زینب بنت جحش فسطاس فھل رایتم عائبا عاب ذالك۔

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حکم بن ابی العاص کا انتقال ہوا اور ان کی قبر پر گرمی میں خیمہ قائم کیا گیا تو لوگوں نے اس کے متعلق کچھ کلام کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت زینب بنت جحش کی قبر پر خیمہ قائم کیا گیا تھا تو کیا تم نے کسی کو دیکھا تھا کہ اس پر اعتراض کیا ہو؟

ان تمام احادیث سے ان امور پر کافی روشنی پڑ گئی کہ حضرات انبیاء مرسلین اور اہل بیت طاہرین، اصحاب مکرمین اور اولیاء و علماء صالحین کی قبور پر عمارت و قبہ بنانا خیمہ لگانا ان کے مشاہد و آثار متبرکہ کے قریب بغرض حصول برکت بیٹھنا نماز پڑھنا دعا مانگنا وہاں مساجد تعمیر کرنا کوئی مخصوص علامت مقرر کرنا نام وغیرہ لکھنا جائز و مباح اور بے شبہ حلال و درست ہے۔

حدیث نمبر ۱۷ : حدیث شریف میں ہے :-

ماراہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔

یعنی جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے؛

مسلمانوں سے مراد علماء و صلحاء ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اولیاء و شہداء و صالحین کے مزارات پر قبے وغیرہ سینکڑوں برس سے بنتے چلے آتے ہیں اور اس کو بڑے بڑے علماء و صلحاء نے جائز رکھا اور

مستحسن ٹھہرایا ہے پس ان کا یہ فعل و تعامل اس حدیث شریف کے مطابق درست جائز اور حسن ہے۔

حدیث نمبر ۱۸: مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر.	یہ بات کہ تم میں سے کوئی انگارے پر بیٹھ جائے جو اس کے کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچے اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔

حدیث نمبر ۱۹: امام احمد ابو داؤد ابن ماجہ راوی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے:

کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیا.	مردہ کی ہڈی توڑنا اور اس کو تکلیف دینا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔

حدیث نمبر ۲۰: ابن ابی شیبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ.	مسلمانوں کو اس کی وفات کے بعد ایذا دینا ایسا ہی ہے جیسے اس کو حیات میں ایذا دینا۔

پس مُردہ کی عزت و حرمت مسلمانوں کی قبر پر بیٹھنے اس کی بےحرمتی کرنے کی ممانعت اس حدیث سے ہے۔ نجدی اور ان کے طرفدار بتائیں کہ اکابر صحابہ و اہل بیت کرام کے مزارات کی توہین ارشاد سید المرسلین کی صریح مخالفت ہے یا نہیں۔

حدیث نمبر ۲۱: حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کے بال اتنے لمبے تھے کہ بیٹھ کر ان کو چھوڑتے تھے تو زمین تک پہنچ جاتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ بالوں کو اس قدر کیوں بڑھا رکھا ہے

تراشتے کیوں نہیں فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور کا دست مبارک ان کو لگ گیا تھا اس لیے تبرکاً میں ان کو محفوظ رکھتا ہوں (مدارج)

حدیث نمبر ۲۲: حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اپنی ٹوپی میں بطور تبرک رکھا کرتے تھے (مدارج)

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ جلیل القدر اصحاب کرام کے فعل سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدس کو محترم سمجھنا ان سے برکت حاصل کرنا ان سے اپنے مقاصد میں نفع پانا ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۲۳: بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر تشریف فرما ہوئے جن پر عذاب ہو رہا تھا آپ نے ایک تر شاخ لیکر اس کے دو حصے فرمائے پھر ہر قبر میں ایک حصہ گاڑ دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ نے کیوں کیا فرمایا اُمید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں ان قبروں سے عذاب کم ہو جاوے۔

حدیث نمبر ۲۴: بخاری میں ہے حضرت بریدہ اسلمی نے وصیت فرمائی کہ میری قبر میں دو شاخیں گاڑ دی جائیں۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ میت کو بعض چیزوں سے ثواب اور فائدہ پہنچتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۵: بخاری میں روایت ہے خارجہ بن زید فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان کے زمانہ میں جوان تھے اور ہم سب میں سے زیادہ ڈگ اس شخص کی ہوتی تھی جو حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا تھا۔ خارجہ بن زید انصاری تابعین ثقات اور اہل مدینہ کے فقہا سبعہ میں سے ہیں۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر بہت اونچی تھی۔ حاشیہ بخاری مطبوعہ احمدی میرٹھ میں

ہے (ان اشہد نا وتبۃ ھذا یثیر انی ان قبر عثمان کان مرتفعا صفحہ ۱۸۲)

حدیث نمبر ۲۶: ابن ماجہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا وتذکر الاٰخرۃ

میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب انکی زیارت کرو کہ وہ دنیا میں زاہد بناتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

حدیث نمبر ۲۷: امام مسلم حضرت بریدہ سے راوی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔

میں نے تم کو زیارتِ قبور کی ممانعت کی تھی اب زیارت کرو۔

حدیث نمبر ۲۸: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں (زیارتِ قبور کے وقت) کیا کہوں آنحضرت نے فرمایا یہ کہو (السلام علیٰ اہل الدیار)

حدیث نمبر ۲۹: ترمذی میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی زیارت کی۔

حدیث نمبر ۳۰: ترمذی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی کہ وہ زمزم شریف کا پانی لے جایا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ پانی لیجایا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۱: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمزم کا پانی لے جاتے اور بیماروں پر ڈالتے پلاتے تھے اور اسے آپ نے حضرات امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو چٹایا (المسلک المتقسط) ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ زمزم شریف کا پانی

تبرک ہے اس کی تعظیم کرنی چاہیے اور اس طریقہ سے اس کا استعمال نہ چاہیے جس سے اس کی بے تعظیمی ہو اسی لیے اس سے استنجاو غیرہ حرام و مکروہ ہے۔ لباب اور المسلک المتقسط میں ہے :-

ولا یستعمل الا علی شیئ طاھر وذکرہ الاستنجاء بہ وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقۃ من ثوبہ اوبدنہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذالک ویقال انہ استنجی بہ بعض الناس فحدث بہ الباسور صفحہ ۲۷۵؛

اب دیکھیے کہ نجدی ان احادیث واحکام کی صریح خلاف ورزی کر رہے ہیں، زمزم کے پانی سے استنجا کرتے ہیں۔

روایات فقہیہ اور اقوال ائمہ وعلماء

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک قبر پہ عمارت بنانا گچ کرنا جائز ہے رحمۃ الامۃ میں ہے :-

ولا تبنی القبور ولا تجصص عند الثلاثۃ وجوز ذالک ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام شعرانی میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں :-

قول الائمۃ الثلثۃ ان القبر لا یبنی علیہ ولا یجصص مع قول ابی حنیفۃ بجواز ذالک۔

(۲) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قبر سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ مٹی وغیرہ ڈالنا جائز ہے اور اس میں مضائقہ نہیں،

روی عن محمد انہ لا باس بذالک شامی بحوالہ حلیہ۔

(۳) حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک پکی اینٹ مکروہ نہیں، عینی شرح ہدایہ میں ہے۔

قال الاتراذی وعند الشافعی لا یکرہ الآجر۔

(۴) امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے نزدیک قبر کی لپائی مباح اور جائز ہے۔ علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں:۔

اباح احمد التطیین۔

(۵) امام سرخسی فرماتے ہیں کہ اگر زمین اکثر نرم و کمزور ہو تو پکی اینٹ لکڑی اور لوہے کا تابوت قبر میں رکھنا جائز ہے:۔

قیدہ الامام السرخسی بان لا یکون الغالب علی الاراضی النزو الرخاوۃ فان کان فلا باس بھما ای الآجر والخشب) کاتخاذ تابوت من حدید لھذا۔ بحر الرائق۔

(۶) امام تمرتاشی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قبر کے اوپر پکی اینٹ وغیرہ لگانا مکروہ نہیں:۔

قال الامام التمرتاشی ھذا اذا کان حول المیت فلو فوقہ لا یکرہ لانہ یکون عصمۃ ابن البیع (شامی)

(۷) ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ضربہ علی قبر المرأۃ افضل من ضربہ علی قبر الرجل۔

علامہ عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں: قبر پر خیمہ لگانا جائز ہے اور عورت کی قبر پر لگانا بہ نسبت مرد کے افضل ہے۔

(۸) مشائخ بخارا فرماتے ہیں ہمارے شہر میں پکی اینٹ مکروہ نہیں کیونکہ زمین کمزور ہونے کے سبب اس کی ضرورت وحاجت ہے:۔

قال مشائخ بخاری لا یکرہ الآجر فی بلدتنا للحاجة الیہ لضعف الأراضی (شامی)

(۹) تنویرالابصار اور درمختار میں ہے :-

(ولا باس باتخاذ تابوت) ولو من حجر او حدید (لہ عند الحاجة) کرخاوۃ الارض۔

یعنی حاجت کے وقت مثلاً زمین نرم ہو تو میت کے لیے پتھر یا لوہے وغیرہ سے تابوت بنانے میں کچھ مضائقہ نہیں :

(۱۰) تنویرالابصار و درمختار میں ہے :-

قیل لا باس بہ وھو المختار۔ یعنی کہا گیا کہ قبر پر کہگل کرنے اور اس کے گرد عمارت بنانے میں کوئی حرج نہیں اور یہی مذہب و قول مختار و پسندیدہ ہے :

(۱۱) درمختار میں ابن ملک سے منقول ہے کہ میت کی (قبر) اوپر اگر پکی اینٹ یا لکڑی لگائی جائے تو مکروہ نہیں :-

(لا الآجر) المطبوخ والخشب لو حولہ، اما فوقہ فلا یکرہ ابن ملك۔

(۱۲) علامہ سید محمد امین ردالمحتار میں لکھتے ہیں :-

وفی الاحکام عن جامع الفتاویٰ وقیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات راہ۔

یعنی احکام میں جامع الفتاویٰ سے منقول ہے کہ کہا گیا ہے کہ قبر کے گرد عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے جب کہ میت مشائخ و علماء و سادات میں سے ہو :

اس مقام پر یہ ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مولوی داؤد صاحب غزنوی[1] نے اپنی دیانت و واقفیت کا ثبوت دیتے ہوئے درمختار کی عبارت

[1] غیر مقلدین کا امام :

نمبر ۱۹ اور رد المحتار کی عبارت نمبر ۱۲ کے متعلق ایک عجیب وغریب بحث کی ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں،

یہاں تک تو مصنّف نے اپنی رائے ظاہر کر دی ہے اس کے بعد لکھتے ہیں: وقیل لا باس بہ پھر لکھتے ہیں اس کے بعد شامی کا ایک قول پیش کیا جاتا ہے:۔ قولہ ویرفع علیہ بناءً ای یحرم لوما زینۃ و یکرہ لوللاحکام وقیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من را لخ)

اس عبارت میں بھی پہلے تو اپنا مستقل قول اور رائے ظاہر کی ہے پھر قیل کے ساتھ دوسرا قول نقل کیا ہے یہ قول بھی مجہول ہے.

قول: یہ محض غلط ہے، اولاً عبارت صرف مصنف نے لا یطین ولا یرفع علیہ بناء عام شہرت کے مطابق لکھا، لیکن بعد کو دوسرا قول بھی جو اس کے مخالف ہے لکھ دیا اس سے یہ ہرگز مفہوم نہیں ہوتا کہ قول اول مصنف کا مذہب یا رائے ہے بلکہ وھو المختار کہہ کر صاف بتا دیا کہ دوسرا قول ہی مختار و پسندیدہ ہے کہ قبر پر لیپنے یا اس پر عمارت بنانے میں کوئی حرج نہیں اور پہلا قول مختار و پسندیدہ نہیں ہے.

ثانیاً علامہ شامی نے قول ماتن لا یرفع علیہ بناء کے متعلق "امداد" سے یہ عبارت نقل کی ای یحرم للولزینۃ الخ اس کے بعد "احکام" اور "جامع الفتاوی" سے نقل کیا وقیل لا یکرہ البناء الخ پس غزنوی صاحب نے یہاں دو خیانتیں کی ہیں،

اوّل تو و یکرہ لوللاحکام کے بعد "امداد" کا حوالہ نہیں لکھا اور اس کو علامہ شامی کا مستقل قول اور رائے بتا دیا۔

دوسرے "وقیل لا یکرہ البناء" کے اوّل سے " وفی الاحکام عن جامع الفتاوی" اڑا کر لکھ مارا کہ یہ قول مجہول ہے۔

ثالثاً علامہ شامی قدس سرہ السامی نے احکام و جامع الفتاوی کا

یہ قول لکھ کر کہ جب میت علماء و سادات و مشائخ سے ہو سکوت کیا اس کا کوئی رد نہیں کیا بلکہ تقریر کی جس سے ظاہر ہے کہ یہ قول ان کو بھی مسلم ہے یہاں صرف اتنی قید بڑھادی کہ لکن ھذا فی غیر المقابر مسبولۃ یعنی عام قبرستان کے لیے یہ حکم نہیں۔

(۱۳) نیز در مختار میں سراجیہ سے منقول لاباس بالکتابۃ ان احتیج لیھا حتی لا یذھب الاثر ولا یمتھن، یعنی قبر پر لکھنے میں حرج نہیں اگر اس کی حاجت ہو کہ اثر و نشان نہ جاتا رہے اور اس کی توہین نہ ہو:

(۱۴) ردالمختار میں ہے:-

لان النھی عنھا وان صح فقد وجد الاجماع العملی بھا ویتقوی بما اخرجہ ابوداؤد باسناد جید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل حجرا فوضعھا عند راس عثمان بن مظعون وقال اعلم بھا قبر اخی وادفن الیہ من مات من اھلی فان الکتابۃ طریق الی تعرف قبر بھا الخ

یعنی اگرچہ لکھنے سے ممانعت آئی ہے لیکن اس پر عملی طور پر اجماع پایا جاتا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو حدیث ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند جید ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر اٹھا کر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا کہ اس سے میں اپنے بھائی کی قبر پر نشان کرتا ہوں اور جو کوئی میرے اہل میں سے وفات پائے گا اس کو انہی کے پاس دفن کروں گا: تو لکھنا قبر کے پہچاننے کا ایک طریقہ ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں:-

قال حسن التمسك بما یفید حمل النھی علی عدم الحاجۃ

یعنی لکھنے کی ممانعت اس وقت ہے جب اس کی حاجت

کما مرّ۔ نہ ہو ؛

(۱۵) حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :۔

ان ائمۃ المسلمین من المشرق الی المغرب مکتوب علی قبورھم وھو عمل اخذ بہ الخلف عن السلف۔

یعنی مشرق سے مغرب تک ائمہ مسلمین کی قبروں پر لکھائی موجود ہے اور یہ عمل خلف نے سلف سے لیا ہے ؛

(۱۶) حلیہ میں ہے :۔

روی عن محمد انہ لاباس بذالک ویوید ہ مارواہ الشافعی وغیرہ عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رش علی قبر ابنہ ابراھیم ووضع علیہ حصباء وھو مرسل صحیح۔

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ قبر سے نکلی ہوئی مٹی پر زیادتی سے حرج نہیں اور اس کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جو امام شافعی وغیرہ نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ ابراہیم کی قبر پہ پانی چھڑکا اور سنگریزے رکھے ؛

(۱۷) اسی میں ہے :۔

نقل غیر واحد عن الامام ابی الفضل انہ یجوزہ فی اراضیھم لرخاوتھا۔

یعنی امام ابوالفضل سے متعدد فقہا نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے زمین کی نرمی کے سبب پکی اینٹ وغیرہ کو جائز رکھا ہے ؛

(۱۸) حلیۃ الناجی میں ہے :۔

قولہ وان یبنی علیھا وقیل لاباس بہ وھوالمختار۔

یعنی قبر کے گرد عمارت بنانے میں بعض کے نزدیک حرج نہیں اور یہی مختار ہے ؛

(۱۹) اسی میں ہے :-

لاباس بالکتابۃ اذا احتیج الیہا حتیٰ لایذہب الاثر ولایمتہن کذا فی الحاشیۃ۔

قبر پر لکھنے میں حرج نہیں جبکہ اس کی حاجت ہو کہ نشان نہ مٹ جائے اور قبر کی بے حرمتی نہ ہو :

(۲۰) غلیۃ المستملی میں نیتۃ المفتی سے منقول :- المختار انہ لایکرہ التطیین یعنی مذہب مختار یہ ہے کہ قبر پر لپائی مکروہ نہیں :

(۲۱) اسی میں ہے :-

قیل لاباس بہ عند رخاوۃ الارض وکان الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل یجوز استعمال رفوف الخشب اتخاذ التابوت فی بخاری۔

بعض نے کہا زمین نرم ہو تو تابوت میں مضائقہ نہیں، امام ابوبکر نے بخارا میں تختہ اور تابوت کا استعمال جائز بتایا :

(۲۲) اسی میں منافع اور مبسوط کا قول منقول ہے :-

اختاروا الشق فی دیارنا لرخاوۃ الارض فیتعذر اللحد فیہا حتیٰ اجازوا الاجر ورفوف الخشب واتخاذ التابوت ولوکان من جدید۔

ہمارے ملک میں صندوقی قبر اختیار کی گئی ہے کہ زمین کی نرمی کے سبب بغلی دشوار ہے یہاں تک کہ پکی اینٹ اور تختوں اور تابوت کی خواہ لوہے کا ہو اجازت دی ہے :

(۲۳) اسی میں محیط سے نقل ہے :-

واستحسن مشایخنا اتخاذ التابوت للنساء یعنی ولو لم یکن الارض رخوۃ فانہ اقرب الی الستر والتحرز عن مسہا عند الوضع فی القبر۔ ہمارے مشائخ نے عورتوں کے لیے تابوت بنانے کو مستحسن ٹھہرایا ہے اگرچہ زمین نرم نہ ہو کیونکہ اس میں پردہ ہے اور قبر میں رکھتے وقت

ہاتھ لگنے سے حفاظت ہے ؛

(۲۴) عینی شرح کنز میں ہے :-
قیل لا باس بھما عند رخوۃ الارض. — کہا گیا ہے کہ زمین نرم ہو تو پکی اینٹ اور لکڑی میں حرج نہیں ؛

(۲۵) اسی میں ہے :- لا باس برش الماء ووضع الحجر للعلامۃ. پانی چھڑکنے اور علامت کے لیے پتھر رکھنے میں مضائقہ نہیں ؛

(۲۶) اسی میں ہے :- قیل لا باس بھا. بعض نے کہا کہ قبر پر لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ؛

(۲۷) عینی شرح ہدایہ میں فرمایا :- عند بعض مشائخنا اذا جعل الاجر خلف اللبن علی اللحد لا باس بہ. ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک جب لحد پر کچی اینٹ کے پیچھے پکی اینٹ رکھی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ؛

(۲۸) اسی میں ہے :- عن محمد لا باس بان یزاد علی تراب القبر. — امام محمد سے روایت ہے کہ قبر کی مٹی پر زیادہ کرنے میں حرج نہیں ؛

(۲۹) اسی میں لکھتے ہیں :- لا باس بحجر او اجر یصنعہ علیہ. اس میں مضائقہ نہیں کہ قبر پہ پتھر یا پکی اینٹ رکھے ؛

(۳۰) مجمع الانہر میں ہے :-
کرہ ستر اللحد بھا وبالحجارۃ والجص لکن لو کانت الارض رخوۃ جاز استعمال ما ذکر. — لحد کو پکی اینٹ لکڑی پتھر اور گچ سے چھپانے میں کراہت ہے لیکن اگر زمین نرم ہو تو ان چیزوں کا استعمال جائز ہے ؛

(۳۱) اسی میں لکھا ہے :-
یرفع القبر استحبابا غیر مسطح قدر شبر فی ظاہر الروایۃ — مستحب ہے کہ قبر مسطح نہ ہو اور ظاہر الروایۃ میں ایک بالشت سے

وفیہ اباحۃ الزیادۃ۔ اُونچی ہو اور اس سے زیادہ اونچی بھی مباح ہے؛

(۳۲) نیز اسی میں ہے:-

المختار ان التطیین غیر مکروہ۔	مختار یہ ہے کہ قبر لیپنا مکروہ نہیں ہے؛

(۳۳) اسی میں خزانہ سے منقول ہے:-

ولا باس بان یوضع الحجارۃ علی راس القبر ویکتب علیہ شئ۔	اس میں کچھ حرج نہیں کہ قبر کے سرہانے پتھر رکھا جائے اور کچھ لکھا جائے؛

(۳۴) اسی میں تبیین سے نقل کیا:-

ان کانت الارض رخوۃ فلا باس بالشق واتخاذ التابوت ولو من حدید۔	اگر زمین نرم ہے تو صندوقی قبر اور لوہے کا تابوت بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں؛

(۳۵) درمنتقی میں لکھا:

ویکرہ الاٰجر والخشب الا بارض رخوۃ۔	یعنی زمین نرم میں پکی اینٹ اور لکڑی مکروہ نہیں؛

(۳۶) اسی میں ہے:-

الا ان یکون الارض رخوۃ فیخیر بین الشق واتخاذ تابوت ولو من حدید۔	یعنی زمین نرم ہو تو صندوقی قبر بنانے اور تابوت رکھنے میں اگرچہ وہ لوہے کا ہو اختیار ہے؛

(۳۷) علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ درمختار کے قول لا الاٰجر والخشب لوحول المیت امالوفوقہ فلا یکرہ کے متعلق لکھتے ہیں لانہ یکون عصمۃ من السبع حجر۔ یعنی میّت کے اوپر پکی اینٹ اور لکڑی مکروہ نہیں کیونکہ اس کے سبب درندہ سے حفاظت ہوگی وہ قبر کو نہ کھود سکے گا، ہاں میّت کے گرد یہ چیزیں نہ چاہئیں؛

(۳۸) وہی قول در مختار وجاز ذالک حولہ بارض رخوۃ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں :-

قولہ وجاز ذالک ای الآجر والخشب کما فی النھر۔ | یعنی نرم زمین میں پکی اینٹ اور تختہ میت کے گرد جائز ہے ؛

(۳۹) اس میں ہے :-

قولہ ولا یطین ای الا الضرورۃ۔ | یعنی ضرورت کے لیے قبر کی کہگل جائز ہے ؛

(۴۰) بحر الرائق میں لکھا ہے :-

اما لوکان فوقہ لا یکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع۔ | یعنی اگر پختہ اینٹ یا تختہ میت کے گرد نہ ہو بلکہ لحد وغیرہ کے اوپر ہو تو مکروہ نہیں کہ یہ درندوں سے حفاظت ہوگی ؛

(۴۱) اسی میں ہے :-

قال فی الفتاوی الیوم اعتادوا السفط ولا باس بالتطیین۔ | یعنی فتاوی میں ہے کہ آج کل سفط (تابوت) کا طریقہ عام طور پر ہے اور قبر کی لپائی میں کچھ مضائقہ نہیں ؛

(۴۲) اسی میں ظہیریہ سے منقول ہے :-

لو وضع علیہ شئی من الاشجار او کتب علیہ شئی فلا باس بہ عند البعض۔ | یعنی قبر پر کوئی درخت رکھ دیا جائے یا کچھ لکھ دیا جائے تو بعض کے نزدیک حرج نہیں ؛

(۴۳) فتاوی عالمگیری میں ہے :-

حکی عن الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل رحمۃ اللہ انہ جوز اتخاذ | یعنی شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل سے روایت ہے کہ انہوں نے زمین کی نرمی اور کمزوری کے

التابوت فی بلادنا لرخاوۃ الارض قال ولو اتخذ التابوت من حدید لا باس بہ.

سبب اجازت دے دی ہے کہ اگر لوہے کا تابوت رکھا جائے تو حرج نہیں؛

(۴۴) اسی میں ہے:-

اذا خربت القبور فلا باس تطینیھا کذا فی التاتارخانیۃ وھو الاصح وعلیہ الفتوی کذا فی جواھر الاخلاطی.

یعنی جب قبریں خراب ہو جائیں تو ان پر کہگل کرنے میں مضائقہ نہیں، ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اسی طرح جواہر اخلاطی میں ہے؛

(۴۵) علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:-

ضرب الفسطاط ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا حیاء لا لاظلال المیت فقط جاز.

ج رابع صفحہ ۲۰۲ متعلق رائے ابن عمر و قال خارجہ۔

(۴۶) مراقی الفلاح میں ہے:-

وھذا عند الوجدان وفی محل لا یوجد الا الصخر فلا کراھۃ فیہ فقولھم وکرہ الآجر والخشب محمول علی وجود اللبن بلا کلفۃ والا فقد یکون الخشب والآجر موجودین ویعدم اللبن دون الکراھۃ لکونھا للاحکام والزینۃ اما اذا ارید بہ دفع اذی السباع او شیئ آخر فلا یکرہ اہ ملخصاً.

(۴۷) علامہ طحطاوی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:-

قولہ وھذا ای استحباب اللبن والقصب قولہ الا الصخرای اولاجر قولہ لان الکراھۃ الخ علۃ المحذون ای فلا یکرھان حینئذ قولہ ولذا قال بعض مشائخنا قال فی الخانیۃ یکرہ الاجر اذا کان ممایلی المیت اما فیما وراء ذالک فلا باس وفی الحسامی قد نص اسمٰعیل الزاھد بالاجر خلف اللبن علی اللحد واوصی بہ کذا فی الشرح قولہ او شئی اخر کقطع الرائحۃ اوکانت البلاد کثیرۃ المطر۔

(۴۸) جامع الرموز میں ہے:-

ویکرہ الاجر والخشب ای ستر اللحد بھما وبالحجارۃ والجص کما فی الحلابی وقیل ان الاجر لم یکرہ الا الزینۃ وفی التمرتاشی لاباس بالاجر بعد الاھالۃ وفی الخزانۃ لاباس بان یوضع حجارۃ علی راس القبر ویکتب علیہ شئی۔

(۴۹) اسی میں ہے: والمختار ان التطیین غیر مکروہ۔

(۵۰) اسی میں ہے:-

یرفع القبر استحبابا غیر مسطح قدر شبر فی ظاھر الروایۃ کما فی الکرمانی وفیہ اشعار باباحۃ الزیادۃ علی قدر شبر فی روایۃ۔

(۵۱) تفسیر روح البیان میں حضرت شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب کشف النور میں اصحاب القبور سے منقول ہے:-

ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ فبناء القباب علی قبور الاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورھم امر جائز اذا کان القصد

بذالك التعظيم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقر واصاحب القبر۔

(۵۲) علامہ شامی نے بھی رد المحتار کتاب الکراہۃ میں عبارت مذکورہ نقل فرمائی اور اس کو برقرار رکھا۔

(۵۳) علامہ شیخ عبدالقادر اور رافعی حنفی مفتی دیار مصریہ نے بھی التحریر المختار میں یہ عبارت ذکر کی ہے۔

(۵۴) فتاویٰ قاضی خان میں ہے :۔
حکی عن الشیخ الامام ابی بکر محمد ابن الفضل الخ وہی عبارت جو فتاویٰ عالمگیری سے ابھی ہم نقل کر چکے ہیں۔

(۵۵) اسی میں فرمایا ہے :۔
ویکرہ الاجر فی اللحد اذا کان یلی المیت اما فیما وراء ذالک لا باس بہ۔
یعنی لحد کے اندر میت کے متصل پکی اینٹ مکروہ ہے مگر اس کے علاوہ ہو تو حرج نہیں ؛

(۵۶) اسی میں ہے :۔
وان کتب علیہ شیئا او وضع الاحجار لا باس بذالک عند البعض۔
یعنی اگر قبر پہ کچھ لکھ دے یا پتھر رکھے تو اس میں بعض کے نزدیک مضائقہ نہیں ؛

(۵۷) شیخ الاسلام کشف الغطا میں فرماتے ہیں :۔
مکروہ است گچ کردن بر قبر کذا فی اکثر الفتاویٰ والشروح و در معدن گفتہ ایں قول قدما است و متاخرین مستحسن انشتہ اند آنرا۔ یعنی قبر پر گچ کرنا مکروہ ہے معدن میں ہے کہ یہ متقدمین کا قول ہے مگر موخرین نے اس کو بہتر بتایا ہے۔

(۵۸) پھر مطالب المومنین سے نقل کرتے ہیں :۔

دیدیم در بخارا قبرہا را کہ بنا کردہ شدہ بود بہ خشت ہائے پختہ ہموار کردہ شدہ۔ یعنی ہم نے بخارا میں پکی ہموار اینٹوں سے بنی ہوئی قبریں دیکھیں۔

(۵۹) اسی میں بجنیس سے کہگل کرنے کے متعلق منقول ہے کہ اس میں حرج نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر پر کہگل کرنا وارد ہے۔

(۶۰) اسی میں ہے:-

دور مضمرات گفتہ مختار عدم کراہت است۔ یعنی مختار یہ ہے کہ کہگل مکروہ نہیں۔

(۶۱) اسی میں ہے:-

در سفر السعادۃ از ترمذی نقل کردہ کہ بعضے از اہل علم کہ حسن بصری از ایشان ست در گل کردن قبور رخصت کردہ اند و شافعی نیز ہم برین است۔

یعنی شرح سفر السعادت میں ترمذی سے نقل کیا ہے کہ بعض اہل علم مثلاً حضرت حسن بصری و امام شافعی علیہم الرحمۃ نے قبروں پر کہگل کرنے کی اجازت دی ہے۔

(۶۲) اسی میں خلاصہ اور ظہیریہ سے قبر پر لکھنے یا پتھر رکھنے کی اجازت نقل کی ہے۔

(۶۳) اسی میں جامع الفتاوی سے منقول ہے:-

تحقیق بتوارث یافتیم نوشتن در براز مشائخ خود و اگر مکروہ بودی چگونہ اجازت دادندے۔

یعنی ہم نے توارث اور تعامل اپنے مشائخ کا قبروں پر لکھنا پایا اگر یہ مکروہ ہوتا تو وہ کیوں اجازت دیتے۔

(۶۴) اسی میں شرعہ اور سراجیہ سے قبر پر علامت بنانے کا جواز نقل کر کے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے متعلق جو حدیث وارد ہوئی ہے ذکر کی ہے۔

(۶۵) اسی میں قبر پر گنبد بنانے کے متعلق عمدۃ الابرار سے نقل کیا ہے کہ بعض کے نزدیک اس میں حرج نہیں۔

(۶۶) اسی میں مطالب المومنین سے نقل کیا کہ سلف نے مشایخ و علماء مشہورین کی قبر پر عمارت بنانا مباح کیا ہے تا کہ لوگ زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر آرام پائیں۔

(۶۷) اسی میں ہے کہ مدینہ مطہرہ میں اصحاب کرام کی قبور پر عمارات اگلے زمانہ سے موجود ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ یہ اس زمانہ کے علما کی تجویز سے ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقد منور پر بھی قبہ عالی ہے۔

(۶۸) اسی میں قبر پر سائبان و خیمہ وغیرہ لگانے اور لوح قائم کرنے کی نسبت فرماتے ہیں:

اگر غرض صحیح داشتہ باشد در آں باک نیست و آں چنانکہ در بنا بر قبر بہ نیت آسائش مردم و چراغ افروختن در مقابر بقصد دفع ایذار مردم از تاریکی راہ و نحو آں گفتہ اند کذا یفہم من شرح الشیخ۔

یعنی قبر پر خیمہ لگانا، عمارت بنانا لوگوں کی آسائش کے لیے یا چراغ جلانا کہ آدمیوں کو اندھیرے میں تکلیف نہ ہو یا کوئی اور فائدہ ہو تو حرج نہیں۔

(۶۹) اسی میں خلاصہ اور قاضی خان سے نقل کیا کہ اگر پکی اینٹ لحد میں میت کے قریب نہ ہو تو کوئی حرج نہیں تا کہ درندہ سے پناہ ہے۔

(۷۰) اسی میں تجنیس سے نقل کیا کہ امام اسماعیل زاہد نے اجازت دی ہے کہ لحد پر کچی اینٹوں کے پیچھے پکی اینٹیں رکھ دی جائیں اور انہوں نے اس کی وصیت فرمائی تھی۔

(۷۱) اسی میں بلندی قبر کے متعلق لباب سے نقل کیا کہ ایک بالشت سے اونچی قبر جائز ہے۔

(۷۲) پھر لکھا ہے :۔

اما بلند ساختن زیادہ ازیں مقدار بقدر اعتدال در قبور علماء و اکابرین جائز بلکہ مستحسن باشد نظر بقاء قاصر نظر آں زمان تا رعب ایشان بر قلوب آفاقین گردد۔

یعنی بالشت سے زیادہ بقدر اعتدال اونچا کرنا علماء و اکابرین کی قبروں میں جائز بلکہ بہتر ہے۔ اس زمانہ کی قاصر نظر کے اعتبار سے تاکہ ان کا رعب اور شوکت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہوجائے۔

(۷۳) مولانا علی قاری رحمۃ الباری مرقاۃ المفاتیح میں لکھتے ہیں :۔

رخص بعضھم التطیین منھم الحسن البصری وقال الشافعی لا باس ان یطین القبر ذکرہ الطیبی۔

یعنی بعض علمانے قبر پہ کہگل کرنے کی اجازت دی ہے انہیں میں سے حضرت حسن بصری ہیں اور شافعی بھی کہتے ہیں کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں یہ طیبی نے ذکر کیا ہے ؛

(۷۴) اسی میں ہے :۔

وقد اباح السلف البناء علی قبور المشایخ والعلماء المشھورین لیزورھم الناس ویستر یحوا بالجلوس فیہ۔

یعنی سلف اور اگلے حضرات نے مشہور مشائخ اور علماء کی قبر پہ عمارت کو مباح کہا ہے اور جائز رکھا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں ؛

(۷۵) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں لکھتے ہیں:
ودفن درجوار قبور صلحا وحضور وشہود درساحت عزت ایشاں موجب برکت ونورانیت وصفاست وزیارۃ مقامات متبرکہ ودُعا درآنجا متوارث است یعنی بزرگوں کی قبر کے قریب دفن اور ان کے معزز مقام اور مکان میں حاضری برکت اور نورانیت وصفائی قلب کا موجب ہے، مقاماتِ متبرکہ کی زیارت اور وہاں دُعا مانگنا قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔

(۷۶) اسی میں ہے:۔ درآخر زمان الخ یعنی چونکہ عوام کی نظر ظاہری مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اس لیے آخر زمانہ میں مشائخ اور بزرگوں کے مقابر ومشاہد پر تعمیر میں بعض چیزیں زیادہ کردی گئیں تاکہ اہل اسلام اور نیک لوگوں کی شوکت وعظمت ظاہر ہو۔

(۷۷) اسی میں ہے امام شافعی گفتہ است کہ قبر امام موسیٰ کاظم سلام اللہ علیہ وآبائہ الکرام تریاق مجرب است برائے اجابت دُعا۔ یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مقدس مقبولیت دُعا کے واسطے تریاق مجرب ہے۔

(۷۸) اسی میں ہے: ودرزیارت قبور احترام اہل آں را در استقبال وجلوس وتادب ہماں حکم است کہ درحالت حیات بود کذا قال الطیبی۔
یعنی قبور کی زیارت میں صاحب قبر کا احترام اسی طرح چاہیے جس طرح حالت حیات میں کیا جاتا ہے۔ ان کی طرف منہ کرنا، بیٹھنا اور ادب کرنا ویسا ہی لازم آتا ہے۔

(۷۹) مدارج النبوۃ میں ہے: درمطالب المومنین گفتہ است کہ

مباح داشتہ اند سلف کہ بنا کردہ شود بر قبر مشائخ و علماء مشہور تا زیارت کنند ایشاں را مردم و استراحت یابند دراں وبنشینند در سایہ آں نقل کردہ است آنرا ز مفاتیح شرح مصابیح و گفتہ است کہ دیدم بر بخارا قبور کہ عمارت کردہ شدہ است و خشتہائے تراشیدہ و تجویز کردہ آنرا اسماعیل زاہد کہ از مشاہیر فقہاء است۔

(۸۰) اسی میں ہے: و چراغ افروختن بر قبور ممنوع است مگر آنکہ درسایہ آں کارے کنند یا نزدیک باں راہے رود۔

یعنی قبروں پر چراغ جلانا اس وقت جائز ہے کہ اس کی روشنی میں کوئی کام کریں مثلاً قرآن شریف پڑھیں، یا اس کے قریب راستہ چلتا ہو۔

(۸۱) اسی میں ہے: و از جملہ اعظام و اکبار آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم اکبار جمیع انچہ متعلق است بوئے از مشاہد و اماکن و معاوید انچہ دست شریف وے بداں رسیدہ و بوی شناختہ شدہ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں یہ بھی داخل ہے کہ ان تمام مقامات کی عزت کی جائے جہاں آپ تشریف فرما ہوئے یا آپ نے عبادت کی یا آپ کا ہاتھ پہنچا۔

(۸۲) اسی میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی جانور پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو اپنے جانور کے سُم سے پامال کروں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں اور جہاں آپ نے قدم مبارک رکھے ہیں، اسی لیے امام مالک نے اپنے تمام گھوڑے امام شافعی کو دے دیئے۔ امام شافعی نے کہا کہ اپنے لیے بھی کوئی گھوڑا رہنے دیجئے تو انہوں نے اسی قسم کا جواب دیا۔

(۸۳) اسی میں ہے کہ احمد بن فضلویہ، جو زاہد غازی اور تیر انداز تھے فرماتے تھے کہ میں کمان کو اپنے ہاتھ سے بغیر طہارت کے نہیں چھوتا جب سے میں نے سنا ہے کہ آنحضرت اپنے دستِ شریف میں کمان لیا کرتے تھے۔

(۸۴) اسی میں عقبہ جبل منیٰ کے متعلق جہاں بیعت اولیٰ واقع ہوئی فرماتے ہیں کہ اب وہاں ایک مسجد ہے کہ اس کی حاضری اور بیعت کا واقعہ یاد کرنے سے مشتاق دلوں میں نور و ایمان پیدا ہوتا ہے اور دعا و تضرع و ابتہال کا باعث ہے۔

(۸۵) علامہ سمہودی مدنی علیہ الرحمۃ خلاصۃ الوفا میں لکھتے ہیں:۔

ذکر المسعودی ما حاصلہ ان هنالك رخامة مكتوب فيها هذا قبر فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ سيدة النساء العلمين الخ۔

یعنی مسعودی نے ذکر کیا ہے کہ وہاں ایک پتھر پر لکھا ہے کہ یہ حضرت فاطمہ اور دیگر اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے مزارات ہیں اور یہ ۳۳۲ھ میں ذکر کیا ہے:

(۸۶) پھر فرماتے ہیں:۔

بل فی کلام سبط ابن الجوزی ما یقتضی نقل ذالك عن الواقدی وھو مدنی مولدہ بالمدینة سنة ثلثین ومأة فھو دال علی ان تلك الكتابة قديمة۔

یعنی سبط ابن جوزی کے کلام سے اس کا واقدی علیہ الرحمۃ سے منقول ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ مدنی ہیں، ان کی پیدائش سنہ ۱۳۰ھ میں ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ یہ لکھائی قدیم ہے:

(۸۷) وہی مراغی علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں:

فینبغی الدعاء فیہ وقد اخبرنی غیر واحد ان الدعاء

یعنی دارِ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دعا مانگنی چاہیے

هنالك مستجاب۔ اور میں نے سُنا ہے کہ وہاں دُعا مقبول ہوتی ہے ؛

(۸۸) اس کے بعد خود لکھتے ہیں :۔

الاماکن التی دُعا بہا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کلہا اماکن اجابۃ ولذا یستحب الدُعاء فیہا۔

یعنی وہ تمام مقامات جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دُعا فرمائی ہے اجابت وقبول دُعا کے مواقع ہیں اسی لیے وہاں دُعا مستحب ہے ؛

(۸۹) وہی فرماتے ہیں :۔

اذا شارف المدینۃ الشریفۃ وتراٰت لہ قبۃ الحجرۃ المنیفۃ فلیستحضر عظمتہا وتفضیلہا ویمثل فی نفسہ مواقع اقدامہ الشریفۃ عند تردد فیہا۔

یعنی جب مدینہ شریف کے قریب پہنچے اور حجرہ مبارکہ کا قبہ نظر آئے تو اس کی عظمت وفضیلت کا تصوّر کرے اور اپنے نفس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس قدموں کا تصور جمائے جس وقت آپ وہاں آتے جاتے ہوں گے ؛

(۹۰) وہی لکھتے ہیں :۔

یلاحظ بقلبہ مدۃ اقامتہ بالمدینۃ جلالتہا وترددہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیہا ولو یرکب بہا دابۃ بہما قدمن علی المشی کما فعل مالک رحمۃ اللّٰہ وقال استحیی من اللّٰہ ان اطأ تربۃ فیہا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ وعلی الہ وسلم بحافر دابۃ الخ

یعنی جب تک مدینہ منورہ میں ٹھہرا رہے اپنے دل سے اس کی جلالت وعظمت اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ورفت کو ملاحظہ کرے اور جہاں تک پیادہ یا چل سکے جانور پر سوار نہ ہو جس طرح امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اور فرمایا میں اللہ پاک سے شرم کرتا ہوں کہ اس زمین

کو جانور کے کھُر سے پامال کروں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں:

(۹۱) وہی فرماتے ہیں:-

ویستحب اتیان لبقیة المساجد والآثار المنسوبة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مما علمت عینه او جهته وکذا الآبار التی شرب او تطهر منها والتبرك بذالك۔

باقی مساجد و آثار جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں وہاں جانا مستحب ہے یونہی وہ کنوئیں جن کا پانی آپ نے پیا ان سے طہارت کی ان پر حاضری اور ان سے برکت لینا مستحب ہے:

(۹۲) لباب المناسک میں شیخ امام رحمۃ اللہ سندی اور اس کی شرح المسلک المتقسط میں شیخ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

(والنظر فی زمزم عبادة) ای اذا قصد به القربة (ویجوز الاغتسال والتوضئ بماء زمزم علی وجه التبرك) الخ ملخصاً۔

زمزم میں نظر کرنا عبادت ہے جبکہ اس سے قربت مقصود ہو اور زمزم کے پانی سے تبرک کے طور پہ نہانا اور وضو کرنا جائز ہے:

(۹۳) اسی میں ہے:-

ویستحب حمله الی البلاد ای تبرکاً للعباد الخ۔

یعنی زمزم کا پانی دوسرے شہروں کو لوگوں کیلئے تبرکاً لیجانا مستحب ہے:

(۹۴) اسی میں اماکنِ اجابت (دُعا قبول ہونے کے مقامات) کا ذکر فرماتے ہیں مطاف، ملتزم میزاب کے نیچے، بیت اللہ کے اندر، بیرِ زمزم کے قریب، مقام ابراہیم کے پیچھے، صفا، مروہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ، جمرات، بیت اللہ دیکھنے کے وقت، حطیم کے اندر، حجر اسود رکن یمانی وغیرہ۔

(۹۵) اسی میں ان مقدس مقامات کا ذکر کرتے ہوئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے لکھتے ہیں:-

فینبغی لمن قصد الآثار ان یعم الاماکن التی وردفیھا الاخبار رجاءً ان یظفر بمصلی سید الاخیار۔

اس شخص کو جو آثار کا قصد کرے چاہیے کہ ان تمام مقامات پر حاضر ہو جن کے متعلق روایات وارد ہیں اس امید پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ مل جائے:

(۹۶) اسی میں ہے:۔

یستحب زیارۃ بیت سیدتنا خدیجۃ رضی اللہ تعالی عنہا الخ۔

یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے مکان کی زیارت مستحب ہے:

جس میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا پیدا ہوئیں اور اسی میں وقت ہجرت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقیم رہے جو مسجد الحرام کے بعد مکہ مکرمہ کے تمام مقامات سے بالاتفاق افضل ہے اور مولد نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور دار ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہ اور مولد علی رضی اللہ تعالی عنہ اور دار ارقم اور غار جبل ثور جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے:۔

(ثانی اثنین اذھما فی الغار) اور غار جبل حرا جہاں رسالت سے قبل آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تنہا عبادت فرمایا کرتے تھے وہیں آپ پر سب سے اول آیات قرآن مجید (اقرا باسم ربک) نازل ہوئیں اور آپ کا سینہ مبارک شق کیا گیا۔ اور مسجد الجن جہاں آپ کے پاس آکر جنوں نے قرآن کریم سنا یا جہاں آپ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو خط کھینچکر چھوڑا تھا اور مسجد شجرہ اور مسجد جبل ابو قبیس اور مسجد الرایہ اور غار مرسلات وغیرہا کی زیارت مستحب ہے۔

(۹۷) اسی میں ہے: جنۃ المعلیٰ، جو جنۃ البقیع کے بعد سب سے افضل مقبرہ ہے اور ان دونوں کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں" کے حضرات صحابہ کرام و تابعین عظام و اولیاء و صلحاء فخام کے مزارات کی

زیارت مستحب ہے۔ ان بزرگوں کے مزارات کی زیارت کرے اور برکت حاصل کرے اور ان پر سلام کرے۔

(۹۸) اسی میں ہے :-

ولیغتنم ایام مقامه بالمدینة المشرفة فیحرص علی ملازمة المسجد وادامته النظر الی الحجرة الشریفة او القبة المنفة مع المهابة والخشوع فانه ای النظر المذکور عبادة کالنظر الی الکعبة الشریفة۔

مدینہ شریف میں قیام کو غنیمت سمجھے مسجد مبارک کی ملازمت اور حجرہ شریفہ یا قبہ منیفہ کی طرف خوف وخضوع کے ساتھ برابر نظر رکھنے پر حریص رہے کیونکہ یہ عبادت ہے جس طریقہ پر کعبہ مکرمہ کی طرف نظر کرنے میں ؛

(۹۹) اسی میں ہے :- وجمیع سواری المسجد یستحب الصلوٰة عندها لانها لا تخلو عن النظر النبوی الیها وصلوٰة الصحابة عندها۔

مسجد کے تمام ستونوں کے قریب نماز مستحب ہے کیونکہ ان پر حضور کی نظر ضرور پڑی ہو گی اور صحابہ کرام نے ان کے قریب نماز پڑھی ہوگی ؛

(۱۰۰) اسی میں ہے :-

ویستحب زیارة اهل البقیع کل یوم واتیان المساجد ای الاربعة وغیرها والمشاهد الجموما واحد و الآبار المنسوبة الیه صلی الله علیه وسلم۔

ہر روز اہل بقیع کی زیارت اور مساجد اربعہ وغیرہ اور تمام مشاہد اور احد اور ان کنوؤں پر حاضری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں مستحب ہے ؛

(۱۰۱) اسی میں ہے : ویبدی احین وصوله الی قرب اخذ

ومساجدہ بمسجد حضرۃ سید الشہداء عم سید الانبیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیسلم علیہ بخشوع وخضوع مع مراعاۃ غایۃ الادب والاجلال التام فعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ما رأینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باکیا قط اشد من بکائہ علی حمزۃ بن عبد المطلب وضعہ فی القبلۃ ثم وقف علی جنازتہ وانتحب حتی النشغ من البکاء ای شہق حتی کاد ان یغشی یقول یا حمزۃ یا عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسد رسولہ یا حمزۃ یا فاعل الخیرات یا حمزۃ یا کاشف الکربات یا حمزۃ یا ذاب عن وجہہ رسول اللہ۔

جب احد اور اس کی مسجدوں کے قریب پہنچے تو سید الشہداء عم سید الانبیاء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد سے شروع کرے خشوع و خضوع اور نہایت ادب و اجلال تام کے ساتھ ان پر سلام بھیجے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی اس قدر روتے نہ دیکھا جس قدر حضرت حمزہ بن عبد المطلب پر روتے دیکھا ان کو آپ نے قبلہ میں رکھا پھر ان کے جنازہ کے قریب کھڑے ہو کر رونے لگے یہاں تک کہ چیخنے لگے اور قریب تھا کہ بے ہوش ہو جاویں اور فرماتے تھے اے حمزہ اے عم رسول اللہ اے رسول خدا کے شیر اے حمزہ اے نیک کام کرنے والے اے حمزہ اے مصیبتوں کے دور کرنے والے اے حمزہ اے رسول اللہ سے دشمنوں کے دور کرنے والے ۔

مخالفین کے دلائل اور اُن کا جواب

اوّل تو طرفدارانِ نجدیہ کہتے رہے کہ ابن سعود نے مزارات و مآثر شہید نہیں کئے لیکن جب اس کی حرکت بخوبی ثابت ہوگئی تو اس فعل شنیع کی تائید کرنے لگے۔ سید سلیمان ندوی، مولوی کفایت اللہ دہلوی، مولوی ثناءاللہ امرتسری، مولوی عبدالماجد دریاآبادی، مولوی عبدالحی پروفیسر جامع ملیہ، مولوی لطف الملک لکھنوی وغیرہم نے اس تائید و حمایت میں کافی حصہ لیا۔ ہم ان تمام مضامین کے اہم استدلالات پر بحث کریں گے۔

قبروں کے پختہ کرنے اور ان پر قبے وغیرہ بنانے کی ممانعت و حرمت پر مخالفین کی سب سے بڑی دلیل دو حدیثوں پر مبنی ہے۔

اوّل وہ حدیث جس کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے گچ کرنے اس پر عمارت بنانے اس پر لکھنے اس پر بیٹھنے اس کو روندنے اور پامال کرنے سے منع فرمایا۔

دوسرے وہ حدیث جو ابوالہیاج اسدی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا میں تم کو اس کام کے لیے روانہ نہ کروں جس کے لیے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا کہ تم تصویروں کو مٹا دینا اور بلند قبروں کو برابر کر دینا۔

پہلی حدیث کا جواب

اوّلاً پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ قبر کی عمارت وغیرہ سے ممانعت اس صورت میں فرمائی گئی ہے کہ کسی فائدہ و غرض صحیح کے واسطے نہ ہو بلکہ فخر و مباہات و تکبر کے واسطے ہو۔ پس ممانعت کی علت عدم فائدہ یا

زینت وتفاخر ہے جب وہ علت نہ ہوگی تو ممانعت بھی نہ ہوگی۔

(۱) شیخ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ المفاتیح میں توربشتی سے اس حدیث کے متعلق نقل فرماتے ہیں:

یحتمل وجہین احدھما البناء علی القبر بالحجارۃ ومایجری مجراھا والآخران یضرب علیھا خباء ونحوہ وکلاھما منھی لعدم الفائدۃ فیہ۔

قبر پر پتھر وغیرہ سے عمارت بنانے یا خیمہ وغیرہ لگانے کی ممانعت عدم فائدہ کی وجہ سے ہے؛

(۲) پھر خود فرماتے ہیں:

قلت فلیستفاد منہ انہ اذا کانت الخیمہ لفائدۃ مثل ان یقعد القراء تحتھا فلاتکون منھیۃ

یعنی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب خیمہ کسی فائدہ کے لیے ہو مثلاً قرآن پڑھنے والے اس کے نیچے بیٹھیں تو ممنوع نہیں؛

(۳) اسی میں فرمایا:

لعل ورود النھی لانہ نوع زینۃ۔

یعنی نہی اس لیے وارد ہوئی ہے کہ گچ کرنے میں ایک قسم کی زینت ہے؛

پس اگر زینت مقصود نہ ہو بلکہ درندوں سے قبر کی حفاظت مقصود ہو یا زمین کی نرمی کے سبب گچ وغیرہ کی ضرورت ہو کہ بغیر اس کے قبر کا بقاء و قیام نہ ہو سکے تو ممانعت نہ ہوگی، جیسا کہ فقہائے کرام نے بالتصریح بیان فرمایا ہے اور اوپر ہم بہت سی عبارتیں اس بارہ میں نقل کر چکے ہیں۔

(۴) مجمع البحار الانوار میں ہے:

منھی عنہ لعدم الفائدۃ وقد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء المشاھیر

یعنی فائدہ نہ ہونے کے سبب ممنوع ہے اور سلف راگلے بزرگوں نے مباح بتایا ہے کہ مشہور مشائخ اور

لیزورهم الناس ولیستریحوا بالجلوس فیه۔ — علماء کی قبروں پر عمارت بنائی جائے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اسمیں بیٹھ کر آرام پائیں:

اس عبارت میں بصراحت مذکور ہے کہ جب فائدہ نہ ہو تو عمارت وغیرہ کی ممانعت ہے لیکن چونکہ بزرگوں کے مزارات پر عمارت بنانے میں فائدہ ہے کہ آدمی وہاں بیٹھ کر آرام پائیں اور اطمینان سے زیارت کریں گے اور قرآن شریف پڑھیں گے اس لیے جائز ہے۔

(۵) امام ترمذی اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں:

قد رخص بعض اهل العلم منهم الحسن البصری فی تطیین القبور وقال شافعی لاباس ان یطین القبر۔ — یعنی بعض اہل علم مثلاً حسن بصری اور امام شافعی نے قبر کی لپائی جائز بتائی:

ثانیاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب۔ محمد ابن الحنفیہ نے حضرت ابن عباس کے مزار پر خیمہ لگایا۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں حکم بن ابی العاص کی قبر پر خیمہ قائم کیا گیا۔ دیکھیے حدیث ۶، ۷ و ۱۲۔ حضرت عقیل نے حضرت ام حبیبہ کی قبر پر عمارت بنائی۔ دیکھیے حدیث ۱۴، ۱۱، تو کیا یہ حضرات حدیث جانتے اور سمجھتے نہ تھے۔

ثالثاً قبر پر لکھنے سے ممانعت اس وقت ہے جب کہ قدر حاجت سے زیادہ یا بغیر ضرورت ہو۔

رابعاً کتابت سے نہی منسوخ ہے جیسا حاکم سے مروی ہے:

(۶) ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قیل لیس کتابة اسم المیت لا سیما الصالح لیعرف عند

تقادم الزمان لان النهی عن
الکتابة منسوخ کما قال الحاکم
او محمول علی الزائد علی ما
یعرف به حال المیت ام وفی
قولہ لیسن محل بحث والصحیح
انه یقال انه یجوز۔

خامساً حضرت ام حبیبہ کی قبر پر حضرت عقیل کو ایک پتھر ملا جس پر ان کا نام لکھا ہوا تھا۔ دیکھو حدیث نمبر ۱۴۳۔

سادساً اسی حدیث میں قبر پر بیٹھنے اس کو پامال کرنے سے بھی تو ممانعت ہے اس کو نجدی پرست کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں (کیا ابن سعود کا وظیفہ کھا کر آنکھوں میں چربی چھا گئی جو یہ الفاظ نظر نہیں آتے) دیگر احادیث بھی وارد ہیں کہ مردہ کو تکلیف دینا جائز نہیں دیکھو حدیث نمبر ۱۹۱، نمبر ۲۰ کیا نجدیوں نے احکام شریعت اور احادیث شریفہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ کیا انہوں نے مزارات کو پامال اور ان کی تحقیر نہیں کی اور ان پر نجاستیں نہیں ڈالیں جانور نہیں باندھے۔

سابعاً بعض مخالفین نے لکھ دیا کہ اس حدیث کو بخاری نے بھی روایت کیا، جیسا کہ مزارات حجاز مطبوعہ امرتسر صفحہ ۱۵ میں اور ایڈیٹر الناظر لکھنؤ کے مضمون ہمدم مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۵ء میں ہے ہم ان صاحبوں کو لکھتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ بخاری شریف کی کس کتاب اور کس باب میں یہ حدیث مذکور ہے۔

ثامناً نواب صدیق حسن بھوپالی رئیس الوہابیہ مسک الختام میں سبل سے ناقل ہیں، رفتہ اند جمہور بآنکہ نہی بناء در تجصیص برائے تنزیہ است یعنی جمہور علماء کے نزدیک عمارت و گچ سے ممانعت و کراہت

تنزیہی مراد ہے۔

دوسری حدیث کے جوابات

اوّلاً یہ حکم مشرکوں اور کافروں کی قبروں کے متعلق تھا نہ کہ اہلِ اسلام کے واسطے اور اس پر صریح قرینہ یہ ہے کہ تصویر مٹانے اور بلند قبر ہموار کرنے کا حکم اس حدیث میں ایک ساتھ موجود ہے لیکن اہلِ اسلام کی قبور پر تصویریں کہاں ہوتی ہیں البتہ مشرکوں کی قبروں پر بہت بلند عمارت کے ساتھ قائم ہوتے ہیں۔

(۷) علامہ علاء الدین علی ماردینی قاضی دیارِ مصریہ متوفی ۷۴۵ھ ہجری الجوہر النقی میں فرماتے ہیں:

قلت الظاهر ان المراد قبور المشركين بقرينة عطف التمثال عليها وكانوا يجعلون عليها الانصاب والابنية فاراد عليه السلام ازالة آثار الشرك.

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تھا اس میں ظاہر یہی ہے کہ مشرکوں کی قبریں مراد ہیں جن کا قرینہ یہ ہے کہ تمثال (تصویر) کا عطف کیا گیا ہے اور مشرک قبروں پر بت اور عمارتیں بنوایا کرتے تھے:

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ شرک کے آثار کو زائل کر دیا جائے۔

ثانیاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے گرد عمارت بن چکی تھی تو کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حکم کی تعمیل کی تھی۔ نہیں ہرگز نہیں یونہی حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے

ام المومنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر پر عمارت بنوائی خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر اتنا بھاری پتھر رکھا کہ دوسرا شخص اس کو اٹھا بھی نہ سکا تو آنحضرت نے آستینیں چڑھا کر اٹھایا۔ دیکھئے حدیث ۱ اور ان کی قبر اتنی اونچی تھی کہ جو اس کو پھلانگ جاتا تھا اس کی ڈگ سب سے بڑی ہوتی تھی دیکھو حدیث ۲۵ پس ان دونوں حدیثوں کے ساتھ ہی ساتھ دوسری حدیث اور واقعات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

ثالثاً اس حدیث سے قبر زیادہ بلند کرنے کی ممانعت نکلتی ہے نہ کہ قبر کے گرد عمارت بنانے کی۔

رابعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت علی نے ابوالہیاج اسدی کو اول تو تصویریں مٹانے کے لیے حکم فرمایا اس کے بعد قبروں کے متعلق ارشاد فرمایا۔ نجدی اور ان کے ہوا خواہ قبروں کے ہدم پر تو اس قدر زور دیتے ہیں مگر تصویروں کے مٹانے میں ذرا بھی کوشش نہیں کرتے بلکہ خود تصویریں بناتے ان کے سامنے کھڑے ہو کر سر جھکاتے اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ مولانا احمد مختار صاحب صدیقی وفد خدام الحرمین اپنے مکتوب ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ لکھتے ہیں، ابن سعود نے شاہی دعوت کی۔ کھانے میں مٹھائی اور چاول وغیرہ کے اونٹ گھوڑے گدھے اور نجدی شکل کے ہتھیا بند بدو دستر خوان پر بکثرت چنے تھے۔ ہمارے سید وفد فدائے ملت سید جبیب صاحب کا سوال مزید ارتھا کہ کیا یہ جائز ہے بلو چھتے ہی ابن سعود کے چہرہ پر سیاہی دوڑ گئی" ظفر الملک ایڈیٹر الناظر لکھنؤ نے مسٹر تلک کی تصویر کے سامنے فاتحہ پڑھی دیکھئے اخبار حقیقت لکھنؤ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بعض احادیث اور بھی ان کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں ان کو بھی

ہم ذکر کیے دیتے ہیں اور ہر ایک کا مفصل جواب بھی لکھتے ہیں۔

تیسری حدیث اور اس کے جوابات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور کرنے والی عورتوں پہ لعنت کی اور نیز ان لوگوں پہ جو قبروں پر مسجدیں بنائیں اور چراغ جلائیں۔

اقول اولاً۔ ابتداءً اسلام میں زیارتِ قبور سے منع فرمایا گیا تھا بعد کو اجازت مرحمت فرما دی گئی جیسا حدیث میں وارد ہے دیکھئے حدیث نمبر ۲۶ و نمبر ۲۷

ثانیاً۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت ہے کہ وہ ہمیشہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائیں اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر زیارت کرنے تشریف لے گئیں دیکھئے حدیث نمبر ۲۹۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پہ جاتیں، شہدائے احد کی قبور پر جاتیں دیکھو حدیث نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ و نمبر ۱۳ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زیارتِ قبور کی اجازت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے دیکھو حدیث نمبر ۲۸۔

ثالثاً۔ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ عورتوں کو بھی زیارات قبور کی زیارت و رخصت ثابت ہے ملاحظہ ہو عبارتِ ذیل:

(۸) جامع الرموز میں ہے:-

وزیارت القبور مستحبة للرجال وكذا للنساء على الاصح۔

(۹) درمختار میں ہے: لا باس بزيارة القبور ولو للنساء

لحدیث کنت نہیتکم۔

(۱۰) بحر الرائق میں لکھا ہے:

والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ لهما۔

(۱۱) کشف بزدوی میں:۔ والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ للرجال والنساء جمیعا فقد روی ان عائشۃ رضی اللہ عنہا کانت تزور قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل وقت وانها خرجت حاجۃ زارت قبر اخیها عبد الرحمٰن۔

(۱۲) فتح المنان میں ہے اکثر علما بر ثبوت رخصت اند برائے مردان وزنان ہمیں ست مذہب ائمہ ثلثۃ سوائے احمد کہ از وے دو روایت ست۔

(۱۳) ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

قد رأی بعض اهل العلم ان هذا کان قبل ان یرخص النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زیارۃ القبور فلما رخص دخل فی رخصۃ الرجال والنساء۔

(۱۴) ملا علی قاری اس قول کو نقل کرکے فرماتے ہیں:

(وهذا هو الظاهر۔)

(۱۵) وہی فرماتے ہیں: فهذہ الاحادیث بتعلیلها تدل علی ان النساء کالرجال فی حکم الزیارۃ اذا زرت بالشروط المعتبرۃ فی حقهن۔

رابعاً۔ عورتوں پر لعنت اس وقت ہے کہ زیارت قبور میں کوئی دوسری حرام بات کریں مثلاً نوحہ وغیرہ۔

(۱۶) مرقاۃ میں ہے: واما خبر لعن اللہ زوارات محمول علی زیادتهن بالمحرم کالنوح وغیرہ۔ الخ

خامساً۔ بیشک قبروں پر مساجد بنانا ان پر نماز پڑھنا ان کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنا جائز نہیں مگر قبور کے قریب مسجد بنانا صلحاء و بزرگانِ دین کے مزارات کے قرب وجوار میں نماز پڑھنا ان کی روح سے فیوض و برکات حاصل کرنا۔ وہاں اس امید پر اللہ تعالےٰ سے دُعا مانگنا کہ صاحبِ قبر جو بارگاہِ الٰہی میں مقرب ہے اس کی برکت سے قبول ہوگی یقیناً جائز بلا ریب مباح ہے۔

(۱۷) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں لکھا ہے:۔

وقید علیھا یفید ان اتخاذ المساجد بجنبھا لا باس بہ ویدل علیہ قولہ علیہ السلام لعن اللہ الیھود والنصارٰی الذین اتخذوا قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد۔

حدیث میں علیہا کی قید بتاتی ہے کہ قبروں پر مسجد بنانا جائز نہیں مگر ان کے قریب مسجد بنانے میں حرج نہیں اور اس پر آنحضرت کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔

(۱۸) وہی (لعن اللہ الیھود والنصارٰی) الخ کی شرح میں فرماتے ہیں:۔ سبب لعنھم اما لانھم کانوا یسجدون لقبور الانبیاء تعظیماً لھم وذالک ھو الشرک الجلی واما لانھم کانوا یتخذون الصلوٰۃ اللہ تعالیٰ والسجود علی مقابرھم والتوجہ الی قبورھم حالۃ الصلوٰۃ کذا قال بعض الشراح من ائمتنا ویوید ہ ما جاء فی روایتہ یحذر ما صنعوا قال القاضی کانت الیھود النصارٰی یسجدون لقبور انبیائھم ویجعلونھا قبلۃ ویتوجھون فی الصلوٰۃ نحوھا اما من اتخذ مسجدا فی

جوار صالح او صلی فی مقبرۃ وقصد الاستظھار بروحہ او وصول اثر عبادتہ علیہ لا التعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا حرج علیہ الا تری ان مرقد اسمٰعیل علیہ السلام فی المسجد عند الحطیم والنھی عن الصلوٰۃ فی المقابر مختص بالقبور المنبوشۃ لما فیہ من النجاسۃ کذا ذکرہ الطیبی۔

یعنی یہود و نصاریٰ کی لعنت کا سبب یا تو یہ ہے کہ وہ انبیاءؑ کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے یا یہ کہ قبروں پر سجدہ کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف منہ کرتے تھے۔ قاضی کہتے ہیں کہ اگر بزرگ کی قبر کے پاس مسجد بنائے وہاں اس کی رُوح سے مدد کے قصد یا اثر عبادت اس کو پہنچنے کے ارادہ سے نماز پڑھے تو حرج نہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مزار مسجد حرام میں حطیم کے قریب ہے اور قبرستان میں نماز سے ممانعت ان قبروں کے ساتھ مخصوص ہے جو اکھڑی کھدی ہوں کیونکہ وہاں نجاست ہوگی، ایسا ہی طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

(۱۹) وہی حدیث (الا وان من کان قبلکم یتخذون قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد) کی شرح میں لکھتے ہیں (ای بالمعنی السابق) اگلے لوگ اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے یا ان پر سجدہ کرتے اور عبادت ادا کرتے تھے۔

(۲۰) مجمع بحار الانوار میں ہے:۔

وحینئذ ماکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور ارادبہ	قبور پر مسجد بنانا جو مکروہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ قبروں کو برابر

تسویۃ القبور مسجد الیصلی فیہ وقیل ان یبنی عندہ مسجد الیصلی فیہ الی القبور واما المقبرۃ الدائرۃ اذا بنی فیھا مسجد الیصلی فیہ فلا باس لان المقبرۃ کالمسجد واما اتخاذہ فی جوار صالح لقصد التبرک لا التعظیم فلا

کرکے مسجد بنادی جاوے اور وہاں نماز پڑھی جاوے اور بعض کہتے ہیں یہ مراد ہے کہ قبر کے پاس مسجد بنا کر اس کی طرف سجدہ کرے، لیکن قبرستان میں مسجد بنا کر نماز پڑھے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ مقبرہ مسجد کی طرح وقف ہے اور بزرگ کی قبر کے قریب

یدخل تحتہ۔ تبرک کے قصد سے مسجد بنانا اس میں داخل نہیں؛

(۲۱) مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی (والمتخذین علیھا المساجد) کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

لعنت کردہ است رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسانیرا کہ میگیرند بر قبور مسجد را (یعنی سجدہ بر ندگان بجانب قبور بقصد تعظیم)

(۲۲) نیز لعن اللہ الیہود و نصاریٰ الخ کے متعلق فرماتے ہیں:

گرفتن قبور مساجد بدو طریق متصور است یکے آنکہ بر قبور سجدہ برند و مقصود عبادت آن دارند چنانکہ بت پرستان می پرستند دویم آنکہ اعتقاد برند کہ توجہ بر قبور ایشان در نماز عبادت حق است ایں ہر دو طریق نامرضی و نامشروع اما اگر در قرب قبر ایشان مسجدے بنا کنند یا نمازے کنند بے توجہ بجانب آں تا برکت مجاورت آں مواضع کہ مدفن جسد مطہر ایشان ست و بامداد نورانیت روحانیت ایشان عبادت کمال و قبولے یابد در ایں مقام معذوری لازم نمی آید و باکے نیست کذا قال الشیخ ابن حجر مکی۔

یعنی قبر پر بقصد عبادت سجدہ کرنا یا نماز میں قبر کی طرف متوجہ ہونا غیر مشروع ہے مگر اولیاء کی قبور کے قریب مسجد بنانا نماز پڑھنا اس طرح کہ قبر کی جانب منہ نہ ہو تاکہ اس جگہ کے قریب ہونے کے باعث جہاں ان کا پاک جسم دفن ہے اور ان کی روحانیت کے نور کی مدد سے عبادت کو کمال و قبول حاصل ہو جائے تو اس میں کوئی قباحت اور حرج نہیں جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے فرمایا ہے۔

(۲۳) بحر الرائق میں ہے :-

ذکر فی الفتاوی اذا غسل موضعا فی الحمام لیس فیہ تمثال وصلی فیہ لاباس بہ وکذا فی المقبرۃ اذا کان فیھا موضع اعد للصلوۃ ولیس فیہ قبر ولا نجاسۃ۔

یعنی قبرستان میں نماز کے لیے کوئی جگہ بنالی جاوے اور وہاں قبر و نجاست نہ ہو تو نماز جائز ہے۔

(۲۴) اسی کے مثل بغیۃ المصلی میں لکھا ہے۔

(۲۵) جامع الرموز میں ہے :

لا یکرہ فی جھۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لو صلی صلوۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ۔ یعنی قبر کی سمت میں نماز مکروہ نہیں مگر جب کہ قبر اس طرح سامنے ہو کہ اگر خشوع کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کی نگاہ قبر پر پڑے۔

(۲۶) خلاصہ میں مذکور ہے :

ھذا اذا لم یکن بین المصلی وھذہ المواضع حائل کالحائط والکان حائط لا یکرہ۔

کراہت اس وقت ہے کہ نمازی اور قبر کے درمیان کوئی حائل دیوار وغیرہ نہ ہو اگر دیوار ہو تو مکروہ نہیں۔

سادساً۔ خود مسجد حرام میں حضرات انبیاء کرام کے مزارات واقع ہیں۔ سابق میں مرقاۃ کی عبارت مذکور ہو چکی ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مرقد مبارک مسجد حرام میں ہے۔

(۲۷) حضرت امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

اخبرنا ابو حنیفہ قال حدثنا عطاء بن السائب قال قبر هود وصالح وشعیب فی المسجد الحرام۔

یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عطا بن سائب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ھود حضرت صالح حضرت شعیب علیہ السلام کی قبریں مسجد حرام میں ہیں۔

سابعاً۔ قبروں پر چراغ جلانا اسی وقت ممنوع ہے جب بیکار ہو اور اس میں کوئی فائدہ نہ ہو، لیکن اگر کسی مصلحت سے ہو تو ممنوع و ناجائز نہیں۔ مثلاً قبروں کے قریب راستہ ہے اور گزرنے والوں کو اندھیر میں تکلیف ہوتی ہے یا وہاں مسجد ہے اور لوگوں کو تاریکی میں نماز پڑھنے سے مشقت اور ایذا ہوتی ہے یا وہاں آدمی بیٹھتے ہیں یا قبور اولیا و صلحا کی ہیں اور لوگ زیارت و قرأت قرآن کے واسطے حاضر ہوتے ہیں اس لیے وہاں چراغ روشن کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسی صورتوں میں روشنی جائز و مباح ہے۔

(۲۸) سید عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

المتخذین علیہا السرج ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدۃ۔

قبروں پر چراغ جلانے والے یعنی بیکار اور بلا فائدہ قبور پر چراغ جلانے والے۔

(۲۹) وہی فرماتے ہیں:۔

اما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق او کان

لیکن جب قبروں کے قریب مسجد یا راستہ ہو یا وہاں کوئی بیٹھا ہو یا کسی

هناك احد جالس اوكان
قبر ولي من الاولياء او عالم
من المحققين تعظيما لروحه
على تراب جسده كاشراق الشمس
على الارض اعلاماً للناس
انه ولي ليتبركوا به ويدعو
الله تعالى عنده فيستجاب
لهم فهو امر جائز لا منع
منه والاعمال بالنيات.

ولی یا محقق عالم کی قبر ہو اور وہاں
شمع روشن کریں تاکہ اس کی
رُوح کی عظمت ظاہر ہو جو خاک
جسم پر اس طرح روشنی ڈال رہی
ہے جس طرح آفتاب زمین پر۔
اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ ولی
ہے پس وہ اس سے برکت حاصل
کریں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے
دُعا مانگیں کہ مقبول ہو جاوے

تو یہ امر جائز ہے جس سے ممانعت نہیں اور اعمال کی بنیاد و مدار نیت پر ہے:

(۳۰) صاحب تفسیر روح البیان اور ردالمختار میں علامہ سید محمد امین شامی اور التحریر المختار میں علامہ شیخ عبدالقادر رافعی حنفی مفتی دیار مصریہ کتاب کشف النور عن اصحاب القبور سے ناقل ہیں۔

وايقاد القناديل والشمع عند
قبور الاولياء والصلحاء من
باب التعظيم والاجلال ايضا
للاولياء فالمقصد فيها مقصد
حسن ونذر الزيت والشمع
للاولياء يوقد عند قبورهم
تعظيما لهم ومحبة فيهم
جائز ايضا لا ينبغي النهي عنه

اولیاء وصلحاء کے مزارات کے قریب
قندیل شمع روشن کرنا تعظیم و تکریم
اولیا کی قسم سے ہے تو اس کا مقصد
اچھا ہے اور اولیا کے لیے روغن
زیتون اور شمع نذر کرنا کہ وہ ان
کے مزارات کے قریب روشن
کیا جائے ان کی تعظیم و محبت کے
ارادہ سے جائز ہے جس سے منع نہ کرنا چاہیے:

ثامناً۔ حدیث میں ان لوگوں پر لعنت وارد ہے جو قبروں پر چراغ جلائیں ان پر لعنت نہیں ہے جو قبروں کے پاس روشنی کریں، حدیث کے

الفاظ یہ ہیں: (والمتخذین علیها المساجد والسرج) یہاں کلمہ (علٰی) فرمایا گیا ہے جس کے معنٰی "اوپر" ہیں۔ ہم سابق میں مُلّا علی قاری کا قول نقل کر چکے ہیں وقید علیها یفید الخ یعنی "علیها" کی قید بتاتی ہے کہ قبروں کے اوپر مسجد بنانا حرام ہے، لیکن قبروں کے قریب بنانے میں کوئی حرج نہیں پس یونہی قبروں کے اوپر چراغ روشن کرنا جائز نہیں مگر ان کے پاس جلانا درست ومباح وجائز ہے۔

چوتھی اور پانچویں روایت اور اس کے جوابات

چوتھی روایت یہ دلیل میں بیان کی جاتی ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے وصیت فرمائی کہ میری قبر پر خیمہ نہ لگانا۔

پانچویں روایت یہ کہ حضرت ابن عمر کا گذر حضرت عائشہ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر ہوا اس پر خیمہ نصب تھا تو آپ نے فرمایا اے غلام اس کو اکھاڑ دے کیونکہ ان پر سایہ ان کا عمل کرے گا۔

یہ دونوں روایتیں "مزاراتِ حجاز" میں علامہ عینی کی شرح بخاری سے منقول ہیں۔ "اوّل" حضرت ابوہریرہ کی وصیت سے خیمہ قائم کرنے کی حرمت ثابت نہیں ہوتی صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میری قبر ایسا نہ کرنا۔ اکثر امورِ جائزہ کے متعلق مقربانِ بارگاہِ رب العزت کسرِ نفسی اور اظہارِ عجز کے طور پر اپنے لیے ممانعت فرماتے ہیں خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا تفضلونی علٰی یونس بن متّی) مجھ کو حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو: یہ محض کسرِ نفسی اور اظہارِ شانِ عبودیت ہے ورنہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا افضل العالمین وسید الانبیاء والمرسلین ہونا محقق وثابت ہے۔

دوسرے حضرت ابن عمر کے ارشاد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایسا خیال کرتے تھے کہ خیمہ قائم کرنے سے صاحب قبر پر سایہ ہو جاتا اور اس سے فائدہ پہنچتا ہے مگر یہ خیال غلط ہے اس لیے آپ نے فرمایا اور جب اس ارادے سے خیمہ وغیرہ نہ کیا جائے بلکہ کسی اور مصلحت اور فائدہ کی غرض سے ہو تو اس سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

تیسرے۔ خود علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ جن سے یہ روایات نقل کی گئی ہیں کیا مفہوم و مراد بیان فرماتے ہیں۔ سنیے وہ صاف لکھتے ہیں:

(۳۱) ضرب الفسطاس ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا للاحیاء لا لاظلال المیت فقط جاز۔

یعنی اگر خیمہ کسی صحیح غرض کے لیے لگایا جائے مثلاً لوگوں کے دھوپ سے بچنے کے لیے نہ کہ فقط میت کے سایہ کے لیے تو جائز ہے۔

حدیثوں کے علاوہ وہابیہ بعض ائمہ کرام کے اقوال نقل کرتے اور روایات فقہیہ سے بھی استدلال کرتے ہیں مثلاً حضرت امام شافعی کا یہ قول (رایت الائمۃ بمکۃ یامرون بھدم مایبنی)

اقول میں عرض ہوا

اولاً امام شافعی اپنا ایک مشاہدہ بیان فرماتے ہیں اپنا مذہب ارشاد نہیں فرماتے۔

ثانیاً۔ ائمہ سے مراد حکام ہیں نہ کہ مذہبی مقتدا و علماء کرام چنانچہ کتاب الامام کی اصل عبارت میں "ولاۃ" کا لفظ ہے جس کا اطلاق علماء پر نہیں ہو سکتا ہے۔

ثالثاً۔ اس عمارت کے ڈھانے کا حکم دیا جو خود قبر کے اوپر تھی۔

رابعاً۔ جو قبر حد اعتدال سے زیادہ بلند اور اونچی تھی اس کو کم کر دیا
چنانچہ اس فعل کی دلیل میں حدیث (ولا قبرا مشرفا الا سویته)
پیش کرنا بھی مفہوم ظاہر کرتا ہے۔
خامساً۔ اگر وہی تعمیر مراد ہو جو قبر کے گرد بنائی جاتی ہے تو یہ قیود
عوام سے متعلق ہے۔
سادساً۔ ہدم کا حکم اس صورت میں ہے کہ وقف عام میں
عمارت ہو چنانچہ کتاب الام کی اصل عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے
ملاحظہ فرمائیے کتاب الام صفحہ ۲۴۶:
(قال الشافی وقد رایت من الولاۃ من یھدم بمکۃ
ماینبی فیھا فلم ار الفقھا یعیبون ذالک فانکانت
القبور فی الارض یملکھا الموتی فی حیاتھم او ورثتھم
بعدھم لم یھدم شئی ان ینبی منھا وانما یھدم
ان ھدم مالا یملکہ احد فھدمہ

نوٹ: قارئین سے التماس ہے کہ اصل مسودہ
سے چھ صفحات غائب ہیں اگر کسی صاحب کے پاس
مکمل کتاب موجود ہو تو براہِ کرم ہمیں ارسال فرمائیں
تاکہ اس کے چھاپنے کا اہتمام کیا جائے۔ شکریہ (ادارہ)

کو مسمار کر کے گھوڑے دوڑائے گئے۔

(۵) شریف مستورات کی بے پردہ تلاشی لی گئی۔

(۶) شہداء کی نعشوں کو زمین پر گھسیٹا گیا۔

مکۂ مکرمہ میں نجدیوں کی سفاکیاں

اور زیادتیاں

(۷) ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار مبارک کو گرا کر بندوقوں کے دستے مارے اور کہا اٹھو کچھ کرامت ہے تو دکھاؤ۔

(۸) مزار حضرت آمنہ (۹) مزار حضرت عبدالمطلب (۱۰) مزار حضرت ابن زبیر (۱۱) قبر ابو طالب (۱۲) مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۱۳) مولد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (۱۴) مولد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۵) اور دیگر مزارات کو گرا دیا گیا۔

(۱۶) ایک شخص کی زبان سے حیاۃ النبی نکلا، ایک نجدی نے اس کو مار کر گرا دیا اور کہا کہ یہ کیا کلمہ کفر بکتا ہے۔

(۱۷) حضرت شیخ سنوسی جنت المعلیٰ میں فاتحہ پڑھ رہے تھے تو نجدیوں نے کہا او کافر کیا کر رہا ہے۔

(۱۸) حرم شریف میں نجدی خبیث بیت اللہ کی طرف پاؤں کر کے سوتے ہیں۔

(۱۹) حرم شریف میں جوتوں سمیت جاتے ہیں۔

(۲۰) آب زمزم سے استنجا کرتے ہیں۔

(۲۱) جو شخص حجر اسود کو بوسہ دے اسے مارتے ہیں۔

(۲۲) مسجد جن (۲۳) مسجد جبل ابو قبیس (۲۴) جائے ذبیحہ حضرت اسمٰعیل

علیہ السلام کو شہید کر دیا۔

(۲۵) مساجد کی لکڑیاں سر بازار نیلام کیں۔

(۲۶) مسجد عزہ میں ظہر و عصر جمع کر کے پڑھنا جبل عرفات پر خطبۂ حج اونٹنی پر سوار ہو کر پڑھنا قدیم سنت تھی اس کو نجدیوں نے ترک کر دیا کہ یہ بدعت ہے۔

(۲۷) دلائل الخیرات شریف کو پھاڑ کر پاؤں سے روندا۔

(۲۸) حاجیوں سے رابغ سے مکہ مکرمہ تک فی اونٹ ۵۶ روپے وصول کیے مگر اونٹ والوں کو صرف ۱۴ روپے دیئے۔

(۲۹) واپسی سے مکہ مکرمہ سے رابغ تک ۲۳ ۱/۲ وصول کیے مگر اونٹ والوں کو ۵/۸ دیتے۔

(۳۰) شہر رابغ سے بندر تک ۳ روپے وصول کیے مگر اونٹ والوں کو صرف ۱۰ روپے دیتے۔

مدینہ منورہ میں نجدیوں کی زیادتیاں

اور تباہ کاریاں

(۳۱) سیدنا حضرت امیر حمزہ کا قبّہ مبارک بہت قبّوں کے درمیان واقع ہے جن کو نقصان پہنچایا (صدر مجلس عالیہ اسلامیہ فلسطین کا بحری پیغام شوکت علی صاحب کے نام)

(۳۲) حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف منہدم کردی۔

(۳۳) اہلِ مدینہ کو لکھ کر بھیجا کہ تم کافر ہو تم حمزہ اور عبدالقادر جیلانی کے ناموں کی پوجا کرتے ہو۔

(۳۴) عرصہ تک اہلِ مدینہ کا محاصرہ کر کے خوراک اور نہر زرقا کا پانی بند کر دیا۔

(۳۵) مسجد امیر حمزہ شہید کی۔

(۳۶) گنبد خضریٰ روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بم پھینکے گئے۔

(۳۷) اور گولیاں چلائی گئیں۔

(۳۸) حجاج جو تاجدارِ عالم روحی بہ الفداء کے سبز گنبد کے سامنے صلوٰۃ وسلام عرض کر رہے تھے ان کو اس مبارک فعل سے روکا۔

(۳۹) ان پر گولیاں چلائیں۔

(۴۰) یہاں تک کہ تین مسلمانوں کو شہید کر دیا اور ان افعال شنیعہ اور حرکات قبیحہ کا صدور ان سے کچھ تعجب نہیں کیونکہ ان کے عقائد ہی ایسے ہیں اور اس سے پہلے بھی تیرھویں صدی ہجری میں اس قسم کے ناپاک اور شرمناک افعال و اعمال کر چکے ہیں۔ اس کی

تفصیل دیکھنی ہو تو کتاب مستطاب بوارق محمدیہ و سیف الجبار تصانیف اعلحضرت قطب زمان سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ معین الحق فضل رسول صاحب القادری بدایونی قدس اللہ سرہٗ و نور اللہ مرقدہٗ مطالعہ کیجئے۔ بہت ناواقف لوگ انکے عقائد خبیثہ سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ تو حنبلی ہیں مگر کتاب مجموعۃ التوحید نے جو خود عبد العزیز بن سعود نجدی کے حکم سے قریب زمانہ میں چھپی ہے تمام راز فاش کر دیا ہم سر دست اخبار "ام القریٰ" سے ایک مختصر عبارت نقل کرتے ہیں جس سے نجدیوں کے عقائد فاسدہ کی حالت روشن ہو جائے گی۔ ام القریٰ" ابن سعود کا خاص اخبار ہے جو مکہ مکرمہ سے شائع ہوتا ہے ۱۵ رجب ۱۳۴۴ھ کے پرچہ میں نجدیوں کے قاضی القضاۃ مکہ مکرمہ کا ایک مضمون چھپا ہے اس میں لکھا ہے:-

فالحب والخشیۃ والاجلال والدعاء والخوف والرجاء والتوکل وغیرھا من العبادات کلھا خالص حق الرب سبحانہ لیس لاحد من المخلوقین فیھا شئ ومن صرف فیھا شیئا لغیر اللہ کائنا من کان فقد جعلہ شریکا اللہ فی عبادتہ وسواء اعتقد فیہ انہ یملک الضر والنفع واعتقد انہ شفیع لہ عند اللہ	یعنی محبت خشیت اجلال تعظیم دعا، خوف، امید توکل وغیرہ تمام عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں ان میں کسی مخلوق کا کچھ حق نہیں اور جو شخص ان امور میں سے کوئی بات غیر خدا کے لیے خواہ وہ کوئی ہو صرف کرے تو وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرتا ہے خواہ اس کے متعلق یہ اعتقاد رکھے کہ وہ نفع نقصان کا مالک ہے یا اللہ کے نزدیک اس کا شفیع ہے اور اس کو اللہ کا مقرب بتاتا ہے

وانه یقربه الی اللہ او فعل ذالک بحکم العادۃ والتقلید للاسلاف الخ	یا یہ عادت اور سلف کی تقلید کے طور پر کرے ۔

غور فرمائیے کہ اس عبارت میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور دیگر مقربانِ بارگاہِ ربّ العزت کی شفاعت و تعظیم و توقیر وغیرہ سے صریح انکار اور ان امور پر اعتقاد رکھنے والوں کو مشرک قرار دیا گیا ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم ۝

اور یہیں مشہور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں کو شیطانی گروہ فرمایا ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شام اور یمن کے واسطے برکت کی دعا فرمائی تو صحابہ نے نجد کے لیے بھی دعا کے واسطے عرض کیا آنحضرت نے پھر شام و یمن کے واسطے دعاء برکت فرمائی۔ اصحاب کبار نے دوبارہ نجد کے متعلق عرض کیا اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا:

ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان ۔	وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کی اُمت اس جگہ ہو گی ۔

مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں ارقام فرماتے ہیں: نجد نام زمینے بہت بلند و آں مخصوص است بما دون حجاز آنچہ متصل است بہ عراق۔

نواب قطب الدین خان صاحب شاگردِ رشید مولوی اسحاق دہلوی مظاہر حق میں لکھتے ہیں:

نجد اس زمین کا نام ہے کہ بلند ہے اور وہ مخصوص ہے سوائے حجاز کے کہ جو زمین متصل ہے ساتھ عراق کے اور اگر بقول بعض مخالفین یہ تسلیم

کر لیا جائے کہ اس حدیث میں حجاز کے سوا عراق وغیرہ سب کو نجد شامل و عام ہے تو بھی یہ نجد جس میں ابن عبدالوہاب وابن سعود کی جائے سکونت ہے حدیث کے مفہوم میں شامل رہتا ہے۔

نجدی برطانوی مُعاہدہ

آخر میں ہم اس معاہدہ کا خلاصہ بھی ہدیہ ناظرین کیے دیتے ہیں جو ابن سعود نجدی اور گورنمنٹ برطانیہ کے درمیان ہوا ہے تاکہ ان لوگوں کی دروغ بافی اچھی طرح ظاہر ہو جائے جو کہتے تھے کہ اہل نجد کا یہ حملہ حرمین اور حجاز کو غیر مسلم اقتدار سے پاک کرنے کے لیے ہے۔

پہلا معاہدہ جو ۱۹۱۵ء میں ہوا جس کی تصدیق ۱۹۲۰ء میں ہوئی اس کی دفعہ اوّل میں ہے۔

"برطانیہ تسلیم کرتی ہے کہ ان مقام کا مستقل حاکم سلطان (ابن سعود) اور اس کے اجداد ہیں۔ اس کے بعد ان کے لڑکے بالے انکے صحیح وارث ہوں گے، لیکن ان میں سے کسی ایک کی سلطنت کے انتخاب کے لیے یہ شرط ہوگی کہ وہ سلطنت برطانیہ کا مخالف نہ ہو۔"

دفعہ سوم: ابن سعود وعدہ کرتا ہے کہ وہ کسی غیر قوم یا کسی سلطنت کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو یا سمجھوتہ اور معاہدہ کرنے سے پرہیز کرے گا۔

دفعہ چہارم: ابن سعود عہد کرتا ہے کہ وہ اس عہد سے پھرے گا نہیں اور وہ ممالک مذکورہ یا اس کے کسی دوسرے حصہ کو برطانیہ سے مشورہ کئے بغیر بیچنے رہن رکھنے مستاجری یا کسی اور قسم کے تصرف کا مجاز نہ ہوگا۔ اس کو اس امر کا اختیار نہ ہوگا کہ کسی حکومت

یا کسی حکومت کی رعایا کو برطانیہ کی مرضی کے خلاف ممالک مذکورہ بالا میں کوئی رعایت یا استثنیٰ دے ابن سعود وعدہ کرتا ہے کہ وہ برطانیہ کے ارشاد کی تکمیل کرے گا اور اس میں اس کی قید نہیں ہے کہ وہ اس کے مفاد کے موافق ہے یا مخالف۔

(دیکھیے روزنامہ حقیقت لکھنؤ ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

اس معاہدہ کا اقرار و اعتراف سید سلیمان ندوی رئیس وفد خلافت کمیٹی نیز ابراہیم بن محمد بن معمر نجدی اور حافظ ابن وہبہ نجدی نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی روداد وفد حجاز میں لکھتے ہیں:

جہاں تک سلطان کے ذاتی واقف کاروں سے ملنے اور انکی واقفیت سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا یہ معلوم ہوتا ہے کہ نجد و برطانیہ کے درمیان کوئی نہ کوئی معاہدہ ضرور ہے اور اس کی دفعات میں یہ بھی ہے کہ سلطان نجد اپنی مملکت کی زمین کا کوئی حصہ دوسری قوم کے ہاتھ فروخت نہیں کر سکتے اور نہ کوئی امتیاز یا حق کسی غیر انگریزی قوم کو دے سکتے ہیں نیز وہ کسی غیر سلطنت سے کوئی معاہدہ برطانیہ کی بغیر اطلاع نہیں کر سکتے، پھر اسی میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

ہم نے ان (ابراہیم بن محمد بن معمر نجدی جو چند سال پہلے سلطان نجد کے سیکرٹری رہ چکے ہیں) سے نجد و برطانیہ کے معاہدہ کے متعلق سوال کیا انہوں نے اس معاہدہ کے وجود کو تسلیم کیا۔ وفد خدام الحرمین نے اطلاع دی ہے ہم نے ہر دو انگریزی نجدی معاہدوں کے جن میں پہلا ۱۹۱۶ء میں ہوا تھا دکھائے جانے کا مطالبہ کیا۔ حافظ ابن وہبہ (وزیر ابن سعود) نے تسلیم کیا کہ جو کچھ شائع ہوا درست ہے۔

اب جدید معاہدہ مقام بحرہ میں (جو مکہ مکرمہ اور جدہ کے درمیان ہے) کیا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے یہ معاہدہ جو سلطان ابن سعود اور جنرل

کلیٹن کے درمیان ہوا ہے اس کا نفاذ کسی توقف یا منظوری کا محتاج نہیں ابن سعود تسلیم کرتا ہے کہ اس کو حق نہ ہوگا کہ وہ دول خارجہ سے تعلق پیدا کرے یہ حق صرف انگلستان کو ہوگا کہ وہ نجد کے حقوق و فوائد کی ممالک خارجہ سے حتیٰ کہ شام سے بھی نگرانی کرے۔ انگلستان کا ایک ریذیڈنٹ ابن سعود کے قصر شاہی میں رہا کرے گا۔ سلطان ابن سعود اس سے دست بردار ہوتے ہیں کہ وہ نجد کا کوئی نمائیدہ لندن میں رکھیں کیونکہ ان کے پاس ایسا کوئی شخص نہیں جو اس منصب کے قابل ہو۔ اب کہاں ہیں نجدی پرست اخبار اور کیٹیاں جو ابن سعود کو غازی و مجاہد فی سبیل اللہ کے القاب سے یاد کرتے اور کہتے تھے کہ وہ تو حرمین کو غیر مسلم اثر سے پاک کرنے اور شریف حسین کو جو برطانیہ کے زیر اقتدار ہے خارج کرنے کے لیے اٹھا ہے اب دیکھیں کہ ان کے خانہ ساز اور فرضی غازی نے کیسی شنیع اور قبیح حرکتیں کیں کیسے ذلیل و مذموم افعال و اعمال کا ارتکاب کیا اور کس طرح برطانیہ کا کمترین غلام ہے۔

کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے آخر وصیت

(اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب) کی تعمیل اب ضروری نہیں، کیا ابن سعود کا اثر بالواسطہ غیر مسلم اقتدار نہیں کیا ابن سعود کے سب اقوال جھوٹے ثابت نہ ہوئے کیا اس کا یہ کہنا کہ میں حجاز کو نصاریٰ کے اقتدار سے پاک کرنا چاہتا ہوں اور میرا کام صرف یہ ہے کہ شریف حسین کو یہاں سے علیحدہ کردوں، محض فریب نہ تھا۔ ہم یہاں ابن سعود کے بعض جملے نقل کرتے ہیں۔ ۲۰ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۴ھ کو ابن سعود نے جو پیغام حکومت ہند کے نام روانہ کیا اس میں لکھا:

آپ کا خط جو مسلمان ممبرانِ مجلس واضعانِ قانونِ ہند کے تار پر مشتمل تھا موصول ہوا ہم نے روضۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیز ہر اس چیز کا جس کی بے توجہی یا اذیت پہنچانے سے مسلمان دین سے خارج اور مرتد ہوجاتا ہے اسی طرح کافی اہتمام کیا ہے جیسا مسلمان کر سکتے ہیں. تمامی عمارات و آثار قدیمہ کی اسی طور سے حفاظت کی گئی ہے جس طرح مسلمان کر سکتا ہے. یقین جانئے کہ کوئی حادثہ مدینہ منورہ میں اس قسم کا واقع نہیں ہوا جس طرح دشمنوں نے مشتہر کر رکھا ہے.

ہرگز ہماری قوم کا ارادہ حرمین شریفین پر تسلط کرنے کا نہیں ہمارے ارادے اعلائے کلمۃ الحق و نشر سُنّتِ نبوی کے سوا نہیں ہم اسی طرح اپنے عہد پر قائم ہیں جیسا اللہ اور مسلمانوں سے کر چکے ہیں ہم مسلمانانِ عالم اور علماء محققین کے مقاصد سے باہر نہیں ہو سکتے.

موتمر اسلامی بُلانے حجاز میں جمہوریت قائم کرنے مسلمانانِ عالم کے فیصلہ پر معاملات حجاز چھوڑنے کا وعدہ کیا تھا لیکن جدّہ میں داخل ہونے کے بعد اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا ہم تو پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ ابن سعود کے یہ وعدے فقط فریب دینے کے لیے ہیں ہم نے رسالہ "حرمین شریفین اور روائے نجد" میں اول ہی لکھ دیا تھا کہ ہمیں ابن سعود کے تمام اقوال اور وعدے سُراب اور محض نمائشی نظر آتے ہیں غیر مقلدین نے اگر ان اقوال اور دعاوے کو معاذ اللہ وحی آسمانی سمجھا اور بتایا تو تعجب نہیں. تعجب اور سخت تعجب یہ ہے کہ بعض سُنّی یا مدعیانِ سُنّیت حضرات نے بھی ان ابلہ فریب دعووں اور وعدوں پر یقین کر کے دھوکہ کھایا یا مسلمانوں کو دھوکا دیا.

(ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب اکثر مسلمان نجدیوں کے عقائد اور صحیح حالات سے باخبر ہو گئے اور حجازِ مقدس میں ان کے تغلب اور جابرانہ تسلط کے مخالف ہیں۔ بہ استثنائے معدودے چند بندگانِ زر ایمان فروشوں کے خلافت کمیٹی بھی انکی حکومتِ حرمین کے خلاف ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد خاتم النبیین والہ وصحبہ الطیبین الطاھرین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

ضمیمہ فائدہ عظیمہ

یہاں یہ تذکرہ ضروری ہے کہ انہدام مقاماتِ متبرکہ کے متعلق ابن سعود کی طرف سے یہ بھی عذر کیا گیا تھا کہ قصداً ایسا نہیں کیا گیا بلکہ بعض ناواقف فوج والوں سے یہ فعل سرزد ہو گیا ہے جس کا تدارک کر دیا جائے گا اور وہ مقدس مقامات دوبارہ تعمیر کرا دیئے جائیں گے، مگر یہ عُذر و وعدہ بھی غلط ثابت ہوا۔ اعلیحضرت تاجدارِ دکن سلطان العلوم نظام الملک میر عثمان علی خان آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ نے اپنے بعض مخصوص ارکان دولت کو حرمین شریفین روانہ کیا کہ وہ وہاں جاکر تخمینہ کریں کہ کس قدر صرفہ ہو گا تاکہ خزانہ عامرہ سے مقاماتِ متبرکہ تعمیر کر دیئے جائیں، لیکن اہلِ نجد نے بھی اس سے بھی انکار کیا۔ امید ہے کہ حضور نظام کا یہ مبارک ارادہ انشاءاللہ تعالیٰ کسی نہ کسی وقت کامیاب ہو کر رہے گا۔

آمین بجاہ سید المرسلین ؐ

سگِ راہِ غبارِ مدینہ: صوفی اصغر علی۔ ۱۴ اگست ۱۹۹۸ء

بمارأه المسلمون حسنا

جس فعل کو مسلمان اچھا جانتے ہیں

فهو عند الله حسن ۔ وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے

ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب

جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی عظمت کرے تو بیشک یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے

الحمد للہ کہ رسالہ لاجواب

در تحقیق جواز بنائے قباب و حرمت ہدم قباب یعنی

كَشْفُ الْحِجَابِ عَنْ مَسْئَلَةِ الْبِنَاءِ وَالْقُبَابِ

از عالم حقانی طبیب روحانی آیۃ من آیات اللہ مفتی اہل السنۃ

حضرت مولانا مولوی محمد مظہر اللہ صاحب نقشبندی مجددی دہلوی امام مسجد

فتح پوری دہلی۔ حسب فرمائش جناب حکیم محمد اسحاق صاحب ایڈیٹر

اخبار مبلغ و ناظم جمعیۃ خدام الحرمین دہلی

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عامہ مقابر مسلمین یا اپنی مملوکہ زمین میں عام مومنین یا اُمرا و سلاطین یا انبیاء و مرسلین صحابہ و تابعین، علماء و صلحاء و سادات معظمین کے مزارات پر قبہ بنانا خواہ برائے تکبر و تفاخر ہو خواہ بغرض اظہار عظمت دینی وغیرہ اغراض صحیحہ شرعیہ کے سو، مطلقاً حرام و مکروہ ہے، یا ان کے حکم میں کچھ تفصیل ہے، نیز قبروں کے توڑنے کا حکم اس حدیث شریف میں وارد ہوا ہے وہ کن کی قبور تھیں، مومنین کی یا کافرین کی۔

عَنْ اَبِی الْہَیَّاجِ الْاَسَدِیْ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَهٗ (رواہ مسلم)

ابو ہیاج اسدی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو اُس فعل کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیجا تھا، (حضور نے یہ حکم دیا تھا) کہ ہر مورت بغیر مٹائے اور ہر بلند قبر بغیر برابر کیے نہ چھوڑنا۔

قبر مربع یا بصورت کوہان شتر بنانی چاہیے اور بلندی قبر کا ادنیٰ درجہ کس قدر ہے۔ بینوا و توجروا۔

المستفتیان اراکین جمعیۃ خدام الحرمین

الجواب وہو الموفق للصواب

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الانبیاء محمدن المجتبیٰ وآلہ المرتجیٰ؛

اَمّا بَعْدُ قبروں پر قبہ وغیرہ بنانا علی الاطلاق حرام نہیں حرمت کے لیے نص قطعی درکار ہے اور یہاں کوئی ایسی نص موجود نہیں جس سے اس کی حرمت ثابت ہو البتہ اخبار احاد میں اس کی ممانعت کی جانب ضرور اشارہ پایا جاتا ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے :-

قال نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر چونا گچ کرنے اور اس پر بنا کرنے اور اس پر بیٹھنے سے ممانعت فرمائی ۔

لیکن شارحین نے اس حدیث کے مختلف معنی بیان فرمائے ہیں بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ خیمہ ہے جس کو زمانہ جاہلیت کے کفار اپنے مُردوں کی قبروں پر نصب کرتے تھے ۔ قاضی خاں میں ہے :-

قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبر فی دیارنا انتھی ما فیہ وبکذا فی البحر۔

علماء نے فرمایا کہ حدیث میں بنا سے مراد وہ خیمہ ہے جو ہمارے ملک میں قبروں پر نصب کیا جاتا ہے ۔

وقال التوربشتی رکڑا البنای لانہ من ضیع اھل الجاھلیۃ ای کانوا یظللون علی المیت الی سنۃ ۔ انتھی ما فی المرقات۔

علامہ توربشتی نے فرمایا کہ قبر پر بنا اس لیے مکروہ ہے کہ وہ مشرکین کے افعال سے ہے یعنی اُن کا طریقہ تھا کہ وہ ایک سال تک مردہ پر سایہ کرتے تھے۔

بعض نے فرمایا کہ عین قبر پر مقدار شرعی سے زیادہ کرنا مراد ہے تو گویا کہ انہوں نے اس بناء کو قبر مشرف پر محمول کیا ہے جس کا اہل کتاب میں دستور تھا۔ درمختار میں اور اس کے حاشیہ ردالمختار میں ہے :-

ویھال التراب علیہ وتکرہ الزیادۃ علیہ لانہ بمنزلۃ

اور قبر پر مٹی ڈالی جائے اور جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس پر زیادتی کرنا مکروہ

البناء لما صح عن جابر قال نهى رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ انتھی۔

ہے اس لیے کہ وہ بھی بمنزلۂ بناء کے ہے اور یہ کراہت بوجہ اُس حدیث کے ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحت کو پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر کو چونہ گچ کرنے اور اس پر بناء کرنے سے ممانعت فرمائی ہے:

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:۔

ویسنم ندبا وفی الظهیریه وجوبا قدر شبر وهو مقتضی النهی المذکور ویؤیده ما فی البدائع من التعلیل بانه من صنیع اهل الکتاب والتشبه بهم فیما منه بد مکروه اه لکن فی النهر ان الاول اولی قلت ولعل وجهه شبهة الاختلاف. انتهی.

اور قبر کو اُن شتر کی صورت میں بقدر ایک بالشت اونچی کی جاوے از راہ استحباب اور ظہیریہ میں کہا کہ اُس قدر اونچی بنائی جاوے رشامی نے کہا کہ) نہی مذکور یعنی حدیث جابر کا اقتضا بھی وجوب ہے اور اس کی تائید اس تعلیل سے ہوتی ہے جو بدائع میں مذکور ہے کہ قبر کا اونچا کرنا اہل کتاب کے افعال سے ہے اور اہل کتاب سے اُن امور میں تشبہ کرنا جن میں ناچاری نہیں مکروہ ہے (بدائع کی عبارت ختم ہوئی، لیکن نہر الفائق میں کہا کہ قول اول یعنی یہ قول کہ قبر کا بقدر ایک بالشت کے اونچا کرنا مستحب ہے) اولیٰ ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ شاید اختلاف کی وجہ سے شبہ کا واقع ہو جانا ہے۔

حاشیہ ابو داؤد میں ہے:۔

مُشْرِفًا بکسر الراء من اشرف اذا ارتفع وهو الذی بنی

مشرفاً بکسر احرف رے، اشرف سے مشتق ہے جو بمعنی ارتفع (بلند ہوا)

علیہ حتی ارتفع۔ انتہی

اور مشرف وہ قبر ہے جس پر بناء کی جائے یہاں تک کہ اونچی ہو جائے؛

اور بعد امعان نظر یہی احتمال او جہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث پاک میں نفس قبر ہی کے متعلق احکام بیان فرمائے گئے ہیں کہ قبر پر چونہ گچی نہ کی جائے اور یہ زینت ہے اور قبر محل زینت نہیں اس پر اینٹ پتھر سے چنائی کر کے اونچا نہ کیا جائے کہ یہ بے فائدہ ہے دوسرے یہ اہل کتاب کا بھی طریقہ ہے اور بے ضرورت اُن کا طریقہ اختیار کرنا مکروہ ہے، اس پر بیٹھا نہ جائے کہ ان میں صاحب قبر کی اہانت ہے اور اس کو ایذا دینا ہے بعض نے فرمایا کہ یہ حدیث ان دونوں معنی کا احتمال رکھتی ہے۔

قال التوربشتی یحتمل وجہین احدھما البناء علی القبر بالحجارۃ وما یجری مجراھا والاخران یضرب علیہا خباء ونحوہ۔ انتہی

تورپشتی نے کہا ہے کہ نہی کی حدیث میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ قبر کے اوپر پتھر اور پتھر کے مثل (اینٹ و مٹی وغیرہ) سے بنا کرنا، دوسرے یہ کہ خیمہ اور خیمہ کے مثل دوسری چیز نصب کرنا؛

بعض نے اس کے ساتھ بنائے حجرہ کا احتمال بھی شامل فرمایا۔

مجمع البحار میں ہے:-

نھی ان یجصص وان یکتب علیہا وان یبنی علیہا تجصیص القبور مکروہ وکذا البناء وھو ان یبنی علیہا بحجارۃ ونحوہ وان یضرب علیہا خیمۃ اویبنی علیہا بیت۔ انتہی

آنحضرت نے قبر پر گچ کرنے اور لکھنے اور بنا کرنے سے منع فرمایا، قبروں پر گچ کرنا مکروہ ہے نیز بنا کرنا بھی مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس قبر پر پتھر اور پتھر کے مثل دوسری چیز سے بنا کی جائے اور اس پر خیمہ نصب

کیا جائے یا قبر پر گھر بنایا جائے :

پھر اس کے ساتھ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے شاید قبر پر مکان مسکونہ بنانے کی ممانعت مراد ہو کہ اس میں اہانت صاحب قبر کے علاوہ اُس کے حق کا تلف کرنا بھی ہے۔ چنانچہ فقہائے کرام نے جہاں قبور کے اوپر مکان مسکونہ کی بناء کو مکروہ فرمایا ہے وہاں اسی دلیل سے استدلال فرمایا ہے غرض کہ جب اس حدیث پاک کے معنی میں اس قدر احتمالات موجود ہیں تو یہ بات بھی صاف ہو گئی کہ یہ حدیث پاک قطعی الدلالۃ بھی نہیں اب جب یہ معلوم ہو چکا کہ یہ حدیث نہ قطعی الثبوت ہے نہ قطعی الدلالت تو اس سے حرمت تو درکنار کراہت تحریمی بھی ثابت نہیں ہوتی بعض الناس فی دفع الوسواس میں ہے :-

ثم الادلہ اربعۃ انواع اولہا قطعی الثبوت والدلالۃ کالنصوص المتواترۃ المحکمۃ وثانیہا قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ کالایات المؤولۃ وثالثہا ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ کالاخبار التی مفہومہا قطعی ورابعہا ظنی الثبوت والدلالۃ کالاخبار التی مفہومہا ظنی فبالاول یثبت الفرض والحرام وبالثانی والثالث یثبت الوجوب و کراھۃ التحریم وبالرابع یثبت السنۃ والاستحباب وکراھۃ التنزیھی لیکون ثبوت

دلیل کی چار قسمیں ہیں اوّل وہ دلیل جس کا ثبوت اور دلالت قطعی ہو مثلاً نصوص متواترہ محکمہ دوم وہ دلیل جس کا ثبوت قطعی اور دلالت ظنی ہو مثلاً تاویل کردہ آیتیں، سوم وہ دلیل جس کا ثبوت ظنی اور دلالت قطعی ہو مثلاً وہ حدیثیں جن کے مفہوم قطعی ہیں، چہارم وہ دلیل جس کا ثبوت ظنی اور دلالت بھی ظنی ہو مثلاً وہ احادیث جن کے مفہوم ظنی ہیں، پہلی حدیث سے فرض و حرام، دوسری و تیسری دلیل سے وجوب و کراہت تحریمی اور چوتھی حدیث سے سنت و استحباب اور اور کراہت تنزیہی بھی ثابت ہوتی ہے تاکہ

الحکم بقدر دلیلہ۔ انتہی | حکم کا ثبوت دلیل کے موافق ہو:

غرض کہ ثابت ہو گیا کہ اس حدیث پاک سے حرمت یا کراہت تحریمی بناء علی القبور کی ثابت نہیں ہوتی اب یہاں یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب حدیث سے اس میں کراہت تحریمی ثابت نہیں ہوتی تو پھر ہمارے بعض فقہاء اس پر حرمت یا کراہت تحریمی کا کیوں حکم فرماتے ہیں یہاں تک کہ بعض علماء امامنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس میں کراہت کی روایت پیش کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو امام صاحب سے جو روایت آئی ہے اُس کا حال معلوم نہیں کہ اُس کا ماخذ کونسی کتاب ہے اور وہ کتاب کتب ظاہر الروایت سے ہے یا غیر ظاہر الروایت سے پھر وہ الفاظ کیا ہیں جو حضرت امام صاحب سے روایت کیے گئے پس جب تک ان تمام امور کا علم نہ ہو اس کی صحت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا پھر اگر اس کی صحت تسلیم بھی کر لی جاوے تو اس میں بھی وہ تمام احتمالات نکلتے ہیں جو حدیث پاک کی شرح میں گزرے بلکہ بعض فقہاء کے کلام سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد اس بناء سے وہی بناء مراد ہے جو نفس قبر پر کی جائے نہ وہ جو قبر کے گرد اگرد ہو اور یہ بات ہر اُس شخص پر جو عبارات فقہاء کے سیاق پر غور کرے گا پوشیدہ نہ رہے گی۔ غرض قبور پر ہر بناء (کہ خواہ نفس قبر پر ہو یا اس کے ارد گرد اور خواہ تفاخر و مباحات کے لیے ہو یا کسی غرض صحیح کے لیے اور خواہ مسقف ہو یا غیر مسقف اور خواہ سکونت کے لیے ہو یا زائرین کے آرام پہنچانے کے لیے اور خواہ مقام قبر کے گھیرنے کی غرض سے ہو یا کسی اور مصلحت کے لیے) بہر حال ممنوع نہیں، نہ اس طرح کی ممانعت حدیث پاک کا منشا ہے نہ فقہائے کرام کا مسلک، پھر غرض صحیح کے لیے مسقف عمارت کی بناء کی تو خود قرآن کریم کی نص سے اصحاب کہف کی خواب گاہوں پر ثابت ہے لقولہ تعالیٰ:

قال الذین غلبوا علیٰ امرھم | بیدروس مسلم بادشاہ اور اُس کے

لنتخذن علیهم مسجدا و قال فی الجلالین فی تفسیر ھذہ الایۃ ای یصلی فیہ وفعل ذالک علی باب الکھف انتھی وقال فی المدارک یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانھم۔

مسلمان مصاحبوں نے (جو غلبہ پائے ہوتے تھے) کہا کہ ہم ضرور بالضرور ان کی خواب گاہوں پر مسجد بنائیں گے۔ جلالین میں کہا تاکہ اُس میں نماز پڑھی جائے (پس وہ اپنے ارادے میں غالب آئے) اور کہف پر مسجد بنائی گئی اور مدارک میں فرمایا کہ یہ مسجد نماز پڑھنے اور اصحاب کہف کے مبارک مکان سے برکت حاصل کرنے کے لیے بنائی :

پس ثابت ہوگیا کہ قبور پر مطلق بنا مباح الاصل ہے، حدیثِ پاک اور ائمہ کرام کے کلام میں اگر اس کی ممانعت ہے تو کسی عارضی قبح اور خارجی علت کی وجہ سے ہے۔ شراح عظام وفقہائے کرام نے جب اس میں غور فرمایا تو چند علتیں پائیں لہذا انہوں نے اُن ہی علتوں پر اس کے حکم کا مدار رکھا۔ اگر ایسی علت پائی جو تحریم کو مقتضی تھی تو ایسی صورت میں اُس بناء کو حرام فرمایا اور اگر ایسی علت پائی جو کراہت کو چاہتی تھی تو اس صورت میں مکروہ فرمایا لیکن جب ان علتوں میں سے کوئی علت نہ پائی تو ایسی حالت میں مباح فرمایا لانہ لا قبح فی ذاتہ، (کیونکہ ذات میں کوئی قبح نہیں ہے) اُن علتوں میں سے جو حرمت یا کراہت کی مقتضی ہیں شراحِ حدیث نے اور اُن فقہاء نے (جو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی مراد بیان کرتے ہوئے ہیں) ایک یہ علت بیان فرمائی کہ اس میں تفاخر ہے اور تفاخر حرام ہے نیز ان میں زینت بھی ہے اور میت کو زینت کی کیا حاجت پس اس میں سراسر تضییع مال ہے۔ شارح مسلم اکمال میں فرماتے ہیں :۔

اما البناء علی القبور بالرخام ونحوہ للمباھاۃ والزینۃ فقال

قبروں پر سنگ رخام اور اسی کی مثل دیگر پتھروں سے فخر اور زینت کے لیے

بن بشیر لیست القبور موضع زینة ولا مباهاة والبناء علیها بشئ من ذالک حرام وان کان لحوز الموضع وتمییزہ فجائز۔ انتہی

بناء کرنے کے متعلق ابن بشیر نے کہا کہ قبریں زیبائش اور فخر کے مقام نہیں ہیں، لہٰذا اس قسم کی چیزوں سے ان پر بنا کرنا حرام ہے، لیکن اگر قبر کی جگہ کو گھیرنے اور ممتاز کرنے کے لیے بنا ہو تو جائز ہے:

اور علامہ حسن شرنبلالی نے فرمایا:

یحرم البناء علیه المزینة انتہی وفی الأمّ قال الشافعی واحب ان لا یبنی ولا یجصص فان ذالک یشبه المزینة والخیلاء ولیس الموت موضع واحد منهما انتہی ما فیه.

زینت کے واسطے قبر پر بناء کرنا حرام ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اُم" میں فرماتے ہیں، میں قبر پر بنا اور گچ کرنے کو پسند نہیں کرتا کیونکہ یہ زینت یعنی تفاخر اور غرور کے مشابہ ہے اور موت زینت کا مقام نہیں ہے:

دوسری علت یہ بیان فرمائی کہ یہ مشرکین کی عادت سے تھا کہ وہ اپنے مُردوں کی قبروں پر ایک سال تک خیمہ نصب کرتے تھے تاکہ قبر پر سایہ رہے۔ پس چونکہ اس سایہ سے مُردہ کو کچھ فائدہ نہ تھا محض کفار کی تقلید تھی لہٰذا ممانعت فرما دی گئی:۔

ثم قال التوربشتی ولانه من صنیع اهل الجاهلیة ای کانوا یظللون علی المیت الی سنة. انتہی ما فی المرقات.

توربشتی کا قول ہے کہ قبر پر خیمہ نصب کرنا زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا فعل ہے وہ لوگ ایک سال تک مُردہ پر سایہ کرتے تھے:

تیسری علت یہ بیان فرمائی کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں:۔

قال التوربشتی یحتمل وجہین احدھما البناء علی القبر بالحجارۃ وما یجری مجراھا والاٰخران یضرب علیھا خباء ونحوہ وکلاھما منھی لعدم الفائدۃ فیہ۔ انتھی

توربشتی نے کہا کہ نہی کی حدیث میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ قبر کے اوپر پتھر اور اس کے مانند سے بناء کرنا دوسرے یہ کہ خیمہ اور خیمہ کے مثل دوسری چیز نصب کرنا اور دونوں باتیں بے فائدہ ہونے کی وجہ سے منع ہیں؛

پس معلوم ہوا کہ ان علتوں کے وجود کے وقت قبر پہ بناء یا حرام ہوگی یا مکروہ پھر کراہت میں بھی علماء کا اختلاف ہے اور جمہور علماء اس پر ہیں کہ بناء میں کراہت تنزیہی ہے:۔

قال فی سُبُل السلام وذھب الجمھور الی ان النھی فی البناء والتجصیص للتنزیہ والقعود للتحریم۔ انتھی

"سُبُل السلام" میں ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ قبر پہ بناء کرنے اور گچ کرنے کی نہی تنزیہی ہے اور قبر پہ بیٹھنے کی نہی تحریمی ہے؛

لیکن جبھی کہ جب اپنی ملک میں کوئی بناء کرے ورنہ اگر ایسے قبرستان میں بناء کرے گا جس سے عامہ مومنین کا حق متعلق ہے تب بھی یہ بناء حرام ہوگی۔

مرقات میں ہے:۔

والنھی فی البناء للکراھۃ ان کان فی ملکہ وللحرمۃ فی المُسَبَّلۃ۔ انتھی

اگر بنا ملک بانی میں ہے تو بناء کی نہی کراہت کیلئے ہے۔ اگر بنا مسبلہ یعنی موقوفہ قبرستان میں ہے تو تحریم کیلئے ہے؛

الحاصل مذکورہ صورتوں میں تو قبر پہ بناء حرام یا مکروہ ہے لیکن مذکورہ علتیں اگر نہ پائی جائیں اور کوئی شخص اپنی ملک میں کسی فائدہ کی غرض سے قبر پہ بناء کرے تو بلا کراہت جائز ہوگا چنانچہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علت عدم فائدہ علامہ توربشتی سے نقل کرنے کے بعد اس پر تصریح فرمائی:۔

حیث قال قلت فیستفا منه اذا کانت الخیمة لفائدة مثل ان یقعد القراء تحتها فلا تکون منہیة۔ انتهی

تورپشتی نے کہا کہ قبر پہ بناء کرنا بے فائدہ ہے، اس قول سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ خیمہ کا نصب کرنا کسی فائدہ کے لیے ہو مثلاً یہ کہ خیمہ کے نیچے قاری بیٹھ کر ختم قرآن کریں یہ ممنوع نہیں ؛

صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی اسی پر عمل رہا کہ جب کوئی فائدہ دیکھا تو خود قبر پر خیمہ نصب فرمایا اور جس وقت اس میں کوئی فائدہ نظر نہ آیا منع فرمایا بلکہ خود ایسے خیمہ کو علیحدہ کرا دیا۔ چنانچہ بخاری میں ہے :-

ولما مات الحسن بن علی ضربت امرأته القبة علی قبرہ وقال العینی وضرب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه علی قبر زینب بنت حجش وضربت عائشة علی قبر اخیها فنزعه ابن عمر وضربه محمد بن الحنفیة علی قبر ابن عباس.

جب حضرت حسن کی وفات ہوئی آپ کی بیوی نے آپ کی قبر پر خیمہ مثل قبہ نصب کیا، اور عینی نے کہا کہ حضرت عمر نے زینب بنت حجش کی قبر پر نصب کیا اور حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کی قبر پر خیمہ نصب کیا جس کو ابن عمر نے وجہ ضرورت نہ دیکھی تو کھلوا دیا، محمد بن حنفیہ نے حضرت ابن عباس کی قبر پر خیمہ نصب کیا ؛

شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی جذب القلوب میں فرماتے ہیں : -

در خبر است کہ چوں عقیل بن ابی طالب چاہے در دا خود حفر کرد ازاں جا سنگے برآمد کہ در وے نوشتہ اند قبرم حبیبہ بنت صخر بن حرب عقیل آں چاہ را انباشت و عمارتے بالائے قبر بنا کردہ بہ سنودی گوید روایات ہمہ ناظر اند وآں کہ قبور امہات المومنین در ہمیں جا باشد کہ الآن زیارت ایشاں می کنند۔ انتہی

الغرض بنائے فوق القبر کی ممانعت جبھی ہے کہ جب بغرض نیت صالح نہ ہو یا قبرستانِ موقوفہ میں ہو کہ جس سے لوگوں پر تنگی ہو پس اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو پھر بلا کراہت جائز ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ صلحائے اُمتِ خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کے مزاراتِ مقدسہ پر جو قبے بنے ہوتے ہیں ان میں کوئی غرض صالح پائی جاتی ہے یا نہیں یا ان کے بانیوں کی غرض اس سے محض تفاخر ہی تھا پس جب ہم اس میں غرض صالح موجود پاتے ہیں تو یہ ہرگز نہیں گمان کر سکتے کہ تفاخر ان کی بناء ہوتی کہ ظنوا المومنین خیرا۔ اور غرض صالح یہاں یہ ہے کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اصحاب باطن یہاں حاضر ہو کر فیض یاب ہوں اور یہ دونوں باتیں اہل سنت کے نزدیک جائز ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

"از اولیائے مدفونین انتفاع جاری است"

اور نواب قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مظاہر الحق میں فرماتے ہیں:۔

"تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے ہے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ ان کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بےشمار ہیں" انتہی

دار المختار میں امام غزالی سے ہے:۔

انھم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالیٰ ونفع الزائرین بحسب معارفھم واسرارھم۔ انتھی۔

اولیاء اللہ قرب باری تعالیٰ اور اپنے زیارت کرنیوالوں کو نفع پہنچانے میں اپنی معرفت اور رموز کے لحاظ سے متفاوت درجہ رکھتے ہیں:

دوسری غرض عوام کی نظروں میں صاحبِ قبر کی عظمت ڈالنا ہے تاکہ لوگ صاحبِ قبر کے مرتبے کے موافق اس مقام کے آداب کا لحاظ رکھیں اور اس کی اہانت سے باز رہیں کہ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ میت مسلم کی حرمت و عزت کا اسی قدر لحاظ رکھا جائے گا جیسا کہ اس کی زندگی میں رکھا جاتا تھا چنانچہ حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :۔

کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھم فواللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر۔	میں اس مکان میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد امہات رونق افروز تھے. جاتی تھی اور چادر، دوپٹہ جسم پر نہ ہوتا اور میں یہ کہتی کہ ایک میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے باپ ہیں جب حضرت عمر اس مقام میں دفن کیے گئے تو بخدا جب میں وہاں

آتی تو کپڑوں میں لپٹی ہوتی حضرت عمر کا لحاظ کرنے کی وجہ سے۔

اس حدیث کے تحت میں نواب قطب الدین خاں صاحب فرماتے ہیں کہ :۔

اس میں دلیل ہے اس پر کہ لحاظ میت کا کرے وقت زیارت کے مانند لحاظ اس کے کہ حالت حیات اس کی ہیں۔ انتہی بلفظہ

علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں :۔

الاتفاق علی ان حرمۃ المسلم میتا کحرمتہ حیا۔ انتھی	تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ مسلم میت کی عزت اور اس کا احترام زندگی کی حالت کے عزت و احترام کیطرح کرنا چاہیے

پس ثابت ہو گیا کہ اہل اللہ کے مزارات مقدسہ پر بے فائدہ عمارات نہیں بنائی گئیں، یہی وجہ ہے کہ علماء نے بناء علی القبر کی کراہت پر بحث کرنے کے بعد انبیاء وصالحین کے مزارات مقدسہ کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیا اور صاف فرما دیا کہ ان کے مزارات پر مکان کی بناء جائز ہے کہ یہاں بے فائدہ نہیں ہے،

تنویر الابصار میں ہے :۔

ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وھو المختار۔	قبر پر کہگل نہ کی جائے اور نہ اس پر بناء بلند بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ

وقال فی الرد المختار فی الاحکام عن الجامع الفتاوی وقیل لا یکرہ اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات قلت لکن ھذا فی غیر المقابر المسبلة کما لا یخفی انتہی ما فیہ۔

بناء بلند بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ مختار مذہب ہے اور احکام میں جامع الفتاویٰ سے منقول ہے کہا گیا ہے کہ بناء قبر پر مکروہ نہیں ہے جب میت مشائخ اور علماء وسادات میں سے ہو میں کہتا ہوں کہ غیر مکروہ جب ہے کہ جب مقابر غیر مسبلہ میں ہو اور یہ بات ظاہر ہے ؛

(تنبیہ) یہاں سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ شافعی کے اس قول (اما ابنیاء فلما او من اختار جوازہ) کا مطلب یہی ہے کہ مطلق بناء کو جائز بتلانا صحیح نہیں جیسا کہ صاحب تنویر کے ظاہر کلام کا مفہوم ہے کیونکہ موقوفہ زمین میں بناء کے جواز کا کوئی قائل نہیں۔

اور بحر میں تفسیر روح البیان سے نقل فرمایا:۔

قال الشیخ عبدالغنی النابلسی فی کشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصتہ ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمی سنة فبناء القباب علی قبور الاولیاء والعلماء والصلحاء امر جائز انتہی وقال العلامة الباجوری فی حاشیتہ نعم استثناھا بعضھم للانبیاء والشھداء والصالحین ونحوھم۔ انتہی

کتاب "کشف النور عن اصحاب القبور" میں شیخ عبدالغنی نابلسی نے کہا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بدعت حسنہ جو مقصود شرع کے موافق ہو وہ سنت کہی جاتی ہے لہذا اولیاء علماء اور صلحاء کی قبروں پر قبوں کا بنانا جائز ہے اور علامہ باجوری نے شرح ابن قاسم پر اپنے حاشیہ میں کہا، ہاں بعضوں نے انبیاء شہداء صلحاء اور ان کے امثال کی قبروں پر قبوں کے بنانے کو حدیث النہی سے مستثنیٰ کر لیا ہے ؛

اور مجمع البحار میں ہے :-

وقد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء والاولیاء والعلماء لیزور الناس ویستریحون فیہ انتہی

بلاشک سلف صالحین نے فضلاء و اولیاء علماء کی قبروں پر بناء کرنے کو مباح رکھا ہے تاکہ لوگ زیارت کرنے آئیں :

اسی طرح مرقات شریف میں ملا علی قاری علامہ توربشتی سے نقل فرماتے ہیں :-

وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین لیزورہم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ ۔ انتہی

اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں :-

در آخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ و عظماء دیدہ چیزہا افزودند تا آن جا ہیبت وشوکت اہل اسلام وارباب صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہندوستان کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند و ترویج و اعلائے شان این مقامات باعث رعب وانقیاد ایشان است وبسا اعمال افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ در آخر زمان از مستحبات گشتہ ۔ انتہی

الحاصل جن احادیث و روایات میں مطلق بناء کی ممانعت وارد ہے وہاں وہی بناء مراد ہے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو محض تفاخر کی راہ سے بنائی گئی ہو جیسا کہ پچھلے زمانے کے سلاطین میں ان کا رواج تھا اور اس وقت بھی بعض لوگ عوام کی قبور پر عمارتیں بناتے ہیں، پس چونکہ ان میں وہ فائدہ نظر نہیں آتا جو اہل اللہ کے مزارات سے متصور ہے لہذا ان کو ممانعت کی جائے

گی مطلقاً ہرگز نہ کی جائے گی اور مطلقاً ممانعت کی بھی کیسے جا سکتی ہے کہ جب خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر حجرہ شریف رکھا گیا اور پھر حضرت عمر اور ان کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس پر بناء کی اور اُن کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرانے حجرہ شریف کو منہدم کرا کر از سر نو اس کی تعمیر کی اور کسی نے اُس پر انکار بھی نہ کیا تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مطلقاً ہر شخص کی قبر پر بناء ممنوع و حرام ہے اگر ایسا ہوتا تو صحابہ سے اس کا ارتکاب کیونکر ہو سکتا :-

قال عمرو بن دینار و عبید اللہ بن ابی یزید لم یکن علی عهد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم علی بیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم حائط فکان اول من بنی علیه جدارا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال عبید اللہ کان جدارا قصیرا ثم بناه عبد اللہ بن زبیر وزاد فیه وعن رجاء بن حیوة قال کتب الولید بن عبد الملک الی عمر بن عبد العزیز وکان قد اشتری حجر ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ان هدمها ووسّع بها المسجد فقعد عمر فی ناحیة ثم امر

عمرو بن دینار اور عبداللہ بن ابی یزید نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حجرہ نبویہ پر دیوار نہ تھی اولاً حضرت عمر نے (خشت خام سے) دیوار بنائی (عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر کی بنائی ہوئی دیوار چھوٹی تھی) پھر حضرت عبداللہ بن زبیر نے دیوار بنائی اور سابق دیوار میں اضافہ کیا۔ رجا بن حیوۃ سے منقول ہے کہ ولید بن عبدالملک (خلیفہ اموی) نے عمر بن عبدالعزیز (عامل مدینہ طیبہ) کو جو ازواج مطہرات کے حجروں کو خرید چکے تھے، لکھا کہ حجروں کو شہید کر کے مسجد کی توسیع کر دو، عمر بن عبدالعزیز ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور حجروں کے گرانے کا حکم دیا میں نے کسی رونے والے

بهدمها فما رأيت باكيا اكثر من يومئذ ثم بناه كما اراد فلما ان بنى البيت على القبر وهدم البيت الاول ظهرت القبور الثلاثة الخ (عيني)

کو اس زور سے زیادہ روتا ہوا نہیں دیکھا پھر جس طرح چاہا مسجد کو تعمیر کیا جب سابق مکان کو گرا کر قبر شریف پر نئی تعمیر شروع کی تو تینوں قبریں ظاہر ہو گئیں ؛

اور شاہ عبدالحق صاحب رحمہ اللہ محدث دہلوی جذب القلوب میں فرماتے ہیں :-

اما حجرہ منیفہ کہ حاوی قبور شریفہ است در اوّل حجرہ بود داخل بیت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از جرید نخل بر طبق سائر حجرات مصطفویہ و بعد ازاں کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ در مسجد زیارت کرد حجرہ را از خشت خام بنا کرد و تا زمان حدوث عمارت ولید ابن حجرہ ظاہر بود عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحکم ولید بن عبدالملک اں را ہدم کردہ بچی رہ منقوشہ برآوردہ و بر ظاہر آں خطیرہ دیگر بناء کردہ و در سنہ ثمان و ستین و ستمائۃ در دولت قلادون صالحی قبہ خضرا کہ بالائے خطیرہ شریفہ است بلند تر از سقف مسجد بطرز یکہ الآں موجود است با شباک نحاس بناء فرمودند انتہی ملتقطا۔

غرضیکہ ثابت ہو گیا کہ محبوبانِ الٰہی کے مزارات پر کسی قسم کی عمارت بنانا صرف اس لیے کہ زائرین اس کے سایہ سے فائدہ حاصل کریں مکروہ نہیں ، یہی سبب ہے کہ ایک زمانے سے اہلِ اسلام کا عمل شرقاً و غرباً اس پر ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزاراتِ مقدسہ پر عمارات رفیعہ بناء کرتے رہتے ہیں تاکہ مسلمان اُن کی زیارت کرنے والے آرام پائیں ، شارح مسلم اکمال میں فرماتے ہیں :

ولما صحح الحاكم في مستدركه احاديث النهي عن البناء والكتب قال وليس عليهما

حاکم نے مستدرک میں قبروں پر بناء کرنے اور لکھنے کی حدیثوں کی تصحیح کی تو یہ کہا کہ ان دونوں نہیوں پر عمل نہیں ہے ۔

العمل ۔ انتھی | (مطلب یہ ہے کہ احادیث نہی صحیح ہیں

بصحت اثری اور صحیح نہیں ہیں بصحت عملی کہ متروک العمل ہیں)

پھر فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں اور اس عمل میں تو تعارض ہی نہیں ہے:-

حیث قال لا یعارض تلك الاحادیث لامکان الجمع بان یحمل مافی الاحادیث علی البناء المشرف کما کانت الجاھلیۃ تفعل انتھی

چنانچہ کہا کہ عمل سلف صالحین نہی کی حدیثوں کے معارض و مخالف نہیں ہے کیونکہ دونوں میں تطبیق ممکن ہے صورت یہ ہے کہ بناء جو احادیث میں مذکور ہے اس کو بناء مشرف (بلند) پر محمول کیا جائے جیسا کہ عرب اپنے زمانہ میں کرتے تھے:

بحر الرائق میں ہے:-

ولا یرفع علیه بناء قالوا اراد به السفط الذی یجعل فی دیارنا علی القبر وقال فی الفتاوی الیوم اعتادوا السفط ولا باس بالتطیین انتھی ما فیه۔

قبر پر اونچی بناء نہ بنائی جائے علماء نے کہا کہ اونچی بناء سے مراد سفط ہے جو ہمارے ملک میں قبر پر رکھا جاتا ہے اور فتاویٰ میں کہا کہ اس زمانہ میں سفط بنانا مروج ہوگیا ہے اور قبر پر کہگل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے:

اگر حدیث مسلم پر تنقیدی نظر ڈالی جاوے تو اس میں بھی بہت کچھ گنجائش ہے کہ اس کے بعض رواۃ میں علماء نے کلام فرمایا ہے لیکن میں اس پر بحث نہیں کرتا ورنہ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ میں اس زمانے کے علماء کے لیے حدیث سے استدلال کرنا تو جائز جانتا ہوں اگر کلام ہے تو صرف اس میں کہ یہ حدیث حجت ہو سکتی ہے یا نہیں حالانکہ حدیث سے استدلال کرنا مجتہد ہی کا کام ہے غیر مجتہد تو لبا اوقات ضلالت کی دلدل میں پہنچاتا ہے امام اجل سفیٰن بن عینہ امام شافعی و امام احمد کے اُستاد اور امام بخاری و امام مسلم کے اُستاد الاستاد ارشاد فرماتے ہیں کہ الحدیث مضلۃ الا للفقہاء حدیث سخت گمراہی کا باعث ہے مگر مجتہدین کو علامہ ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں:-

يريد ان غيرهم قد يحمل الشئ على ظاهره وله تاويل من حديث غيره او دليل يخفى عليه او متروك اوجب تركه غير شئ مما لا يقوم به الا من استبحر وتفقه. انتهى

حضرت سفین کی مراد یہ ہے کہ غیر مجتہد کبھی کسی حدیث کے ظاہری معنی مراد لے لیتا ہے حالانکہ دوسری حدیثیں یا کوئی دلیل جو اس پر مخفی ہے پتہ دیتی ہیں کہ یہاں معنی مخفی مراد ہیں نہ ظاہری یا وہ حدیث متروک العمل ہے جس کے ترک کے لیے متعدد وجوہ مقتضی ہیں جن پر وہی شخص اطلاع پاسکتا ہے جو عالم متبحر اور مجتہد ہو:

پس غیر مجتہد تو اپنے مجتہد کے بتاتے ہوئے معنی پر عمل کرے گا اور اگر اس میں بھی کوئی خفا دیکھے گا تو فقہائے متقدمین کی تحقیق کی طرف رجوع لائے گا یا اُمت مرحومہ کا عمل دیکھے گا کہ کس پر ہے، جس پر عمل دیکھے گا اُس پر کاربند ہوگا سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں العمل اثبت من الاحادیث عمل علمائے ربانیین، حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے اس لیے کہ وہ ہم سے زیادہ اس میں نظر رکھنے والے ہیں اُن پر حدیث کے خلاف کرنے کا گمان نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں تک تو بنائے فوق القبر کی کراہت و عدم کراہت میں کلام تھا اب رہا یہ کہ ان کا انہدام کہاں تک جائز ہے تو اس میں اصلاً شک نہیں کہ اگر یہ متیقن ہو کہ یہ زمین موقوفہ عامہ میں بلا اجازت مستحقین بنایا گیا ہے تب اس کا انہدام جائز ہے ورنہ حرام ہے:۔

لاضاعة المال ولاهانة صاحب القبر وكلاهما حرام قال الشافعي في كتاب الأم فان كانت القبور في الارض يملكها الموتى في حياتهم او ورثتهم بعدهم

قبروں پر تعمیر ہو جانے کے بعد بوجہ نقصان مال و اہانت قبر ہدم ناجائز ہے کیونکہ مال کا ضائع کرنا اور صاحب قبر کی توہین کرنا حرام ہے۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ

لم يهدم شئ وانما يهدم ان هدم مالا يملكه احد فهدمه لئلا يحجر على الناس موضع القبر فلا يدفن فيه احد فيضيق ذلك بالناس انتهى مافيه وقال فى الاكمال وافتى ابن رشد بوجوب هدم ما يبنى فى مقابر المسلمين من السقائف والقبب والروضات والنعقش لربه قال فان كان فى ملك الرجل فحكمه حكم بناء الدور انتهى

اگر مُردوں کی قبریں اُن کی یا اُن کے ورثہ کی مملوکہ زمین میں ہیں تو اُن پر کی عمارت سے ہرگز کچھ نہ گرایا جائے گا

اگر گرانا ہی ہے تو اُن ہی عمارات کو گرایا جائے گا جو موقوفہ زمین میں ہیں تاکہ لوگوں پر تنگی نہ واقع ہو۔ جو چھتیں اور قبے اور چمن مسلمانوں کے موقوف مقابر میں بنائے جائیں ان کے گرادینے کے وجوب کا ابن رشد نے فتویٰ دیا اور ٹوٹ ان کی ان کے مالک کو دلائی اور کہا کہ اگر وہ عام قبرستان نہ ہو بلکہ اس شخص کی ملک ہو تو اس کا حکم گھروں کی تعمیر کے مانند ہے (یعنی وہ جائز ہیں پس ان کو نہ گرایا جائے گا)

لیکن صرف اس خیال سے کہ یہ زمین موقوفہ میں پائے جاتے ہیں اُن کو منہدم کرنے کی جرأت نہ کی جائے گی چنانچہ حاشیہ علامہ باجوری میں ہے:-

ولو وجد بناء فى ارض مسبلة ولم يعلم اصله ترك لاحتمال ان يكون وضع بحق قبل تسبيلها. انتهى

اگر کوئی بناء محبلہ زمین میں ہو اور اس کی حقیقت نہ معلوم ہو کہ مملوکہ زمین میں ہے یا غیر مملوکہ زمین میں تو اس کو بحالہ چھوڑ دیا جائے کیونکہ احتمال ہے کہ بناء اپنے ملک میں فی سبیل اللہ کردینے سے پہلے ہوئی ہو:

پھر ایسے قبوں کے ہدم میں جو زمین موقوفہ میں نہیں ہیں علاوہ اضاعت مال کے بغیر حق شرع صاحب قبر کی سخت اہانت بھی ہے جو حرام ہے:-

قال رسول الله صلى الله علیه وسلم لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه فتخلص الی جلده خیر له من ان یجلس علی قبر (رواه مسلم) وروی انه (علیه السلام) رأی رجلا متکئا علی قبر فقال لا تؤذ صاحب القبر قال الطیبی ھو نھی عن الجلوس علیه لما فیه من الاستخفاف بحق اخیه۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر پر بیٹھنے کے بہ نسبت بہتر ہے کہ تم میں سے کوئی آگ پر بیٹھے اور اس کے کپڑے جل کر آگ کا اثر جلد تک پہنچ جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو قبر سے تکیہ لگائے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ صاحب قبر کو تکلیف نہ دے طیبی کہتے ہیں کہ یہی مطلب قبر پر بیٹھنے سے منع کرنے کا ہے کیونکہ اس میں حق برادری کی توہین ہے:

علامہ اجل سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:۔

معناه ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة والاستهانة فتأذی بذالك۔ انتھی

مطلب یہ ہے کہ ارواح کو ان کے احترام نہ کئے جانے اور اہانت کیے جانے کا ادراک ہوتا ہے اور اس سے ان کو تکلیف ہوتی ہے:

علامہ اجل شیخ الہند حضرت شیخ عبدالحق محقق دہلوی قدس سرہ العزیز شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:۔

شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن اہانت و استخفاف را بوے۔ انتھی

شامی میں ہے:۔

لان المیت یتأذی بما یتأذی به الحی۔ انتھی

اس لیے کہ جو چیزیں زندہ کے لیے باعث تکلیف ہیں وہ مردہ کیلئے بھی باعث تکلیف ہیں

پس جب یہ بات ہے تو قبہ جات کے ہدم میں صاحبِ قبر جس قدر ایذا پاتے گا وہ ظاہر ہے کہ ہر زندہ آدمی اس بات سے سخت تکلیف پاتا ہے کہ کوئی شخص اُس کے ایسے مکان ڈھادے جو اُس کے مہمانوں کے لیے بنایا گیا ہو۔ علاوہ بریں یہ عمارتیں اس پر وقف ہوتی ہیں کہ زائرین ان کے سایہ سے فائدہ اُٹھائیں پس ان کا انہدام کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ اس میں تغیر بلکہ ابطالِ شرطِ واقف ہے:۔

وھو حرام کما صرّح بہ الفقھاء حیث قالوا لا یجوز تغییر شرط الواقف۔

اور تغیر شرطِ واقف حرام ہے چنانچہ فقہاءؒ نے اس کی تصریح فرمادی کہ وقف جن شرطوں پر ہے ان کا بدلنا جائز نہیں ہے:

یہی وجہ ہے کہ فقہا موقوفہ عمارت کے ہدم کرنے والے کو تعذیر کا حکم دیتے ہیں اور اُس پر جبر کرتے ہیں کہ وہ اُس مقام پر اُسی جیسی عمارت بنائے جو اُس نے منہدم کی ہے چنانچہ شامی میں ہے:۔

وفی اجارات فتاویٰ قاری الھدایۃ فیمن استاجر دارًا وقفاً فھدمھا وجعلھا طاحونًا او فرنًا اجاب بانہ ینظر القاضی ان کان ما غیرھا الیہ انفع واکثر ریعًا اخذ منہ الاجرۃ والبقی ماعمرہ للوقف وھو متبرع والا الزمہ بھدمہ واعادتہ الی الصفۃ الاولٰی بعد تعزیرہ بما یلیق بحالہ انتھی

قاری ہدایہ کے فتاویٰ کی کتاب الاجارات میں ہے کہ ایسے شخص کے متعلق جس نے موقوفہ مکان کرایہ پر لیا پھر اس کو توڑ کر آٹا پیسنے کا کارخانہ یا باورچی خانہ بنا لیا، جواب دیا کہ قاضی اس پر نظر کرے کہ جو کچھ اس نے بنایا ہے اگر وہ زیادہ فائدہ مند ہے تب تو اسی تعمیر کو وقف کے لیے باقی رکھے اور اس سے کرایہ لیتا رہے کہ یہ عمارت بنانے میں متبرع ہے (یعنی اس کی جانب سے یہ احسان ہے عمارت میں اس کا کوئی حق نہیں)، اور اگر یہ پچھلی عمارت زیادہ مفید نہیں تو قاضی اس کو ایسی سزا دے جو اس کے حال کے لائق ہے اور حکم دے کہ وہ اس

عمارت کو تڑوا کر اُس ہی جیسی عمارت اپنے خرچ سے بنا دے جو اُس نے منہدم کی ہے ؛

اگر ان عمارات کے ڈھانے کے لیے یہی حیلہ نکالا جاتا ہے کہ حضور نے ان کو ناپسند فرمایا ہے تو چاہیے کہ جس جس کی عمارت بلند اور پختہ دیکھی جائے بے دھڑک ڈھانی شروع کر دی جائے کہ حضور نے ایسی تمام عمارات کو ناپسند فرمایا ہے یہاں تک کہ بعض صحابہ سے کلام تک ترک فرما دیا اور جب تک اُنہوں نے اپنی اُس عمارت رفیعہ کو ڈھا نہ دیا اُن سے کلام نہ فرمایا چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا پورا قصہ ابو داؤد شریف میں مروی ہے جس کے آخر میں حضور کے یہ کلمات روایت کیے گئے کہ :- اما ان کل بناء وبال علی صاحبہ الا ما لا یعنی ما لا بد منہ یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ ہر غیر ضروری عمارت اپنے مالک پر وبال ہے مگر وہی جس کے بغیر چارہ نہیں۔ تو کیا کوئی ذی ہوش اس کا ارتکاب کرنے پر آمادہ ہے کہ جس کی عمارت بلند و پختہ دیکھے ڈھا دے۔ دوسروں کی عمارتیں کو ویجے ڈھانے کا پہلے اپنے ہی گھر سے بسم اللہ کرے اور اس سنت پر عمل کر کے سَو شہیدوں کا ثواب حاصل کرے۔ احادیث کے سمجھنے کے لیے فقاہت درکار ہے۔ حضور نے عمارات پختہ کو اس لیے ناپسند نہیں فرمایا کہ وہ ناجائز تھیں بلکہ اس لیے کہ اگر ابتدائے اسلام میں لوگوں کو آسائش کی جانب توجہ ہو گئی تو اسلام کی ترقی میں نقصان پہنچے گا۔

اگر ایسے قبہ جات کا ہدم ضروری ہی تھا تو کیا وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود اپنے غلبہ و سطوت اور فتح کے باوجود شدت اتباع سنت کے بیت المقدس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ نبینا و علیہ السلام کے اور دیگر انبیائے کرام کے قبہ جات شریفہ کو شہید کرنے کو حکم نہ فرمایا چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ بشارت محمدیہ کے صفحہ ۹۹۸ پر فرماتے ہیں :-

"مولانا احمد بن حسن ترعی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب مصباح الظلام

میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ملک شام کو فتح کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر اور ان کے سوا اور انبیاء کی قبروں پر جو قبے تھے اُن کو ڈھانے کا حکم نہیں دیا۔ انتہی بلفظہ

قبہ جات کے ہدم کا وجوب ابو ہیاج اسدی کی حدیث سے ثابت کرنا نہایت بعید ہے اس کے اندر کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس مراد پر دلیل ہو سکے اس میں تو قبر مشرف یعنی اونچی قبر کے تسویہ کا امر ہے، مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے:۔

ولا قبرًا مشرفا هو الذی بنی علیه حتی ارتفع۔

قبر مشرف اس قبر کو کہتے ہیں جس پر چنائی کی جائے یہاں تک کہ وہ مقدار شرعی سے اونچی ہو جائے۔

اور علماء نے اُس کو مشرکین کی قبروں پر محمول فرمایا ہے کہ یہ انہیں کی عادت تھی کہ وہ بطریق مباہات اونچی اونچی قبریں بناتے تھے۔

قال المحقق علی الاطلاق العلامة بن الهمام هذا الحدیث محمول علی ما کانوا یفعلونه من تعلیة القبور بالبناء الحسن العالی ولیس مرادنا ذلك القدر بتسنیم القبر بل قدر ما یبدو من الارض ویتمیز منها انتهی وقال فی الاکمال معنی التسویة ان لا یعلو بنائها کما کانت قبور المشرکین بل تکون لاصقة بالارض ثم تسنم لیتمیز انه قبر هو

محقق مطلق علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ یہ حدیث (یعنی حدیث نہی) اُس رسم پر محمول ہے جو عرب میں تھی یعنی اونچی خوبصورت بناؤں سے قبروں کو بلند کرنا اور کوہان نما قبر بنانے سے ہماری مراد قبر کو اتنا بلند بنانا نہیں ہے بلکہ اس مقدار میں اونچی کرنا کہ سطح زمین سے نمایاں اور ممتاز ہو جائے، اور شارح مسلم اکمال میں فرماتے ہیں تسویہ قبر کے یہ معنی ہیں کہ قبور کی بنائیں مشرکوں کی قبور کی مقدار اونچی نہ ہوں بلکہ

معنی قول الشافعی تسطح ولا تبنی ولا ترفع بل تکون علی وجه الارض نحوا من شبر انتہی مافیہ وقال العینی والجواب عما رواہ الترمذی ان المراد من المشرفۃ المذکورۃ فیہ ہی المبینۃ التی یطلب بہا المباہاۃ۔ انتہی

بصورت کوہان شتر زمین کے قریب ہوں اور امام شافعی کے قول تسطح الخ کے معنی بھی یہی ہیں۔ عینی نے کہا کہ اس حدیث کا جواب جو امام ترمذی نے روایت کیا ہے یہ ہے کہ مراد قبور مشرفہ (بلند) سے جو حدیث مذکور میں ہے وہ بناء ہے جس سے فخر مطلوب ہو۔

پس اس حدیث پاک سے قبر پر حجرہ و قبہ وغیرہ کے انہدام کا حکم ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور نفس قبر کے انہدام کا حکم بھی ہے تو مشرکین یا یہود و نصاریٰ کی قبروں کا ہے نہ مسلمانوں کی کیونکہ یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ باوجود ممانعت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت تک صحابہ بھی اونچی قبریں بنا کر حضور کا خلاف کرتے رہے اور خلفائے ثلاثہ نے اس کی ممانعت نہ فرمائی پھر اس حدیث پاک میں مورتوں کے مٹانے کا حکم فرمانا یہ دوسرا قرینہ ہے اس بات پر کہ یہاں انہیں کی قبور مراد ہیں کیونکہ انہیں کا دستور تھا کہ وہ اپنے بزرگوں کی قبروں پر مسجدیں بنا کے تھے اور اس میں اُن کی تصویریں رکھتے تھے ان کے اگلے لوگوں نے اس کام کو صرف اس غرض سے کیا تھا کہ اُن بزرگوں سے اُنس پیدا کریں اور ان کے اعمال صالحہ کو یاد کریں پھر جس طرح انہوں نے ان اعمال حسنہ میں کوشش کی تھی یہ بھی کوشش کریں لیکن شیطان نے اُن کے بعد کے لوگوں کے دلوں میں ڈالا کہ تمہارے اگلے لوگ ان کو پوجتے تھے لہذا حضور نے حکم فرمایا کہ نہ اونچی قبر چھوڑو نہ تصویر اور نہ یہود و نصاریٰ کی طرح تم قبروں کی جانب سجدہ کرو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے :۔

قالت لما اشتكى النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم ذكر بعض
نسائه كنيسة رأتها بارض
الحبشة يقال لها مارية
وكانت ام سلمة وام حبيبة
اتتا ارض الحبشة فذكرتا من
حسنها وتصاوير فيها فرفع
رأسه فقال اولئك اذا مات
منهم الرجل الصالح بنوا على
قبره مسجدا ثم صوروا فيه
تلك صورا ولئك شرار الخلق
عند الله رواه البخاري. قال
القرطبي انما صوروا اوائلهم
الصور ليتأنسوا بها ويتذكروا
افعالهم الصالحة فيجتهد
كاجتهادهم ويعبدون الله
عند قبورهم ثم خلفهم
قوم جهلوا مرادهم ووسوس
الشيطان ان اسلافكم كانوا
يعبدون هذه الصور
ويعظمونها فحذر النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم عن مثل ذالك
سدا للذريعة المؤدية الى

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو
بعض ازواج نے کنیسہ (گرجا) کا تذکرہ
کیا جس کو انہوں نے حبشہ میں دیکھا
تھا اور اس کا نام ماریہ تھا اور ام
سلمہ اور ام حبیبہ حبشہ گئی تھیں انہوں
نے اس گرجا کی خوبصورتی اور اس
کی مورتوں کا تذکرہ کیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے سر انور اٹھایا
اور فرمایا کہ جب کوئی مرد صالح ان
میں مرتا تھا تو اس کی قبر پہ مسجد تعمیر
کر دیتے اور ان کی مورتیں اس میں
بنا دیتے تھے۔ خدا کے نزدیک یہ (تصویریں)
بنانے والے بدترین مخلوق ہیں امام
بخاری نے اس حدیث پاک کو اپنی
صحیح میں روایت کیا۔ قرطبی نے کہا
کہ پہلے لوگوں نے موانست قلبی اور
ان کے نیک افعال یاد کرنے کے
واسطے وہ مورتیں بنائی تھیں تاکہ
انہیں لوگوں کی طرح اعمال صالحہ
میں کوشش کریں لیکن عبادت خدا
ہی کی کرتے تھے، پھر ان کے بعد
جو قوم ہوئی پہلے لوگوں کی مراد کو

ذالك بقوله اولئك شرار الخلق عند الله قاله القسطلانی.

نہ سمجھی اور شیطان نے اُن کے دل میں یہ وسوسہ ڈال دیا کہ تمہارے اسلاف انہیں صورتوں کی پرستش کرتے تھے اور ان کی عظمت کرتے تھے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اولئك شرار الخلق (وہ بدترین مخلوق ہیں) سے اس طریقہ کو جو عبادت صور کی طرف مودی تھا روکنے کے لیے اس قسم کے افعال کرنے سے منع فرمایا۔ یہ مطلب قسطلانی نے بیان کیا ہے۔

پھر جب یہ ثابت ہے کہ حضور کی اور شیخین کی قبریں مسنم بنائی گئی ہیں اور مسلمانوں کو بھی مسنم قبریں بنانے کی اجازت ہوتی تو اس کے کیا معنی کہ مسلمانو کی قبروں کو زمین سے برابر کرنے کا حکم دیا جاتا، پس ثابت ہوا کہ یہ حکم قبور کفار کے لیے تھا صحابہ پر یہ ہرگز گمان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ انہوں نے باوجود ممانعت کے اپنی قبور میں قبور کفار کے ساتھ مشابہت کی ہو، البتہ اس میں شک نہیں کہ ہمارے علماء نے مقدار شرعی سے اونچی قبر کرنے کی ممانعت ضرور فرمائی ہے، پس مستحب ہے کہ بقدر ایک بالشت یا اس سے کچھ اونچی قبر کو کوہان شتر کی صورت میں بنائی جائے پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ بہت زیادہ اونچی قبر بنانا مکروہ ہے یا مباح بعض نے مکروہ فرمایا اور بعض نے مباح۔

فی الازھار قال العلماء یستحب ان یرفع القبر قدر شبر ویکرہ فوق ذالك انتھی ما فی المرقات.

ازہار (نام کتاب) میں ہے کہ قبر کو ایک بالشت بلند کرنا علماء مستحب کہتے ہیں اور اس سے زیادہ بلند کرنے کو مکروہ۔

اور بدائع میں ہے:۔

ومقدار التسنیم ان یکون

قبر کو کوہان نما بنانے کی مقدار یہ ہے

مرتفعاً من الارض قدر شبرا او اکثر قلیلا انتھی مافیه وقال الکرمانی یسنم ای یرفع القبر استحبابا غیر مسطح قدر شبر قال صاحب جامع الرموز فیه اشعار باباحة الزیادة علی قدر شبر انتھی مافی جامع الرموز اقول ای قلیلا والافارتفاع القبر باکثر قدر شبر جدا مکروه لورود النھی فیه.

کہ سطح زمین سے بقدر ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ بلند ہو، کرمانی کہتے ہیں کہ قبر کو کوہان نما بنائی جائے اور بقدر ایک بالشت اونچی کی جائے سطح نہ کی جائے اور قبر اونچی کرنا مستحب ہے، صاحب جامع الرموز کہتے ہیں کہ اس میں ایک بالشت سے زیادہ اونچی بنانے کی اباحت کا اشارہ ہے۔ میں کہتا ہوں یعنی اس رسالہ کا مصنف کہتا ہے کہ ایک بالشت سے تھوڑی اونچی بنانے کی اجازت ہے ورنہ قبر کا ایک بالشت سے بہت زیادہ بلند کرنا مکروہ ہے کیونکہ حدیث پاک میں اسی کی ممانعت ہے:

اب یہاں یہ معلوم کر لیا جاوے کہ مکروہ کس کو کہتے ہیں کہ اس میں بھی بہت دھوکا دیا جا رہا ہے۔ علمائے احناف کے نزدیک مکروہ دو قسم کا ہوتا ہے، ایک مکروہ تحریمی جو حرام کے قریب ہے دوسرا مکروہ تنزیہی جو حلال کے قریب ہے۔

تکلموا فی معنی المکروه والمروی عن محمد رحمه الله تعالی نصا ان کل مکروه حرام الا انه لما لم یجد فیه نصا قاطعا لم یطلق علیه لفظ الحرام وعن ابی

مشائخ نے مکروہ کے معنی میں گفتگو کی ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے صریح یوں مروی ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے لیکن چونکہ انہوں نے اس میں کوئی نص قاطع نہیں پائی لہذا اس پر حرام کا اطلاق

حنیفة و ابی یوسف رحمهما
الله تعالی انه الی الحرام
اقرب (کذا فی الهدایة)
و هو المختار هکذا فی شرح
ابی المکارم هذا هو المکروه
کراهة تحریم واما المکروه
کراهة تنزیة فالی الحلال
اقرب (کذا فی شرح الوقایة)
والاصل الفاصل بینهما
ان ینظر الی الاصل فان کان
الاصل فی حقه اثبات الحرمة
وانما سقطت الحرمة للعارض
ینظر الی العارض ان کان مما
تعم به البلوی وکانت
الضرورة قائمة فی حق العامة
فهی کراهة تنزیه وان لم
تبلغ الضرورة هذا المبلغ فهی
کراهة تحریم فصار الی
الاصل وعلی العکس ان کان
الاصل الاباحة ینظر الی العارض
فان غلب علی الظن وجود المحرم
فالکراهة للتحریم والا فالکراهة
للتنزیه۔ کذا فی العالمگیری۔

نہیں کیا اور شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ
سے اس طرح مروی ہے کہ مکروہ حرام
کے قریب ہوتا ہے (یہ تقریر ہدایہ میں
ہے) اور یہی مختار ہے (کذا فی شرح
ابوالمکارم) یہ تعریف اس مکروہ کی
ہے جس کو مکروہ تحریمی کہا جاتا ہے
رہا مکروہ تنزیہی سو وہ وہ ہے جو حلال
سے زیادہ قریب ہو (جیسا کہ شرح
وقایہ میں ہے) اور مکروہ تحریمی اور
مکروہ تنزیہی میں فرق یہ ہے کہ
قطع نظر دلائل کراہت سے فعل
کی اصل کو دیکھا جاوے اگر اصل
فعل اثبات حرمت کا مستحق ہو
مگر حرمت کسی عارض کی وجہ سے
ساقط ہو تو عارض کو دیکھنا چاہیے
اگر ایسا عارض ہو جس میں عموماً
لوگ مبتلا ہوں اور ضرورت بھی
سب کے حق میں ثابت ہو تب تو
کراہت تنزیہی کہا جائے گا ورنہ
کراہت تحریمی اور اگر اصل
فعل میں علت ہے مگر کوئی عارض
ایسا پیش آیا جو اُس کی حرمت کو
چاہتا ہے تو دیکھا جائے اگر اُس

عارض کے وجود کا جو حرمت کو چاہتا ہے غالب ظن ہے تب تو کراہت تحریمی ہوگی ورنہ کراہت تنزیہی۔ کذا فی العالمگیری۔

پس محقق ہو گیا کہ قبر کو اونچا کرنا چونکہ خود کوئی حرام فعل نہیں اس کی ممانعت بھی صرف اس وجہ سے ہے کہ اس میں کفار کی مشابہت ہے لہٰذا جس بناء میں کفار کی مشابہت پائی جائے گی اس کو مکروہ تحریمی کہا جائے گا ورنہ مکروہ تنزیہی جس کا حکم یہ ہے کہ اس کا نہ کرنا کرنے سے بہتر ہے۔

کما صرح به الفقهاء حیث قالوا المکروہ تنزیها وهو ما کان ترکه اولیٰ من فعله ویرادف خلاف الاولیٰ. کذا فی الرد المختار.

علماء نے فرمایا کہ مکروہ تنزیہی وہ ہے جس کا نہ کرنا کرنے سے بہتر ہو اور مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ دونوں کے ایک معنیٰ ہیں:

اب اہل اسلام خود فیصلہ فرمالیں کہ ہماری قبور میں نصاریٰ وغیرہ کی قبور کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے یا نہیں پس اگر نہیں پائی جاتی اور یقیناً نہیں پائی جاتی تو ان کے توڑنے کا کیسے حکم دے دیا جائے گا۔ اس سے زیادہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کا بنانا بہتر نہ تھا لیکن جب بن چکیں تو اب ان کا انہدام سخت مذموم ہے۔ علامہ احمد بن علی بصری فصل الخطاب میں فرماتے ہیں:۔

هذا البناء علیٰ قبور هؤلاء الشهداء من الصحابة رضی الله تعالیٰ علیهم لا یخلوا اما ان یکون واجبا او جائزا بغیر کراهة وعلیٰ کل فلا یقدم علی الهدم الا رجل مبتدع ضال لاستلزامه انتهاك

شہدائے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کی بنائیں دو حال سے خالی نہیں یا واجب ہیں یا بغیر کراہت جائز ہیں اور ہر تقدیر پر سوائے بدعتی اور گمراہ شخص کے ان کے توڑنے کی جرأت کوئی شخص نہیں کرسکتا کہ اس میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

حرمة اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الواجب علیٰ کل مسلم محبتهم ومن محبتهم وجوب توقیرهم وای توقیر لهم عند من هدم قبورهم. انتهی

علیہ وسلم کی ہتک حرمت لازم آتی ہے، حالانکہ ہر مسلمان پر ان کی محبت واجب ہے اور ان کی توقیر کا وجوب اُن کی محبت سے ہے، پھر جس شخص نے ان کی قبور کو ہدم کیا اُس کے نزدیک اُن کی کیا توقیر رہی ؛

آج کل قبوں کے ہدم کے جواز پر بہت کچھ زور دیا جا رہا ہے جس کا اصل منشاء یہ ہے کہ وہ قبہ شریف جس کو قبہ خضراء کہتے ہیں اور جس پر ہر مسلمان کہ جس کے دل میں حقیقی ایمان جلوہ گر ہے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہے اگر خدانخواستہ منہدم کر دیا جاوے تو مسلمانوں میں اضطراب نہ پیدا ہو۔ مسلمانوں خدا کے واسطے دُعا کرو اور ہر ممکن سے ممکن تدبیر ایسی عمل میں لاؤ جس سے وہ روز بد ہمارے سامنے نہ آئے جس کے تصور سے جان پر بنی جاتی ہے آہ! یہ وہ گنبد اقدس ہے جس پر نظر کرنے کو ہمارے علماء اسی طرح عبادت لکھ رہے ہیں جس طرح بیت اللہ پر نظر کرنے کو عبادت کہتے ہیں چنانچہ شیخ رحمہ اللہ تلمیذ محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ منسک المتوسط میں اور ملاّ علی قاری اُس کی شرح میں فرماتے ہیں :-

ولیغتنم ایام مقامه بالمدینة المشرفة فیحرص علیٰ ملازمة المسجد والاعتکاف والختم ولو مرة منه واحیاء لیله وادامة النظر الی الحجرة الشریفة (ای ان تیسّر) اوالقبة المنیفة (ان تعذر) او

مدینہ شریف میں اپنے قیام کے دنوں کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور مسجد نبوی میں برابر حضوری اور اس میں اعتکاف اور ختم قرآن اگرچہ ایک بار ہو اور اور شب بیداری اور حجرہ شریف کی طرف (اگر یہ میسر ہو) یا قبہ بلند کی طرف اگر حجرہ شریف کی جانب نظر

التنویع) مع المهابة والخضوع (ای ومع الخشیة والخشوع ظاهرا وباطناً) فانه (ای النظر المذکور) عبادة کالنظر الی الکعبة الشریفة انتہی

دشوار ہو) برابر نگاہ جمائے رکھنے کی حرص ہونی چاہیے کیونکہ حجرہ شریف یا قبہ شریف کو دیکھنا عبادت ہے جس طرح کعبہ شریف کو دیکھنا عبادت ہے۔

بلکہ بعض علماء ادب کی راہ سے آنکھ اٹھانے کی بھی اجازت نہیں دیتے چنانچہ علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ اور علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

یلازم الادب والخشوع والتواضع غاض البصر کما کان یفعل بین یدیه فی حیاته (ای ھوحی) ویستحضر علمه بوقوفه بین یدیه علیه الصلوۃ والسلام وسماعه سلامه کما ھو فی حیاته. انتہی

زائر کو چاہیے کہ اس دربار عالی میں ادب و عاجزی و تواضع کو لازم پکڑے نظر نیچی رکھے جس طرح حضور علیہ السلام کی حیات ظاہری میں کرتا کیونکہ حضور اب بھی زندہ ہیں اور اس بات کو دل میں جمائے رکھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی درگاہ میں میری حاضری کا علم اسی طرح ہے اور میرے سلام کو اسی طرح سنتے ہیں جس طرح کہ آپ اپنی حیات ظاہری میں دیکھتے اور سنتے تھے۔

افسوس جس بارگاہ بیکس پناہ کے حضور علماء زور سے بات کرنے کو بھی ناجائز جانیں وہاں یہ ستم کہ گولوں کی دل دہلا دینے والی آوازیں گونج رہی ہیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے:۔

وقد کرہ بعض العلماء رفع الصوت عند قبرہ علیه السلام

بے شک مکروہ جانا ہے بعض علماء نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر شریف

لانہ حی فی قبرہ ۔ انتھی	کے نزدیک آواز کے بلند کرنے کو کیوں کہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں ؛

خدا کی قسم میں اس سے کہ اُس قبہ شریف کی توہین کے متعلق کچھ سُنتا یہ بہتر جانتا تھا کہ میرے کان پھوٹ جاتے بلکہ اس سے پہلے میرا وجود ہی نہ رہتا ؎

سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے، دل کو قرار آئے کیوں (حدائق بخشش)

فقط واللہ تعالیٰ بالصواب اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

تحریر بتاریخ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء)

حررہ محمد مظہر اللہ غفرلہٗ نقشبندی مجددی
ــــ امام مسجد فتحپوری دہلی ــــ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ایک گورستان (اہلسنّت) قدیم کی قبروں کو عمداً کھود کر اپنے رہنے کے مکان بنانا موافق مذہب حنفی کے جائز ہے یا نہیں اور ایسا کرنے میں اہلِ قبور کی توہین و اہانت ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ومنه الهداية الى الحق والصواب

جاننا چاہیے کہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام و رحمۃ اللہ علیہم و عامۂ مومنین اہلسنّت کے ساتھ جو قلبی عداوت فرقۂ نجدیہ وہابیہ کو ہے ایسی اور کسی فرقۂ مُبتدِعہ کو نہیں ہے اسی وجہ سے اس فرقۂ محدثہ کے اکابر ملاعنہ کی تصانیف اباطیل اہانت محبوبانِ خدا سے بھری پڑی ہیں جس کا جی چاہے وہ مُلا نجدی و ملا اسمٰعیل دہلوی و ملا صدیق حسن بھوپالی و ملا خرمعلی و ملا رشید گنگوہی وغیرہ کی تالیفاتِ باطلہ اٹھا کر دیکھ لیوے کہ قسم قسم کی اہانتوں سے پُر ہیں منجملہ ان کی ایک اہانت قبور انبیاء و شہداء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا منہدم و نابود تا بمقدور کرنا اس فرقہ کا شعار ہو گیا ہے۔

شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو ڈھانے کا ارادہ کیا تھا

علامہ احمد بن علی بصری

"فصل الخطاب فی ردّ ضلالات ابن عبدالوہاب" میں فرماتے ہیں :

منها انه صرح انه يقول لواقدر على حجرة الرسول صلى الله تعالیٰ علیه وسلم لهدمتها.

یعنی میں اگر قدرت پاؤں تو روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو توڑ ڈالوں ؛

اور بھی علامہ بصری دوسرے مقام میں لکھتے ہیں :

اقول تهديمه قبور شهداء الصحابة المذكورين لاجل البناء على قبورهم ضلولة اى ضلولة انتهى مختصرا.

یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کو ان پر بنا کے باعث توڑ ڈالنا ان کا بڑی ضلالت و گمراہی اس نجدی کی ہے ؛

شیخ نجدی نے شہداء وصحابۂ کرام کے مزار توڑ ڈالے تھے

اور بھی علامہ مذکور تیسرے مقام میں لکھتے ہیں :

قال بعضهم ولو كان المبنى عليه مشهورا بالعلم والصلاح او كان صحابيا وكان المبنى عليه قبة وكان البناء على قدر قبره فقط فينبغي ان لا يهدم لحرمة بنشه وان اندرس اذا علمت هذا فهذا البناء على قبورهم

یعنی نجدی نے جو شہداء اصحاب کرام کے قبور کو توڑ ڈالا ہے جس سے ان کے ابدان اور کفن ظاہر ہو گئے تو اس سے وہ بہت بڑا بدعتی گمراہ ہو گیا کہ اس سے ان کی اہانت ہو گئی ہے ان مُلاً عنہ کا انبیاء و اولیاء علیہ السلام کے قبور کو جو توڑنا اور منہدم

لاء الشهداء من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم لا یخلو اما انیکون واجبا او جائزا بغیر کراھۃ و علی کل فلا یقدم علی الھدم الا رجل مبتدع ضال لا مستلزامہ انتھاک[1]

کرنا شعار ہو گیا ہے تو باعث اس کا یہ ہے کہ ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس بے شعور ہو جاتے ہیں اور مر کر معاذ اللہ مٹی میں مل جاتے ہیں۔

حرمۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الواجب علی کل مسلم محبتھم و من محبتھم وجوب توقیرھم و ای توقیرلھم عند من ھدم قبورھم حتی بدت ابدانھم واکفانھم کما ذکر بعض علماء نجد فی السوال اولہ الی آخر مختصراً۔

مُلّا اسمٰعیل دہلوی تقویۃ الایمان کے صفحہ ۶۰ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ و ارفع میں بکتا ہے کہ (میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں) جب سید المرسلین علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت ان مُلّا عنہ کا ایسا ناپاک خیال ہے اور اُن کے روضۂ اطہر اور شہداء و صحابۂ کرام علیہم رضوان کے قبور کو منہدم کرنے کا بیہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامۂ مومنین صالحین کی نسبت کیا پوچھنا چاہیے۔ جب قبور مومنین بلکہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلاۃ والسلام اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعار نجدیہ و وہابیہ ہوا تو

---

[1] سابقہ علامہ بصری علیہ الرحمۃ کے قول میں گذرا کہ نجدی نے جب قبور شہداء و صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو شہید کیا تو ان میں اُن کے

کسی کو جائز نہیں کہ وہ صورت مسئولہ میں قبور مومنین اہلسنّت کو توڑ کر بلکہ اُن کو کھود کر اُن پر اپنی رہائش و آسائش کے مکان بنا کر اُن میں لذاتِ دنیا میں مشغول و منہمک ہو جو قطعاً و یقیناً اصحابِ قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں

اہلسنّت کے نزدیک انبیاء و شہداء و اولیاء اپنے ابدان مع اکفان سے زندہ ہیں

کہ اہلسنّت کے کے نزدیک انبیاء و شہداء و اولیاء علیہم التحیۃ والثناء اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہ السّلام کے ابدان شریفہ زمین پر حرام کیے گئے ہیں کہ وہ اُن کو کھاوے اسی طرح شہداء و اولیاء علیہ الرحمۃ والثناء کے ابدان و اکفان بھی قبور میں صحیح و سلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی و رزق دیئے جاتے ہیں۔ علامہ شبلی علیہ الرحمۃ شفاء السقام میں لکھتے ہیں: وحیاۃ الشہداء اکمل و اعلیٰ فھذا النوع

کفن اور بدن شریف سب سلامت تھے اور صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ عنہم کو مدفون ہوئے تخمیناً بارہ سو سال گذر چکے تھے بیس ہزار تُف ہے اسمٰعیل اور اس کے مقلدین وہابیہ رُوسیاہ پر کہ ان کا ایسا ناپاک عقیدہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس و اطہر کے ساتھ جو مسلمان کی شان کے بالکل خلاف ہے اللہ تعالےٰ اہل سنّت کو اُن کی صحبتِ بد سے بچائے آمین ثم آمین!!
۱۲ منہ عفی عنہ؛

من الحیاۃ والرزق لا یحصل لمن لیس فی رتبتھم واعا
حیاۃ الانبیاء اعلی واکمل واتعد من الجمیع لانھا للروح
والجسد علی الدوام علی ماکان فی الدنیا۔ اور قاضی ثناءاللہ
صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:

اولیاء گفتہ اند ارواحنا اجادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد
می کنند وگاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح
می برآید میگویند کہ رسول خدا راسایہ نبود صلے اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہرجا کہ
خواہند میروند وبسبب ہمیں حیات اجساد آنہارا ور قبر
خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم میماند ابن ابی الدنیا از مالک
روایت نمود ارواح مومنین ہرجا کہ خواہد سیر کند مراد از
مومنین کاملین اند حق تعالیٰ اجساد ایشاں را قوت
ارواح مید ہد کہ در قبور نماز میخوانند وذکر می کنند
وقرآن میخوانند اھ۔

شیخ الہند محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا
وزندہ اند نزد پروردگار خود ومرزوق اند وخوشحال اند
ومردم را ازاں شعور نیست الخ۔

اور علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

لا فرق لھم فی الحالین	اَولیاء کی دونوں حالت حیات
ولذا قیل اولیاء اللہ	وممات میں اصلاً فرق نہیں اسی

لا یموتون ولکن ینقلبون من دار الی دار الخ — لیے کہا گیا کہ وہ مرے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے میں تشریف لے جاتے ہیں:

وقائع اولیائے کرام بعد وصال

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے شرح صدور میں اولیائے کرام علیہم رضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستندہ لکھتے ہیں جو یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

مُردہ دیکھ کر مسکرایا امام عارف باللہ استاذ ابو القاسم قُشیری قدس سرہٗ اپنے رسالہ میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس اللہ سرہٗ المنازسے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا جب میں نے اس کی طرف نظر کی مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا:

یا ابا سعید اما علمت ان الاحباء احیاء وان ماتوا وانما ینقلبون من دار الی دار۔ — ابو سعید کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بُلائے جاتے ہیں:

فقیر نے قبر میں آنکھیں کھول دیں وہی عالیجناب حضرت سیدی ابو علی قدس سرہٗ سے راوی ہیں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا جب کفن کھولا اس کا سر خاک پہ

رکھ دیا کہ اللہ ان کی غربت پر رحم کرے فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا:

اباعلی تذللنی بین یدی من یدللنی۔ — اے ابو علی تم مجھے اُس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے:

مَیں نے عرض کی اے سردار میرے کیا موت کے بعد زندگی؟

فرمایا: بلی انا حی وکل محب لاو نصرنك بجاهی غدا! — میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بیشک وہ وجاہت وہ عزت جو مجھے روزِ قیامت ملے گی اُس سے میں تیری مدد کروں گا:

فوت شدہ مرید نے داہنی کروٹ میری طرف کر دی

وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہٗ سے راوی میرا ایک مرید جوان مر گیا مجھے سخت صدمہ ہوا نہلانے بیٹھا گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتدا کی جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی داہنی کروٹ میری طرف کی میں نے کہا جانِ پدر تو سچا ہے مجھی سے غلطی ہوئی۔

ایک مرید تختہ پر

وہی امام حضرت ابو یعقوب سوسی نہر جوری قدس سرہٗ سے راوی ہیں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختہ پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا میں نے کہا جان پدر میں جانتا ہوں کہ تو مُردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔

کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا

جناب ممدوح انہیں عارف موصوف سے راوی مکہ معظمہ میں

ایک مرید نے مجھ سے کہا پیر و مرشد میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا، حضرت ایک اشرفی لیں آدھی میں میرا دفن آدھی میں میرا کفن کریں جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی میں نے قبر میں اتارا آنکھیں کھول دیں میں نے کہا کیا موت کے بعد زندگی، کہا

انا حی و کل محب للہ حی. میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نامناسب افعال کرنے سے اموات مسلمین کو ایذا ہوتی ہے

اور بعض عامہ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت بلا ریب ہے. حاکم و طبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پہ بیٹھے دیکھا فرمایا:

یا صاحب القبر انزل من القبر لا توذی صاحب القبر ولا یوذیک. او قبر والے قبر سے اتر آ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی کسی نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبر پہ پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

كما اكره اذى المؤمن فى حياته فانى اكره اذاه بعد موته — مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یونہی مُردہ کی؛

امام احمد علیہ الرحمۃ بسند حسن انہیں حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لا تؤذ صاحب هذا القبر. — اس قبر والے کو ایذا نہ دے؛

یا فرمایا لا تؤذه. — اسے تکلیف نہ پہنچا؛

اس ایذا کا تجربہ بھی تابعین عظام اور دوسرے علمائے کرام نے جو صاحب بصیرت تھے کر لیا ہے۔ ابن ابی الدنیا ابو قلابہ بصری سے راوی میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا رات کو خندق میں اُترا وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سو گیا جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے:

لقد اذيتنى منذ الليلة. — اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی؛

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان نہدی سے وہ ابن مینا تابعی سے راوی میں مقبرے میں گیا دو رکعت نماز پڑھ کر لیٹ رہا خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سُنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے:

قم فقد اذيتنى. — اُٹھ کہ تُو نے مجھے اذیت دی؛

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی اگر میں تپائی بھال پر قدم رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پہ پاؤں رکھوں۔ پھر فرمایا ایک شخص

نے قبر پر پاؤں رکھا۔ جاگتے میں سُنا:

الیك عنی یا رجل ولا تؤذنی۔ — اے شخص الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

اور علامہ شر نبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:

اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانہم یتأذون بخفق النعال۔ — مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی نے خبر دی کہ جوتے کی پہچل سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے۔

اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قبر پر رہنے کا مکان بنانا یا قبر پر بیٹھنا یا سونا یا اُس پر یا اُس کے نزدیک بول و براز کرنا یہ سب اُمور اشد مکروہ قریب بحرام ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام او یطاء علیہ او یقضی حاجۃ الانسان من بول او غائط الخ

علامہ شامی اُس کی دلیل میں حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

لان المیت یتأذی بما یتأذی بہ الحی — یعنی اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اُس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں؛ بلکہ

حدیث دیلمی نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کلیہ کی تصریح روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

المیت یؤذیہ فی قبرہ ما یؤذیہ فی بیتہ۔ — میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اُس سے اذیت پاتا ہے۔

حدیث ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔

اذا المؤمن فی موته کاذاہ فی حیاته۔ مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی۔

اور اظہر من الشمس ہے کہ قبور کو کھود کر ان پر رہنے کا مکان بنایا تو اس میں یہ سب امور موجود ہیں جس سے یقیناً اہلِ قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان کو ایذا دینا ہے جو ہرگز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔

اعتراض اگر کوئی معترض کہے کہ شرح کنز میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبنا علیہ۔

تو جواب اس کا اوّلاً یہ ہے کہ یہ قول علامہ زیلعی کا احادیث مذکورہ اور روایات مسطورہ کے معارض ہے لہذا قابلِ قبول نہیں ہے اور

ثانیاً یہ کہ علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو رد کر دیا ہے۔ دوسری روایاتِ معارضہ سے پس قابلِ تعمیل نہیں قال فی الامداد ویخالفه خانیة اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمة باقیة الخ یعنی جب قبر میں میت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے۔ کہ اس کی تعظیم و حرمت کے خلاف ہے کہ اس میت کی تعظیم اور حرمت اب بھی باقی ہے اور

مؤید ہے اس کی وہ جو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں لکھا ہے:

معناہ ان الارواح تتعلم بترك اقامة الحرمة والاستهانة فتاذی بذالك.

یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہلِ قبور کو تکلیف ہوتی ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہذا ایذا پاتے ہیں:

اور علامہ شیخ الہند علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ روح وے نہ خوش میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن اہانت او استخفاف راوے. جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہلِ قبور کی اہانت اور ان کی توہین اور ان کی ترک تعظیم ہوتی ہے تو اس پر کھیتی کرنے سے اور اس پر مکان بنانے سے تو بطریق اولیٰ انکی توہین ہوگی.

اور ثالثاً یہ کہ ہم میاں معترض نجدی شعار سے پوچھتے ہیں کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ میّت بالکل مٹی ہو گیا ہے اور اس کی ہڈی ہی باقی نہیں رہی ہے اس واسطے کہ ابھی تک قبر کھودی نہیں گئی ہے اور نہ میت کے مٹی ہونے کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے کہ اتنی مدت کے بعد میت کی ہڈیاں بھی مٹی ہو جاتی ہیں بلکہ تجربہ سے بارہا مشاہدہ ہوا ہے کہ کسی بہت پرانی بستی کے اطراف میں کوئی جاۓ کھودی جائے تو اس میں قبور نکلے جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک باقی و سلامت نفیس کتبوں سے تین تین چار چار صدیوں کے قبور معلوم ہوتے تھے تو بلا دلیل بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امر کا

کسی مُبہم روایت کی بناء پر مُرتکب ہونا ہرگز جائز نہیں ہے

اعتراض اگر معترض پھر عود کرے اور کہے کہ ممبئی وغیرہ عظیم شہروں میں قبور کھود کر ان میں دوسرے اموات دفن کیے جاتے ہیں تو اگر قبور کھودنے سے اموات کی توہین ہوتی ہے تو ان شہروں میں یہ کام کیوں ہوتا ہے؟

تو جواب اس کا یہ ہے کہ ان شہروں میں جائے بہت تنگ ہے۔ قبرستانوں میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ میّت کے لیے الگ الگ قبر ہو لہٰذا اس ضرورت شدیدہ سے یہ جائز ہے کہ الضرورات تبیح المخطورات قاعدہ متفقہ ہے۔ کبیری شرح منیہ میں ہے ولا یحضر قبر لدفن اخر مالم یبل الاول فلم یبق له عظم الا عند الضرورة بان لم یوجد مکان سوا الخ بالجملہ صورت مسئولہ میں قبور کو کھود کر اُن پر مکانات بنانا ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے اور بلاشبہ و شک ایسا کرنے سے اہلِ قبور کی توہین ہوگی جو جائز نہیں ہے هذا ما عبذی والعلم الاتم عند ربی قاله بفمه وامر برقمة۔

العبد الفقیر محمد عمر الدین السنی الحنفی

القادری الهزاروی عفا الله تعالیٰ عنه۔

جو کچھ مُجیب لبیب نے لکھا ہے حق اور ثواب ہے چنانچہ خزانة الروایة میں مرقوم ہے فی مفید المستفید عن مفاتیح المسائل واذا صار المیت ترابا فی القبر یکره دفن غیره فی قبره لان الحرمة باقیة انتهی اور یہ بھی خزانة الروایہ میں

ہے لا یجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا او مسجد الان موضع القبر حق المقبور ولهذا لا یجوز نبشه انتهی مختصرا۔

نمقه الراجی الی رحمة ربه الشکور عبد الغفور صانه الله عن الآفات والشرور۔

لله در المجیب حیث اجاب فاجاد واصاب فیما افاد حرره المسکین محمد بشیر الدین عفی عنه۔

اس فتوے کو دیکھا فتویٰ صحیح ہے جواب درست ہے۔

حررہ محمد عبد الرشید دہلوی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح محمد فضل المجید عفی عنه

الرسول قادری حنفی ۱۳۱۷ھ
محمد عبد المقتدر مطیع

الجواب صحیح وصواب حرره العبد المفتقر مطیع الرسول عبد المقتدر القادری البدایونی عفی عنه

ذلک کذلک محمد فضل احمد البدایونی عفی عنه

۱۳۱۸ھ
قادری محمد ابراہیم

المجیب مصیب۔

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب

محمد حافظ بخش المدرس بالمدرسة المحمدیة بلدة بدایوں۔

حنفی ۱۳۱۷ھ
محمد حافظ بخش

صحیح الجواب حرره عبد الرسول محب احمد عفی عنه المدرس بالمدرسة الشمسیة الکائنة بجامع بدایوں۔

محب احمد قادری
عبد الرسول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل لارض کفاتا واکرم
المؤمنین احیاء وامواتا وجعل موتھم راحۃ
وسباتا وحرم اھانتھم تحریما بتاتا والصلوٰۃ والسلام
علی من سقانا من فضلہ وفضلتہ ماء فراتا
واعطانا فی کل محجۃ ابلج حجۃ نقضا واثباتا وابدا
عظیم المؤمنین ابد الابدین ولم یوقت لہ میقاتا
فجعلھم عظاما وان صاروا عظاما وحرم ایذا
ھم ولو کان نوارفاتا وعلی الہ وصحبہ
واھلہ وحزبہ المکرمین عنداللہ جمیعا واشتاتا۔

جزی اللہ المجیب خیرا ویثیب

جامع الفضائل قامع الرذائل حامی السنن ماحی الفتن مولنا
مولوی محمد عمرالدین جعلہ اللہ کاسمہ عمرالدین وبسمیہ
ورعیہ عمرالدین کا جواب ناہج مناہج صواب کافی ووافی ہے
مگر بحکم المامور معذور بنظر تکثیر افاضہ دو وصل مفید کا اضافہ

منظور۔ **وصل اوّل**: اس بیان مجیب کی تائید و تصویب میں کہ قبور مسلمین کی تعظیم ضرور اور اہانت محظور اور یہ کہ کیا کیا امور موجب ایذائے اصحاب قبور یہاں اگر سلسلۂ سخن میں بعض امور مذکورۂ جواب کا اعادہ ہو تو غیر محذور کہ تکرر فرع موجب مزید تاکید و اوقع فی الصدور و رع والمسلک ماکررتہ، یتضوع۔

وصل دوم میں احقاق مرام و ازہاق اوہام و تبکیت مخطیان نجدیۂ لیام اور اس امر کا بیان کامل و تام کہ مقابر عام مسلمین میں کوئی وقفی مکان بھی بنانا حرام نہ کہ اپنی سکونت و آرام کا مقام نیز روایت علامہ زیلعی کی تحقیق انیق اس وصل میں دو فتاوی فقیر کی نقل پر قناعت ہے کہ ان میں بحمد اللہ تعالیٰ کفایت ہے و باللہِ التوفیق۔

وصل اوّل

علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مسلمان کی عزت زندہ و مردہ برابر ہے محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں الاتفاق علی ان حرمۃ المسلم میتا کحرمتہ حیا اھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسر عظم المیت واذاکسرہ حیا مردے کی ہڈی توڑنا اور اسے ایذاء پہنچانا ایسا ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا رواہ الامام احمد وابوداؤد وابن ماجۃ باسناد حسن عن ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے۔

سیدعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں المیت یؤذیہ فی قبرہ مایؤذیہ فی بیتہ مُردے کو قبر میں بھی اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اُسے اذیت ہوتی۔

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں افادان حرمۃ المؤمن بعد موتہ باقیۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی حرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔

حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔ مسلمان مُردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ۔

علماء فرماتے ہیں:

المیت یتاذی بمایتأذی بہ الحی۔ جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔ کذا فی رد المحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔

علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں امام علامہ ابو عمر یوسف بن عبدالبر سے نقل فرماتے ہیں:

ازینجا مستفاد میگردد کہ میت متألم میگردد بتمام انچہ متألم میگردد بداں حی ولازم ایں ست کہ متلذذ گردد بتمام انچہ متلذذ میشود بداں زندہ انتہی کلامہ۔

یہاں تک کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے۔

فی الشامیۃ عن الطحطاویۃ اخر کتاب الطہارۃ نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیہا حرام۔
اور فرماتے ہیں مقبرے کی سبز گھاس کاٹنا حرام ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے اس سے اموات کا دل بہلتا ہے اور اُن پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز مگر وہاں سے تراش کر جانوروں کے پاس لے جائیں اور یہ ممنوع ہے کہ انہیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں۔

فی جنائز رد المحتار یکرہ ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر والدرر وشرح المنیۃ وعللہ فی الامداد بانہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالٰی فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ اھ ونحوہ فی الخانیۃ انتہی وفی العلمگیریۃ عن البحر الرائق لوکان فیہا حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولا ترسل الدواب فیہا اھ۔

حدیث نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو مقابر میں جوتا پہنے چلتے دیکھا ارشاد فرمایا ہائے کمبختی تیری اے طائفی جوتے والے پھینک اپنی جوتی۔ اخرج الائمۃ ابوداؤد والنسائی والطحاوی وغیرہم عن بشیر بن الخصاصیۃ واللفظ الامام الحنفی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی رجلا یمشی بین القبور فی نعلین فقال ویحک یا صاحب السبتیتین الق سبتیتک اھ السبتیۃ

بکسر المهملة وسکون الموحدة هی التی لا شعر فیہا قال القاضی عیاض کان من عادة العرب لبس النعال بشعرها غیر مدبوغة وکانت المدبوغة تعمل بالطائف وغیرہ الخ

فاضل محقق حسن شرنبلالی اور اُن کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی فرماتے ہیں چلنے میں جو آواز کفش پا سے پیدا ہوتی ہے اموات کو رنج دیتی ہے۔

حیث قال فی مراقی الفلاح اخبرنی شیخی العلامة محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالٰی بانهم یتأذون بخفق النعال انتهی اھ اقول ووجهه ما سیأتی عن العارف الترمذی رحمہ اللہ تعالٰی۔

حدیث نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه فتخلص الی جلده خیر له من ان یجلس علی قبر. بیشک آدمی کو آگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے (رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن سیدنا ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ)

حدیث عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مجھے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا ارشاد فرمایا او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اُتر آ، صاحب قبر

کو ایذا نہ دے نہ وہ تجھے ایذا پہنچائے۔

اخرج الطحاوی فی معانی الآثار والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن والحاکم وابن مندۃ عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رانی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من اعلی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک ولفظ الامام الحنفی فلا یؤذیک۔

حدیث اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا عمرو بن حزم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا:

لا تؤذ صاحب القبر۔ صاحب قبر کو ایذا نہ دے۔

کما فی المشکوۃ وھذا الحدیث لا یلائمہ تاویل الامام ابی جعفر والنھی عن شیٔ لا ینافی النھی عن اعم منہ فافھم شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ شرح میں فرماتے ہیں۔ شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد وراضی نیست کردن بر قبر وے از جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوے اھ[1]

اقول اس توجیہ پر امام علامہ محدث عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہٗ نے جزم فرمایا تصریح فرماتے ہیں کہ ارواح کو اُن کی بے حرمتی وتنقیص شان معلوم ہو جاتی ہے لہذا ایذا پاتے ہیں

[1]

سیدی عبدالغنی فی الحدیقة عن نوادر الاصول معناہ ان الارواح تعلم بترک اقامة الحرمة والاستھانة فتتاذی بذلک اھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان امشی علی جمرۃ اوصیف او اخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبر. البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں۔ (رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واسنادہ جید کما افادہ المنذری۔)

حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لأن اطاء علی جمرۃ احب الی من ان اطأ علی قبر مسلم بیشک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے (رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن قالہ الامام عبدالعظیم) انہیں صحابی اجل سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا، کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ میں جس طرح مسلمان کی ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یونہیں بعد موت کے اس کی ایذا کو ناپسند رکھتا ہوں۔ (اخرجہ سعید بن منصور فی سننہ کما فی شرح الصدور۔

اقول وھذہ الاحادیث تؤید ما اخترنا وتؤذن ان تاویل ابی جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ لیس فی محلہ فیما فی عامة الکتب تاخذ لو عتضادھا بنصوص الاحادیث ولانہ

علیہ الا ان العمل بما علیہ الاکثر وانہ لا یعدل عن روایۃ ما وافقتہا درایۃ فکیف اذا کان ھو الاشہد الاظہر الاکثر الازھر وبھذا ماز عم العلامۃ البدر فی العمدۃ فتبصر۔ انہیں احادیث سے ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بے ضرورت[1] قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ سب حرمت مومن کے خلاف اور ترک ادب وگستاخی ہے۔ ففی النوادر والتحفۃ والبدائع والمحیط وغیرھا ان اباحنیفۃ کرہ وطاء القبر والقعود والنوم اوقضاء الحاجۃ علیہ کذا نقل العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ۔

اقول والکراھۃ عند الاطلاق کراھۃ تحریم کما صرحوا بہ مع مایفیدہ من النھی الوارد فی الاحادیث محالا بالایذاء والایذاء حرام فھذا ماندین اللہ تعالیٰ بہ وان قیل وقیل حاشیہ طحطاوی علی شرح نورالایضاح میں سراج وہاج سے ہے ان لم یکن لہ طریق الا علی القبر

---

[1] قولہ بے ضرورت ضرورت کی صورت مثلاً قبرستان میں میت کے لیے قبر کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں بیچ میں قبریں حائل ہیں اس حاجت کے لیے اجازت ہے پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہوئے جائیں اور ننگے پاؤں ہوں ان اموات کے لیے دُعا واستغفار کرتے جائیں۔ فی حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح عن شرح المشکوٰۃ الوطأ لحاجۃ کدفن المیت لایکرہ اھ وعن السراج فان لم یکن لہ طریق الا علی القبر جازلہ المشی علیہ للضرورۃ ۔ ۱۲ منہ

جائز له المشی علیه للضرورۃ اھ

اَقُوْل وھذا ایضا دلیل علی ما اخترنا من کراھۃ التحریم فان المفھوم المخالف معتبر فی الروایات وکلام العلماء بالاتفاق فافاد ان المشی لایجوز بلا ضرورۃ ومالا یجوز فادناہ کراھۃ التحریم۔

سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں قال الوالد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فی شرحہ علی الدرر ویکرہ ان یوطاء القبر لما روی عن ابن مسعود الخ وذکر الاثر الذی رویناہ اور محیط سے نقل فرمایا یکرہ ان یطأ علی القبر یعنی بالرجل ویقعد علیہ اھ قولہ یعنی بالرجل قلت فسر بذلک لئلا یحمل علی الجماع اقول ویکرہ ایضا بل اشد لما فی من زیادۃ الاستخفاف کالوطأ علی سطح المسجد مع الدلالۃ علی تناھی القلب فی تناسی الموت فکان الحمل علی الوطأ بالرجل لیکون ادخل فی النھی عن الوطاء بمعنی الجماع بطریق دلالۃ النص لالانہ غیر مکروہ ھکذا ینبغی ان یفھم۔

اور جامع الفتاوٰی سے لائے انہ والتراب الذی علیہ حق المیت فلا یجوز ان یوطاء۔

اور مجتبٰی سے ان المشی علی القبور یکرہ۔

اور شرعۃ الاسلام وشرح شرعہ سے من السنۃ ان لا یطاء القبور فی نعلیہ فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان

یکرہ ذلک الخ

اور امام شمس الائمہ حلوائی سے انہ قال یکرہ۔

اور امام علی ترجمانی سے قال یاثم بوطاء القبور لان سقف القبر حق المیت اھ اقول و ھذا النص علی ما اخترنا من کراھۃ التحریم اذ لا اثم فی المکروہ تنزیھا لان[1] مرجعہ الی خلاف الاولی ولانہ[2] ربما تعمدہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیانا للجواز والنبی معصوم عن تعمد الاثم ولان[3] المؤثم لا یجوز فلا معنی لبیان الجواز ولانھم[4] صرحوا انہ یجامع الاباحۃ کما فی اشربۃ رد المحتار عن العلامۃ ابی السعود والمعصیۃ لا تجامعھا ولانھم[5] یعبرون عنھا بنفی الباس وای باس اعظم من الاثم ولان[6] من للاثم واجب الترک و ما وجب ترکہ کان فعلہ مقار با للحرام و ھذا معنی کراھۃ التحریم ولانھم[7] نصوا ان فاعل المکروہ تنزیھا لا یعاقب اصلا کما فی التلویح مع ما اعتقدنا ان اللہ تعالٰی ان یعاقب علی کل جریرۃ ولا صغیرۃ فھذہ بحمد اللہ سبعۃ دلائل ناطقۃ بان ما وقع عن بعض ابناء الزمان فی رسالۃ شرب الدخان من ان المکروہ تنزیھا من الصغائر غلط فاحش وخطأ عظیم نعم قد صرح البحر فی بحرہ ان المکروہ تحریما منھا فتثبت ولا تخبط۔

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے فصل

فی زیارۃ القبور ندب زیارتہا من غیران یطأ القبور۔
اسی میں ہے کرہ وطؤھا بالاقدام لما فیہ من عدم الاحترام
وقال قاضی خان لو وجد طریقا فی المقبرۃ وھو یظن
انہ طریق احدثوہ لا یمشی فی ذلک وان لم یقع فی ضمیرہ
لاباس بان یمشی فیہ اھ ملخصا۔

اقول وھذا ایضا دلیل ما اخترناہ فانہ علق
نفی الباس علی ان لا یقع فی قلبہ انہ طریق علی قبر فافاد
وجود الباس فیما اذا وقع ذلک فی نفسہ وایضا قد تقدم
التصریح بالحرمۃ عن الشامی والطحطاوی عن
علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی۔

علامہ اسمٰعیل نابلسی حاشیہ درروغرر میں فرماتے
ہیں لاباس بزیارۃ القبور والدعاء للاموات ان کانوا مومنین[1]
من وطاء القبور کما فی البدائع والملتقط اھ طریقہ محمدیہ میں ہے
من افات الرجل المشی علی المقابر اھ

قبروں کو روندنے کی بجائے کنارۂ قبرستان سے دُعا کرلیں

امام علامہ محقق علی الاطلاق
ان لوگوں پر اعتراض فرماتے
ہیں جن کے اعزا و اقربا کے گرد
مخلوق دفن ہے وہ ان کی قبروں کو روندتے ہوئے اپنے عزیزوں کی
گور تک جاتے ہیں انہیں چاہیے کنارۂ قبرستان سے زیارت اور دعا

---

[1] علی صیغۃ المفعول اے آمنین ۱۲۔

کرلیں اور اُن کی قبروں کے قریب نہ جائیں فقد قال فی الفتح یکرہ الجلوس علی القبر ووطؤہ وح فما یصنعہ من دفنت حول اقاربہ خلق من وطأ تلك القبور الی ان یصل الی قبر قریبہ مکروہ اھ۔

صاحبِ قبر نے شکایت کی

امام محدّث حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی اقبلت من الشام الی البصرۃ فنزلت الخندق فتطھرت وصلیت رکعتین باللیل ثم وضعت راسی علی قبر فنمت ثم انتبھت فاذا بصاحب القبر یشتکی ویقول لقد اذیتنی منذ اللیلۃ الخ یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا رات کو خندق میں اترا وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا جب جاگا تو ناگاہ سُنا کہ صاحبِ قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تُو نے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی۔

صاحبِ قبر نے کہا قُمْ فَقَدْ اٰذَیْتَنِیْ

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت ابوعثمان نہدی وہ ابن مینا تابعی سے راوی میں مقبرے میں گیا دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا صاحبِ قبر کہتا ہے قُمْ فَقَدْ اٰذَیْتَنِیْ اُٹھ کہ تُو نے مجھے ایذا دی۔

قبر سے آواز آئی

امام حافظ ابومندہ قاسم بن مخیمرہ سے راوی کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا

قبر سے آواز آئی الیك عنی یا رجل ولا توذنی اپنی طرف ہٹ اے شخص میرے پاس سے اور مجھے ایذا نہ دے۔ ذکرھما العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور اقول وفیھما تائیدا علیہ عامۃ علمائنا خلافا للامام ابی جعفر ومن تابعہ من بعض المتاخرین

یہاں قبر ہے، قبر سے آواز آئی اور اس فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے حضرت سیدی ابو الحسین احمد نوری مدظلہ العالی سے سُنا کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنج شہیداں ہے، کوئی شخص اپنی بھینس لیے جاتا تھا ایک جگہ زمین نرم تھی ناگاہ بھینس کا پاؤں جا رہا معلوم ہوا یہاں قبر ہے قبر سے آواز آئی، اے شخص تُو نے مجھے تکلیف دی تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا۔ وفیھا قصۃ لطیفۃ تدل علی عظیم قدرۃ اللہ وعجیب صنعہ فی الشھداء۔

حکمِ مسئلہ اب بحمد اللہ تعالیٰ حکمِ مسئلہ مثلِ آفتاب روشن ہوگیا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اور اُس سے تکیہ لگانے اور مقابر میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے۔ گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اُس کے پاس نہ سوئیں۔ سنت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظِ ادب پاس بھی نہ جائیں دُور ہی سے زیارت کر آئیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگرچہ جانوروں

کو کھلانا جائز فرمایا مگر یہ کہ یہاں سے کاٹ کر لے جائیں نہ کر جانوروں کو مقابر میں چرائیں اور تصریح فرمائی کہ مسلمان کی عزت زندہ و مُردہ برابر ہے اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے، مُردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انہیں تکلیف دینا حرام تو خود ظاہر ہوا کہ یہ فعل مذکور فی السّوال کس قدر بے ادبی و گستاخی و باعثِ گناہ و استحقاقِ عذاب ہے۔ جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا، ان پر پاخانہ پیشاب جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اَمواتِ مسلمین کی ایذا رسانی کا باقی نہ رہے گا والعیاذ باللہ رب العلمین۔

علماء فرماتے ہیں جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں اُن میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے کما صَرَّحَ بہ العلامۃ المناوی رحمہُ اللہ تعالیٰ فی التیسیر شرح الجامع الصغیر اور ظاہر ہے کہ مقابرِ مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں ہوتی ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس کس قدر دفن ہیں تو بالضرورۃ ان میں بندگانِ مقبول بھی ضرور ہوں گے بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ اُمید ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں آلودہ گناہ تھے بعد موت پاک و طیب ہوگئے۔

موت کفّارۂ گناہ ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اَلْمَوتُ کَفَّارَۃٌ لِکُلِّ مُسْلِم۔ موت کفارۂ گناہ ہے ہر سُنّی مسلمان کے لیے۔

لہ فائدہ جلیلہ محاورۂ قرآن وحدیث میں مومن ومسلم خاص اہلسنّت کو

اخرجہ ابو نعیم والبیہقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال السیوطی صححہ ابن العربی۔ اسی لیے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا فاجر معلِن کے فسق و فجور کا اس کی زندگی میں اعلان کیا جائے تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں۔

بعد موت فاسق و فاجر کو بُرا کہنے کی ممانعت

اخرج ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والترمذی فی النوادر والحاکم فی الکنی والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن والخطیب فی التاریخ کلھم عن الجارود عن

کہتے ہیں کہ زمانہ نزول قرآن عظیم وارشاد احادیث کریمہ میں صرف اہل حق اہلسنت اہل جماعت ہی تھے اس زمانہ برکت نشان میں کسی بدمذہب مبتدع کا ہونا محال تھا کہ مذہبی شبہہ و تاویل سے پیدا ہوتی ہے جب یقین قطعی سے بدلنے والے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما تھے اگر شبہہ گذرتا حضور کشف فرماتے شبہہ والا مانتا تو سنّی ہوتا نہ مانتا تو کافر ہو جاتا۔ یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی ولہٰذا آیہ کریمہ وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ سے جب علماء نے حجّیتِ اجماع پر استدلال کیا تصریح فرمادی کہ مبتدعین کا اتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں کہ مومنین سے مراد امّت اجابت ہیں۔ مبتدعین امّت اجابت نہیں امّت دعوت ہیں دیکھو توضیح وتلویح بحث اجماع وغیرہ۔ یہ فائدہ نفیسہ یاد رکھنے کا ہے کہ انما المؤمنون اخوۃ وغیرہا آیات واحادیث میں مومنین سے اہلسنّت ہی مراد ہیں انہیں کے

بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ ۔ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس اور بعد موت کیسا ہی فاسق فاجر ہو اُس کے بُرا کہنے اور اس کی برائیاں ذکر کرنے سے منع فرمایا کہ وہ اپنے کیے کو پہنچ گیا۔ اخرج الامام احمد والبخاری والنسائی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا[1] واخرج ابوداؤد والترمذی والحاکم والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم[2] واخرج النسائی بسند جید عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تذکروا ھلکاکم الا بخیر[3]۔

بعد اس اطلاع کے بھی اگر ایسے اشخاص اپنی حرکت سے باز

باہم اتفاق و اتحاد کا حکم ہے ندوہ خذلہا اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور تمام گمراہوں بدمذہبوں سے اتحاد و وداد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم و تعظیم بیان نصوص کو پیش کرنا محض بددینی و ضلالت ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ۱۲ منہ حفظہ ربہ۔

نہ آئیں تو اب ان کی گستاخیاں عوام مومنین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ حضرات اولیائے کرام کے ساتھ بھی ہوں گی اور اَشَدّ و اَعظم مصیبت اس کی جو اولیاء کی جناب رفیع میں گستاخی ہو۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ جل جلالہ فرماتا ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب جو میرے کسی ولی سے دشمنی باندھے تو بیشک میں نے اس سے لڑائی کا اعلان کر دیا۔ (رواہ الامام البخاری عن سیدنا ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اقول وکفی بالجامع الصحیح حجۃ وان کان فی القلب الذھبی ما کان۔ غرض ان لوگوں پر ضرور ہے کہ اپنے حال سقیم پر رحم کریں اور خدائے جبار قہار جل جلالہٗ کے انتقام سے ڈریں اور مسلمانوں کے اموات کو ایذا نہ پہنچائیں۔ آخر انہیں بھی اپنے امثال کی طرح ایک دن زمین میں جانا اور بے کس بے بس ہو کر پڑنا ہے جیسے آج یہ لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں ویسا ہی اور لوگ کل ان کے ساتھ کریں گے۔

عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما تدین تدان[1] اخرجہ ابن عدی فی الکامل عن ابن عمر و احمد فی المسند عن ابی الدرداء و عبدالرزاق فی الجامع عن ابی قلابۃ مرسلا وھو عند الاٰخرین قطعۃ حدیث قلت ولہ شواھد جمۃ وھو من جوامع کلمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اللہ کی طرف

---

[1] لہ

شکوہ ہے کہ یہ بلا ان جاہلوں میں اُن اجہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے جنہوں نے اموات کو بالکل پتھر سمجھ لیا کہ مر گئے اور خاک ہو گئے نہ اب کچھ سُنیں نہ سمجھیں نہ کسی چیز سے ایذا یا راحت پائیں اور جہاں تک بن پڑا قبور مسلمین کی عظمت قلوب عوام سے چھین ڈالی۔

فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

وصل دوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ فتوائے اولیٰ

مسئلہ از کلکتہ امرتلالین نمبر ۸ مرسلہ حاجی لعل خاں صاحب و بار دوم بلفظ از کانپور بازار نیا گنج کمپنی داؤد جی دادا بھائی سورتی مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۰، ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ ایک سطح وقف زمین جو کہ قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں اور باقی ایک تہائی سطح میدان پڑا ہوا ہے اور وہاں کے عمر رسیدہ قریب اَسّی سے سو برس کے بزرگوں سے تحقیق کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ہوش سے ہم لوگوں کے جاننے میں کسی حصہ اس سطح زمین میں کوئی میت دفن نہیں ہوا ہے اس پر چند مسلمانان عالی ہمت نے اس تہائی خالی سطح زمین پر مدرسہ و کتب خانہ بنانے کے لیے حاکم وقت سے درخواست کی بتحقیق کرنے کے بعد کہ وہاں کوئی قبر نہیں ہے حاکم

نے اجازت دی۔ اُن حضرات نے مدرسہ و کتب خانہ بنانے کے لیے تمام سامان فراہم کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے مقام پر مدرسہ و کتب خانہ بنانا درست ہے یا نہیں اور مدرسہ کی نیو کھودتے وقت اگر احیاناً وہاں مُردہ کی بوسیدہ ہڈی نکلے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وقف کی تبدیلی جائز نہیں۔ جو چیز جس مقصد کے لیے وقف ہے اُسے بدل کر دوسرے مقصد کے لیے کر دینا روا نہیں جس طرح مسجد یا مدرسہ کو قبرستان نہیں کر سکتے۔ یونہیں قبرستان کو مسجد یا مدرسہ یا کتب خانہ کر دینا حلال نہیں۔ سراج وہاج پھر فتاوی ہندیہ میں ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن ہیأتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر ما یری فیہ مصلحۃ الوقف اھ قلت فاذا لم یجز تبدیل الھیأۃ فکیف بتغییر اصل المقصود۔

اور اس پارۂ قبرستان میں سو برس سے کوئی قبر نہ ہوا ُسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کر سکتا امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالی کے قول مفتے بہ پر تو واقف کے صرف اتنے کہنے سے کہ میں نے یہ زمین دفن مسلمانان کے لیے وقف کی یا اس زمین کو مقبرۂ مسلمین کر دیا وہ تمام زمین قبرستان ہو جاتی ہے اگرچہ ہنوز ایک مُردہ بھی دفن نہ ہوا ہو اور امام محمد کے قول پر ایک شخص کے دفن سے

ساری زمین قبرستان ہو جاتی ہے۔

اسعاف پھر رد المحتار میں ہے تسلیم کل شئ بحسبہ ففی المقبرۃ بدفن واحد وفی السقایۃ بشربہ وفی الخان بنزولہ۔

ہدایہ و ہندیہ میں ہے وعند ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی یزول ملکہ بالقول کما ھو اصلہ وعند محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا ... لناس من السقایۃ وسکنوا الخان والرباط ودفنوا فی المقبرۃ زال الملک ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کلہ وعلی ھذا البئر والحوض۔

در منتقی و شامی میں ہے قدم فی التنویر والدرر والوقایۃ وغیرھا قول ابی یوسف وعلمت ارجحیتہ فی الوقف والقضاء۔

پس صورت مستفسرہ میں وہاں مدرسہ وکتب خانہ بنانا ہی جائز نہیں اگرچہ مردہ کی ہڈی نہ نکلے اور نکلنے کی حالت میں ممانعت اور اشد ہو جائے گی کہ قبر مسلم کی بے حرمتی ہوئی۔ کما بیناہ فی الامر باحترام المقابر واللہ تعالٰی اعلم۔

فتوائے ثانیہ

مسئلہ از کانپور مسجد رنگیان مرسلہ مولوی شاہ احمد حسن صاحب مرحوم بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

بخدمت سراپا برکت مولانا صاحب المجدد مأتہ حاضرہ صاحب حجت قاہرہ امام جماعت عالم سنت مولانا وسیدنا المولوی

محمد احمد رضا خاں صاحب تمت فیوضاتہم وعمت سکنۃ المشارق والمغارب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کانپور مولوی احمد حسن صاحب سے ملاقات ہوئی کہتے تھے کہ بالفعل ایک اشد ضرورت ہے وہ یہ کہ جامع العلوم والوں نے ایک فتویٰ لکھا مُستَفتی میرے پاس لایا۔ میں نے اُن کے خلاف جواب لکھا۔ جامع العلوم والوں نے اُس کو دیوبند بھیجا۔ اُنہوں نے اپنے ہم مذہبوں کے جواب کی تصدیق کی۔ مُستَفتی پھر میرے پاس آیا کہ اب میں کس کے قول پر عمل کروں میں نے کہا کہ جو فیصلہ حکم کرے اُس پر عمل کرو۔ حضرت مولنٰا سے بڑھ کر کون حَکَم ہے۔ لہٰذا اس اِستِفتا کو اپنے ہمراہ لیتے جاؤ اور مولنٰا سے جواب لکھوالو اور فوراً روانہ کردو چونکہ میرا ارادہ حاضری کا تھا میں نے اِستِفتا لے لیا اور اتفاق کہ میں حاضر نہ ہوسکا اور یہ بہت ضروری ہے لہٰذا اس عریضہ کو میں ہمراہ سیّد عبدالشکور صاحب حاضرِ خدمت کرتا ہوں اسی وقت فیصلہ لکھ دیجئے اور سیّد صاحب ہی کے ہمراہ واپس فرمائیے کہ میں روانہ کردوں۔ مولوی احمد حسن صاحب انتظار میں ہوں گے۔

نَقلِ اِستِفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک سطح وقف زمین کہ قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پُرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں

(نقل دبعینہ سوال آمدہ از کلکتہ امرتلا لین واز کانپور بازار نیا گنج ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ کہ عنقریب فتاوٰی میں گذرا)

جواب اہلی مدرسہ جامع العلوم ایسے مقام پر کتب خانہ اور مدرسہ بنا ناجائز ہے لعدم المانع اور اگر بوسیدہ ہڈی اتفاقی طور پر نکل آئے تو اُس کو کہیں دفن کردے وقال الزیلعی ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبنا علیہ اھ شامیہ صفحہ ۵۹۹ واللہ اعلم

الاحقر محمد رشید مدرس دوم
مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

دو عالم ز فیض محمد رشید ۱۳ ھ ۱۳

من اجاب فقد اصاب محمد عبداللہ عفی عنہ

ہذا الجواب غیر صحیح لانہ مخالف لعبارۃ الفقہاء

محمد عبدالرزاق مدرس مدرسہ
امداد العلوم کانپور۔

محمد عبدالرزاق

خلاصہ جواب جناب مولوی احمد حسن صاحب

صورت مسئولہ میں اس مقام پر کتب خانہ و مدرسہ بنانا ناجائز ہے اس لیے کہ یہ جگہ جب مقبرہ کے نام سے مشہور اور وقف ہے تو شرعاً یہ مقبرہ سمجھا جائے گا اور اس مقبرہ کے لیے یہ زمین وقف ہو گی اور اُس کی شہرت اس کے ثبوت کے لیے دلیل کافی ہے درمختار میں ہے تقبل فیہ الشہادۃ بالشہرۃ الخ رد المحتار میں ہے الخ

عالمگیریہ الشہادۃ علی الوقف بالشہرۃ تجوز الخ اور اس کے مندرس ہو جانے سے دوسرا کوئی نفع لینا درست نہ ہوگا۔

قاضی خاں مطبوعہ مصر جلد ثالث صفحہ ۳۱۴ مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ لم یبق فیہا آثار المقبرۃ ھل یباح لاھل المحلۃ الانتفاع بہا قال ابو نصر رحمہ اللہ تعالیٰ لا یباح۔

علمگیری جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷۰ و ۴۷۱ سئل القاضی الامام شمس الائمۃ محمود الاوزجندی فی المقبرۃ اذا اندرست ولم یبق فیہا اثر الموتی لا العظم ولا غیرہ ھل یجوز زرعہا واستغلالہا قال لا ولہا حکم المقبرۃ کذا فی المحیط۔ عدم جواز انتفاع بالمقبرۃ امام زیلعی کی اس عبارت کے خلاف ہے اس لیے کہ انہوں نے جواز میت کے بوسیدہ اور خاک ہو جانے پر مرتّب فرمایا ہے اور جہاں عدم جواز اس وجہ سے نہیں بلکہ بسبب مقبرہ کے وقف ہونے کے ہے جیسا کہ مصحح نے علمگیریہ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے عبارت منقولہ علمگیریہ پر یہ عبارت لکھی ہے قولہ قال لا ھذا لا ینافی ماقالہ الزیلعی لان المانع ھہنا کون المحل موقوفا علی الدفن فلا یجوز استعمالہ فی غیرہ فلیتأمل ولیحرر اھ مصححہ اور مسائل سے یہ بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر جنس کی طرف نقل وقف جائز نہیں۔

علمگیریہ جلد ثانی صفحہ ۴۷۸ سئل شمس الائمۃ الحلوانی عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس ھل للقاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد آخر او حوض

آخر قال نعم ولو لم يتفرق الناس ولكن استغنى الحوض عن العمارة وهناك مسجد محتاج الى العمارة او على العكس هل يجوز للقاضي صرف وقف ما استغنى عن العمارة ما هو محتاج الى العمارة فقال لا كذا في المحيط۔ لہٰذا اس زمین میں جو دفن ہو کے لیے وقف ہو مدرسہ وغیرہ بنانا ناجائز نہ ہو گا گو خالی ہی کیوں نہ ہو اور دوسرے اس کا خالی ہونا فقط اتنی شہادت سے کہ ہماری عمر میں ہمارے علم میں کوئی میت دفن نہ کی گئی نہیں ثابت ہو سکتا بلکہ اس قدیم مقبرے کا پُر ہونا سمجھا جاتا ہے کہ جب دو تہائی زمین میں قبریں اس قدر پُرانی ہیں کہ سو برس کے لوگوں کے ہوش سے قبل کی ہیں تو اس ایک ثلث میں اس سے بھی پہلے کی ہوں گی اور وہ بالکل منہدم ہو گئے ہوں زمین صاف معلوم ہوتی ہو زمین بھر جانے کی وجہ سے دفن کرنا چھوڑ دیا گیا ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص بیان کرے کہ جب سے یہ زمین مقبرہ کے لیے وقف ہوئی کوئی میت اس تہائی میں نہ دفن کی گئی تو البتہ خالی ہونا ثابت ہو سکتا ہے پھر بھی مدرسہ وغیرہ سوائے دفن کے دوسرے کام میں لانا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

—— کتبہ ——

عبدہ العاصی فضل الٰہی عفی عنہ

ہٰذا الجواب صحیح کتبہ عبدالرزاق عفی عنہ

الجواب الثانی صحیح کتبہ احمد حسن عفی عنہ

جواب مولوی رشید احمد گنگوہی و دیوبندیان

الجواب یہ جواب صحیح نہیں ہے اور مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اُس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا الحاصل اگر وہ قبرستان وقف نہیں ہے تو کچھ کلام نہیں اور قبرستان کو جو وقف مشہور کر دیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ گورستان وقف نہیں ہوتا اور بعد تسلیم اس بات کے کہ وہ وقفی ہے اُس صورت میں کہ وہاں دفن اموات کا ایک مدت دراز سے بند ہے تو اس میں دوسرا مکان وقفی بنا دینا درست ہے لہذا مدرسہ وقفی بنانا اُس گورستان میں جائز ہے چنانچہ اس روایت سے واضح ہے عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۹ فان قلت هل يجوز ان تبنى المساجد على قبور المسلمين خلت قال ابن القاسم لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجد الم ار بذلك بأسا وذلك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لاحد ان يملكها فاذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين لا يجوز تمليكه لاحد فمعناهما على هذا واحد اور کتب فقہیہ میں بھی روایات جواز موجود ہیں مگر بندہ کو مہلت نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد
۱۳۰۱ ھ

الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ

الجواب صحیح بندہ مسکین محمد یٰسین عفی عنہ

محمد یٰسین عفی عنہ

الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ

جبکہ وہ مقبرہ نہایت کہنہ ہے اور اس وقت دفن کرنا وہاں متروک ہوگیا ہے تو بناء مدرسہ اس جگہ میں خصوصاً حصہ خالی میں درست ہے البتہ اگر وہ مقبرہ فی الحال دفن اموات کے کام آتا ہو تو کوئی اور بنا اس میں درست نہیں ہے۔ قال فی العلمگیریۃ ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبیین فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

فتوکل علی العزیز الرحمٰن ۱۳۰۷

فتویٰ مجددِ مائۃ حاضرہ

امام اہل سنّت مولانا احمد رضا خاں کا جواب مبارکہ

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جواب اوّل[۱] غلط صریح اور حکم ثانی[۲] حق وصحیح اور تحریر ثالث[۳] جہل قبیح ہے۔

اوّلاً سوال میں صاف تصریح تھی کہ ایک سطح وقف زمین پھر مجیب سوم کی تشقیق[۴] کہ اگر وہ قبرستان وقف نہیں الخ محض شقشقہ

بے معنی ہے۔

ثانیاً قبرستان کو جو وقف مشہور کہہ دیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں اس کا یہ مُشارٌ الیہ شہرت ہے یا وقفیت اوّل صحیح ہے مگر مہمل و ندا ہے بے محل۔

وقف میں شہرت کافی ہے

سوال اس صورت خاصہ سے ہے جہاں شہرت موجود ہے اس پر علم کے لیے ہر جگہ شہرت کیا ضروری ہیں۔ دوم بھی اگر مقصود سلب وقفیت بجال انتفائے شہرت ہو اور انہیں دونوں صورتوں میں یہ قول کہ اکثر جگہ دیکھا گیا کہ گورستان وقف نہیں ہوتا روبصحت رکھتا ہے اگرچہ کثیر و اکثر میں فرق نہ کرنا ضیق نطاق بیان ہے اور اگر نفی وقفیت باوصف شہرت مراد تو محض مردود و ظاہر الفساد اور اب وہ شہادت مشاہدۂ اکثر بلا دصراحۃً حقانیت بے محکی ہے متون و شروح و فتاویٰ مذہب میں تصریحات جلیہ ہیں کہ شہرت مثبت وقفیت و مسوغ شہادت ہے۔ کلام مجیب دوم مسلمہ میں بھی اس کی بعض نقول منقول پھر باوصف تسلیم وبیل شرعی نفی مدلول جہل قطعی۔ یہاں شہادت شہرت کو نہ ماننا نہ اسی مقبرے بلکہ عامۂ اوقاف قدیمہ کو یکسر مٹا دینا ہے طول عہد کے بعد شہود و معائنہ کہاں اور مجرد خط حجت نہیں۔

فتاویٰ خیریہ میں ہے لا یعمل بمجرد الدفتر ولا بمجرد الحجۃ لما صرح بہ علماء ونا من عدم الاعتماد علی الخط

وعدم العمل به بمکتوب الواقف الذی علیه خطوط القضاۃ الماضین وانما العمل فی ذلک بالبینۃ الشرعیۃ

اُسی میں ہے کتاب الوقف انما ھو کاغذ بہ خط وھو لا یعتمد علیہ ولا یعمل بہ کما صرح بہ کثیر من علمائنا والعبرۃ فی ذلک للبینۃ الشرعیہ وفی الوقف یسوغ للشاھد ان یشھد بالسماع ویطلق ولا یضر فی شھادۃ قولہ بعد شھادۃ لم اعاین الوقف ولکن اشتھر عندی او اخبرنی بہ من اثق بہ۔

اب اگر شہرت بھی مقبول نہ ہو تو ہزاروں وقف سوا اس کے کہ محض بے ثبوت و باطل قرار پائیں اور کیا نتیجہ ہے؟

وقف میں تبدیل حرام ہے

ثالثاً مقبرے کے لیے وقف تسلیم کرکے اس میں مدرسہ وغیرہ دوسرے مکان وقفی بنانے کو درست بتانا ظلم واضح وجہل فاضح ہے کہ اس میں صراحۃً تغییر وقف ہے اور وہ حرام ہے حتیٰ کہ متولی کو بھی جو وقف پر ولایت رکھتا ہے نہ کہ اجنبی۔ حتیٰ کہ علمانے تغییر ہیأت کی بھی بے اذن واقف اجازت نہ دی نہ کہ تغییر اصل وقف۔ عقود الدریہ میں ہے، لا یجوز للناظر تغییر صیغۃ الواقف کما افتی بہ الخیر الرملی والحانوتی وغیرھما۔

سراج الوہاج وہندیہ میں ہے۔ لا یجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر

ما يرى فيه مصلحة الوقف۔

فتح القدیر و ردالمحتار و شرح الاشباہ للعلامۃ البیری میں ہے۔ الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ دون زیادۃ۔

وقف کرنے کے لیے مالک ہونا شرط ہے، شے ایک بار وقف ہو کر دوبارہ وقف نہیں ہو سکتی

رابعاً مدرسہ یا کتب خانہ یا کوئی مکان کیا خالی دیواروں کا نام ہے ہر عاقل ادنیٰ عقل والا بھی جانتا ہے کہ زمین ضرور اُس میں داخل تنہا دیواروں کو بنا و عملہ کہتے ہیں نہ بیت و خانہ مدرسہ جائے درس محل درس زمین ہے یا دیواروں پر بیٹھ کر درس ہوگا اور یوں بھی ہوتا ہم قرار استقرار کو انتہا علی الارض سے کیا چارہ اور یہ زمین ایک بار ایک جہت کے لیے وقف ہو چکی دوبارہ وقفیت کیونکر معقول کہ واقف کا وقت وقف مالک موقوف ہونا شرط وقف ہے۔

زمین وقف میں کوئی عمارت دوسری غرض کے لیے وقف نہیں ہو سکتی

ہمارے مذہب میں باتفاق اہل وقوف اُس پر صحت وقف موقوف اور وقف بعد تمامی کسی کی مِلک نہیں تو خود اصل واقف بھی اگر دوبارہ اُسے وقف کرنا چاہے محض باطل ہوگا نہ کہ زید و عمرو بلکہ یہ حکم عام ہے خواہ وقف دوبارہ جہت اخریٰ پر ہو یا اسی جہت اولیٰ پر کہ علی الاول تحویل باطل ہے اور علی الثانی تحصیل حاصل والکل باطل بحر الرائق و عالمگیریہ وغیرہما میں ہے۔

اما شرائطه فمنها العقل والبلوغ ومنها ان یکون قربة ومنها الملك وقت الوقف و تیضرع علی اشتراط الملك انه لا یجوز وقف الاقطاعات ولا وقف ارض الحوز لامام ام ملتقطا۔

اسعاف میں ہے۔ اتفق ابویوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ ان الوقف یتوقف جوازہ علی شروط بعضہا فی المتصرف کالملك فان الولایة علی المحل شرط الجواز والولایة تستفاد بالملك اوھی نفس الملك

اُسی میں ہے لو وقف ارضا اقطعه ایاھا السلطان فان کانت ملکا له اومواتا صح وان کانت من بیت المال لا یصح۔

خامساً تنہا عمارت وقف ہوگی یا تنہا زمین یا دونوں ثانی بدیہی البطلان لان الوقف لا یوقف یونہی ثالث لانه علیه یتوقف اوّل کا جواز ارض غیر محتکرہ میں صرف اس صورت میں ہے کہ یہ عمارت اسی کام پر وقف ہو جس پر اصل زمین کا وقف ہے ھوالصحیح بل ھوالتحقیق وبه التوفیق تو زمین مقبرہ اور دیواریں عدسہ یہ محض وسوسہ۔

فتاویٰ علامہ خیرالدین رملی میں ہے سئل فی کرم مشتمل علی عنب وتین وارضه وقف سیدنا الخلیل علیه وعلی نبینا وسائر الانبیاء افضل الصلوٰۃ واتم السلام من الملك الجلیل ادعی رجل بانه وقف

جدہ ھل تسمع دعواہ اجاب لا تسمع ولا تصح
اذا لکرم اسم للارض والشجر وان ارید بہ الشجر
فوقف الشجر علی جھۃ غیر جھۃ الارض مختلف
فیہ وقد قال صاحب الذخیرۃ وقف البناء من
غیر وقف الارض لم یجز ھو الصحیح وان ارید کل
من الارض والشجر فبطلانہ بدیھی التصور وان
ارید الارض فبدیھیۃ البطلان اولی اھ ملتقطا۔
اسی میں اس کے متصل ہے کیف یصح للواقف وقفھا
علی نفسہ وھی وقف الخلیل علیہ الصلٰوۃ والسلام اھ
وھذا معنی قولہ فبطلانہ بدیھی التصور۔
ردالمحتار میں ہے الذی حررہ فی البحر اخذا من
قول الظھیریۃ وما اذا وقفہ علی الجھۃ التی کانت
البقعۃ وقفا علیھا جاز اتفاقا تبعاً للبقعۃ وان قول
الذخیرۃ لم یجز ھو الصحیح مقصور علی ماعدا
صورۃ الاتفاق وھو ما اذا کانت الارض ملکا او وقفا
علی جھۃ اخری اھ وعلی ھذا فی ینبغی ان یستثنی
من ارض الوقف ما اذا کانت الارض معدۃ للاحتکار فیہ
یتضح الحال ویحصل التوفیق بین الاقوال اھ ملخصا
وقد اوضحناہ فیما علقنا علیہ۔
سادساً مدرسہ یا کتب خانہ جو بنایا جائے گا جبکہ شرعاً وقف
نہیں ہو سکتا لاجرم ملک بانیاں پر رہے گا اور آپ یہ صراحۃً وقف

میں تصرف مالکانہ اور اپنے انتفاع کے لیے اُس میں عمارت بنانا ہوگا تو آفتاب کی طرح واضح کہ قاضی خاں و علمگیری و محیط کی عبارات جو مجیب دوم سلّمہٗ نے نقل کیں کہ مقبرہ اگرچہ مندرس ہو جائے اُس میں قبر کا نشان درکنار اَموات کی ہڈی تک نہ رہے جب بھی اُس سے اِنتفاع حرام اور ہمیشہ اس کے لیے حکم مقبرہ رہے گا اسی طرح فتاویٰ ظہیریہ و خزانۃ المفتین واسعاف کی عبارات کہ مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ لم یبق فیھا اٰثار المقبرۃ لا یباح لاھل المحلۃ الانتفاع بھا وان کان فیھا حشیش یحش منھا ویخرج الحشیش الی الدواب ولا ترسل الدواب فیھا قطعا مفید مدعا تھیں اور مجیب سوم کا یہ زعم کہ مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا محض سوئے فہم و جہل مبین۔

مجیب سوم[1] کی جہالت

سابعاً مجیب سوم کو جب فقہ میں کوئی راہ نہ ملی ناچار متون و شروح وفتاوائے مذہب سب بالائے طاق رکھ کر نصوص اصول و فروع فقہ حنفی سب سے آنکھ بند کر کے شرح صحیح بخاری سے ایک روایت خارج عن المذہب پر قناعت کی کہ ابن القاسم نے کہا کہ میری رائے میں جب مقبرے کے آثار مٹ جائیں اور اُس کی حاجت نہ رہے تو وہاں مسجد بنا لینا جائز ہے۔ عربی لفظوں کا ترجمہ دیکھ لیا اب آدراک کسے کہ یہ ابن القاسم کون ہیں کس مذہب کے عالم ہیں ان کا قول مذہب

---

[1] یعنی گنگوہی صاحب۔

حنفی میں کہاں تک سُنا جاسکتا ہے اور وہ بھی خاص ان کی اپنی رائے اور وہ بھی اصول وفروع مذہب کے صریح خلاف۔ مجیب صاحب[1] علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ شرحِ جامع صحیح میں صرف اقوال مذہب پر اقتصار نہیں کرتے بلکہ آئمہ اربعہ اور اُن سے بھی تجاوز کر کے اُن کے تلامذہ واصحاب وجوہ بلکہ اُن سے بھی گزر کر بعض دیگر سابق ولاحق بلکہ بعض بد مذہبوں مثل داؤد ظاہری وابن حزم تک کے اقوال نقل کر جاتے ہیں بلکہ بارہا ابن و آں ہی کے قول پر قناعت فرماتے اور ائمہ مذہب کا مذہب بیان میں بھی نہیں لاتے، جاہل کہ تراجم علماء سے آگاہ نہیں آپ کی طرح دھوکا کھاتا ہے اور خادمِ علم بحمد اللہ تعالیٰ فرقِ مراتب و تفرقۂ مذاہب کی خبر رکھتا ہے۔ علامہ عینی یہاں کسی کتابِ فقہ کی تحریر میں نہیں۔ یہ استطرادی بالائی فوائد ہیں جن سے اقاویل ناس پر اطلاع مقصود اور مذہب تو اصلاً و فرعاً کتبِ مذہب میں مضبوط ہو چکا۔ اُن کی ان نقول کا اکثر مادہ تصانیف ابن المنذر وابن بطال وغیرہما شافعیہ وغیرہم ہیں۔ اُن کی عادت ہے کہ محلِ نقل میں سطریں کی سطریں بلکہ کہیں صفحے کے صفحے بلا عزو بے تغییر لفظ نقل فرما جاتے ہیں جس پر اُن کے امام عصری امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے الدرر اللامعۃ میں تنبیہ کی۔ یہاں بھی صدرِ کلام ذکر مایستنبط منہ من الاحکام سے آپ کی منقولہ حکایت تک اُسی قسم کی عبارت ہے۔ عالم تو متعدد وجہ سے پہچانے گا کہ یہ کلامِ حنفیہ نہیں۔ آپ نے اتنا ہی دیکھا ہوتا کہ اس عبارت میں ہے، الی جواز

---

[1] یعنی گنگوہی صاحب۔

نبش قبورھم للمال ذھب الکوفیون والشافعی واشھب بھذا الحدیث۔ حنفیہ کا محاورہ نہیں کہ اپنے ائمہ کا مذہب یوں بیان کریں کہ کوفے والے ادھر گئے ہیں قائل حنفی ہوتا تو ذھب ائمتنا یا اصحابنا یا علماؤنا وامثال ذلک لکھتا یہ ابن القاسم واشہب[1] دونوں حضرات مالکی المذہب عالم ہیں خود امام ہمام کے شاگرد اور اُن کے مذہب میں اہلِ روایت و درایت جیسے ہمارے یہاں زُفر و حَسَن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہم آپ کی مقدس بزرگی کہ مذہب حنفی کے صریح خلاف ایک مالکی عالم کی رائے پر فتوے دیتے اور اُسے اپنے زعم میں مذہب حنفی کی روایت سمجھ رہے ہیں حالانکہ ہمارے ائمہ تو ہمارے ائمہ، وہ اس مذہب کے بھی امام مجتہد سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت نہیں لیتے۔ اُن عالم مالکی کی اپنی رائے ہے جیسے وہ فرماتے ہیں لم ار بذلک باسا کاش بے مہلتی اتنی مہلت دیتی کہ آپ کو اپنی منقولہ عبارت سے دو ہی لفظ آگے بڑھنے دیتی تو آپ کو کیا ملتا وذکر اصحابنا یعنی ابن القاسم نے یہ کہا اور ہمارے علماء نے یوں فرمایا اسی سے آپ کچھ تو چیتے کہ یہ ابن القاسم ہمارے علماء سے نہیں مگر ہاں جب نافہمی کی ٹھہری تو آپ کو کیا لگتا کہ اس ذکر اصحابنا کو بھی قال ابن القاسم کے تحت میں داخل اور انہیں کے مقولے میں شامل مانتے۔

---

[1] دونوں حضرات کے مزار فائض المرام قرافہ میں ایک جا ہیں علماء فرماتے ہیں ان دونوں مزاروں کے بیچ میں دُعا قبول ہوتی ہے ۱۲ منہ حفظ ربہ۔

گنگوہی صاحب کی تین چالاکیاں اور اُن کا اُلٹا پڑنا

ثانیاً مجیب صاحب آپ نے ناحق اس حکایت غیر مذہب پر قناعت کی کہ فقط بیچارے مُردہ مسلمانوں کی قبریں طلبہ اور مدرسہ کے بھنگی بہشتی سے پامال کرانے کی گنجائش ملی اس ذکر اصحابنا کو کیوں نہ لیا کہ مسجدوں میں ہل چلانے گھوڑے گدھے باندھنے کی راہ چلتی۔

بل ما هو اشنع واخنع وهو اتخاذ موضع المسجد حشا وكنيفا لقوله وذكر اصحابنا ان المسجد اذا خرب ودثر ولم يبق حوله جماعة والمقبرة اذا عفت ودثرت تعود ملكا لاربابها قال فاذا عادت ملكا يجوز ان يبنى موضع المسجد دارا وموضع المقبرة مسجدا او غير ذلك قال فاذا لم يكن لها ارباب تكون لبيت المال اھ وذلك لان الدار لابد لها من تلك الاشياء۔

مگر آپ نے ہوشیاری برتی۔

اوّلاً جانتے تھے کہ کتب معتمدۂ مذہب مشہورہ متداولہ میں اسے صراحۃً رد کیا اور اس کے خلاف پر بشد و مد فتویٰ دیا ہے۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجدا عند الامام والثانى ابدا الى قيام الساعة وبه يفتى حاوى القدسى وبحر الرائق و رد المحتار میں ہے واکثر المشائخ عليه

مجتبی وھوالاوجہ فتح۔

ثانیاً یہ قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جسے علامہ عینی نے اصحابنا کی طرف نسبت کیا خاص اس حالت میں ہے جب وہ شے موقوف اُس غرض کی صلاحیت سے بالکل خارج ہو جائے جس کے لیے واقف نے وقف کی تھی اصلاً کسی طرح اُس کے قابل نہ رہے ردالمحتار میں ہے۔

ذکر فی الفتح ما معناہ انہ یتفرع علی الخلاف المذکور ما اذا انہدم الوقف ولیس لہ من الغلۃ ما یعمریہ فیرجع الی البانی اوورثتہ عند محمد خلافا لابی یوسف لکن عند محمد انما یعود الی ملکہ ما خرج من الانتفاع المقصود للواقف بالکلیۃ۔

یہ بات مقبرۂ مذکورہ میں کیونکر متصور کہ ہنوز تہائی میدان حسب بیان سائل بالکل خالی پڑا ہے۔

ثالثاً شاید یہ بھی کچھ اندیشہ گزرا کہ اس میں مقبرے کے ساتھ مسجد کی بھی خیر نہیں۔ مبادا عوام بھڑک جائیں ان وجوہ سے ذکر اصحابنا چھوڑ کر قال ابن القاسم کا آسرا پکڑا مگر غافل کہ جن تین اندیشوں سے گریز فرمائی وہی تینوں یہاں بھی آپ پر عائد بلکہ مع شئے زائد۔

اوّل تو وجہ سابع میں دیکھ چکے کہ خلاف مفتی بہ ہونا درکنار دوسرے مذہب کا کوئی قول ضعیف بھی نہیں۔

اور ثانی یوں کہ کلام ابن القاسم میں عفت ودست ہے عفا و دروس نیست ونابود وناپیدا و بے نشان ہونا ہے یہ اس مقبرے پر کہاں صادق کہ سائل کہتا ہے کہ پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں تو ابھی

نیست ونابود وناپدید نہ ہو اور اس روایت خارجہ نے بھی آپ کو کام نہ دیا۔

اور ثالث یوں کہ جب اُن کی رائے میں مجرد وقفیت موجب اتحاد معنی وجواز اقامت بجائے یکدگر ہے تو جیسے مقبرے کو مسجد کرنا روا۔ یونہیں مسجد کو مقبرہ، یونہی مسجد کو سرا اور سرا میں بیت الخلاء؛

فان الکل وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملیکہ لاحد فمعنی الکل علی ھذا واحد۔ پھر مفر کدھر۔

گنگوہی صاحب کی کمال بلادت کہ احادیث صحیحہ ونصوص ائمہ مذہب چھوڑ کر ایک مالکی عالم کے جس قول سے سند لائے اس کا بھی مطلب نہ سمجھے

ثانیاً اور براہ مہربانی تھوڑی دیر کو ہوش میں آکر فرمائیے کہ

ابن القاسم نے کہا مقبرے کو بعد بے نشانی مسجد کر دینا روا اور ابو القاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مقابر پر مسجد بنانا حرام۔ آپ کے نزدیک یہ دونوں حکم حالت واحد پر وارد۔ جب تو آپ کا ایمان ہے کہ ابن القاسم کی بات حق جانیں اور ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں اور اگر حالت مختلف ہے تو پہلے وہ فرق معین کیجئے جس پر ان دونوں احکام کا انقسام ہوگا کیا فقط نَو وکُہن کا تفرقہ ہے کہ نئی قبروں پر مسجد بنانا حرام اور جہاں ذرا پرانی پڑیں اور اب ان پر نماز جائز ہو گئی یا فقط اوپر کا نشان مٹ جانا چاہیے یا یہ ضرور ہے کہ لاشوں کے تمام اجزا ساری ہڈیاں بالکل خاک ہو جائیں مُردے بجمیع اجزا ئہم تراب خالص کی طرف استحالہ کریں اُس کے بعد روا ہے۔

اوّل تو بداہتہً باطل اور شاید بعلت وہابیت آپ کے یہاں تو شرک ہو۔

اور ثانی بھی اسی کی مثل ہے کہ نشان بالا نہ قبر ہے نہ قبر کے لیے رکن و شرط تو اس کا عدم و وجود یکساں معہٰذا اس مقبرے میں یہ صورت بھی ہنوز متحقق نہ ہوئی کہ نشان قبور موجود ہیں اور آپ کا حکم بے تخصیص ثلث خالی صاف مطلق ہے کہ مدرسہ وقفی بنانا گورستان میں درست ہے اور آپ کے مقلد نے اُس اطلاق کی صریح تصریح کر دی کہ بنائے مدرسہ اُس جگہ میں خصوصاً حصہ خالی ہیں درست ہے۔ اس خصوص نے عموم کو واضح کر دیا لاجرم ثالث لیجئے گا اب یہ آپ پر لازم تھا کہ دلیل شرعی سے اُس مدت کی تعیین کرتے جس میں مُردوں کی ہڈی پسلی کا اصلاً نام و نشان نہیں رہتا سب خاک محض ہو جاتے ہیں پھر ثبوت دینا تھا کہ اس مقبرے میں سب سے پچھلی جو میت دفن ہوئی اُسے اتنی مدت مقررہ گزر چکی ان دو مرحلوں کو بغیر طے کیے حکم جواز لگا دینا محض جاہل تھا۔

اتنا یاد رکھیے کہ مجرّد شک یہاں کام نہ دے گا کہ الیقین یزول بالشک عقل و نقل کا قاعدۂ اجماعیہ ہے وجود مانع یعنی بعض اجزائے میت یقیناً معلوم تھا اب جب تک انعدام جمیع اجزائے اموات پر یقین نہ ہو حکم حرمت و ممانعت ہی رہے گا اور آپ کے لیت ولعل سے کام نہ چلے گا تو ظاہر ہوا کہ اس روایت خارجہ عند المذہب کا دامن پکڑنا بھی محض سوئے فہم و بندگیٔ وہم تھا وباللہ العصمۃ۔

سے موقوف کے بیکار ہوجانے کے معنی اور گنگوہی صاحب کی سخت بے تمیزی کہ مفر و مفید میں فرق نہ جانا

عاشراً لطف یہ ہے کہ اُس

روایت خارجہ میں شرطِ استغنا عن الدفن لگائی ہے۔ آیا اس سے یہ مراد کہ اُس کے سوا دوسری جگہ دفن ہو سکتا ہو جب تو یہ شرط محض لغو و عبث ہے۔ وہ کون سا گورستان ہے جس کی طرف احتیاج دفن بمعنی لولاہ لا متنع ہے نہ ہرگز تعطل و ویرانی۔ اوقاف میں صرف اس قدر ملحوظ ہوتا ہے بلکہ یہاں قطع نظر دو امر ہوتے ہیں، ایک عدم حاجت بوجہ عدم محتاجین یعنی وہاں آبادی ہی نہ رہی لوگ متفرق ہوگئے اب حاجت کسے ہو جیسے جواب دوم میں عالمگیری اور محیط سے دربارۂ مسجد و حوض گزرا کہ خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس دوسرے عدم حاجت بوجہ عدم صلوح یعنی وہ شے کسی مانع و قصور و نقص کے سبب اب اُس کام کی نہ رہی مثلاً زمین پر پانی نے غلبہ کیا کہ دفن کی گنجائش نہ رہی۔

فتاوی کبری و جامع المضمرات و ہندیہ و اسعاف وغیرہا میں ہے:

جعلت قطعة ارض لها مقبرة واخرجتها من يدها ودفنت فيها ابنها وتلك القطعة لا تصلح للمقبرة لغلبة الماء عندها فيصلبها فا دفارادت بيعها ان كانت الارض بحال لا يرغب الناس عن دفن الموتى لقلة الفساد فليس لها البيع وان كانت يرغب الناس عن دفن الموتى فيها لكثرة الفساد

فلها البیع پر ظاہر کہ صورت مُستفسرہ میں ہر گز نہ عدم محتاجین ہے نہ عدم صُلوح بیہ شرط استغنا کب متحقق ہوئی اور تغیر وقف کی اجازت کس گھر سے ملی تو روشن ہوا کہ مجیب سوم کا اس روایت خارجہ سے تمسُّک محض تشبث الغریق بالحشیش تھا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق۔

تنبیہ یہ مجیب سوم پر تلك عشرة کاملة ہیں اور اُن کا ردّ اُن کے سب اِتباع و اَذناب کے ردّ سے مُغنی۔

ع وکل الصید فی جوف الفرأ

اور اذناب کے پاس ہے ہی کیا سوا

روایت امام زیلعی کی تحقیق

روایت امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے جسے خود مولوی گنگوہی صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر چھوڑ دیا اور روایت فقہیہ نہ لکھنے کے لیے یہ حیلے کا بہانہ لیا۔ مجیب اول نے لکھی مجیب دوم سلمہ نے جواب دیا بعض اذناب سوم نے بے تعرض جواب پھر اسی کا اعادہ کیا مگر جناب گنگوہی صاحب جیچے کہ یہاں مقبرۂ وقف میں کلام ہے مجھے خاص دوسرے مکان وقفی کی اجازت نکالنی مشکل پڑی ہے ہل چلانا کھیتی کرنا کہ اس روایت امام زیلعی میں جائز ہو رہا ہے کس گھر سے جائز کر سکوں گا لہٰذا ہوشیارانہ اس سے عدول کیا جو اذناب کی سمجھ میں نہ آیا غالباً اب تو ناظرین اس روایت کا محمل و محصل سمجھ لیے ہوں گے۔

صاجواس سے مقصود زمین مملوک ہے یعنی اگر کسی کی ملک میں کوئی میت دفن کر دی گئی ہو تو جب وہ بالکل خاک ہو جائے مالک کو روا ہے کہ وہاں کھیتی کرے گھر بنائے جو چاہے کرے لان الملك مطلق والمانع زال وهذا ايضا اذا كان ذلك باذنه والا ففي الغصب له اخراج الميت وتسوية الارض كما هي لحديث ليس لعرق ظالم حق۔

علامہ مدقق علائی قدس سرہ نے دُرِّ مختار میں اسے ایسے نفیس سلسلے میں منسلک کیا جس نے معنی مراد کو کھول دیا مجیب اول نے یہ مراد وہیں سے اخذ کی مگر علامہ مدقق کے اشارات تک ہر فہم کی دسترس کہاں۔ دُرِّ مختار میں فرمایا لا يخرج منه بعد اهالة التراب الالحق ادمی كان تكون الارض مغصوبة اواخذت بشفعة ويخير المالك بين اخراجه ومساواته بالارض كما جاز زرعه والبناء عليه اذا بلى وصار ترابا زيلعی ورنہ مقبرہ وقفی میں کھیتی کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہدایہ میں ہے فی غاية القبح ان يقبر فيه الموتى سنة ويزرع سنة۔ بات یہ ہے کہ وہابیہ کی نگاہ میں قبور مسلمین بلکہ خاص مزارات اولیائے کرام علیہم الرضوان ہی کی کچھ قدر نہیں بلکہ حتی الوسع ان کی توہین چاہتے ہیں اور جس حیلہ سے قابو چلے ان کو نیست و نابود اور پامال کرانے کی فکر میں رہتے ہیں اُن کے نزدیک انسان مرا اور پتھر ہوا جیسے وہ خود اپنی حیات میں ہیں کہ لا يسمع ولا يبصر ولا يغني عنك شيئاً حالانکہ شرع مطہر میں مزارات اولیاء تو مزارات عالیہ

عام قبور مسلمین مستحق تکریم و ممتنع التوہین یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقف قبر بھی حق میّت ہے قنیہ میں امام علائے ترجمانی سے ہے یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت حتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی نعلین پاک کی خاک اگر مسلمان کی قبر پر پڑ جائے تمام قبر جنّت کے مشک و عنبر سے مہک اُٹھے اگر مسلمان کے سینے اور مُنہ، سر اور آنکھوں پر اپنا قدم اکرم رکھیں اس کی لذّت و نعمت وراحت و برکت میں ابدالآباد تک سرشار و سرفراز رہے۔ وہ فرماتے ہیں لأن امشی علی جمرۃ او سیف احب الی من ان امشی علی قبر مسلم بیشک چنگاری یا تلوار پر چلنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔ راہ ابن ماجۃ بسند جید عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہابیہ کو اس کی فکر ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کی قبروں پر مکان بنیں، لوگ چلیں پھریں، قضائے حاجت کریں، بھنگی اپنے ٹوکرے لے کر چلیں۔

ع اگر این ست پسند تو نصیبت بادا

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

واذ قد اخذت المسألۃ حظہا من البیان فلتکف عنان القلم حامدین للہ سبحنہ وتعالیٰ علی ما علم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولٰنا محمد والہ

وصحبہ وسلم امین واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ وحکمہ عزشانہ احکم۔

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

کتبہ

عفی عنہ بمحمدن المصطفے النبی الامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

ان ہذا لہو الحق والحق بالاتباع احق

محمدی سنی حنفی قادری

عبد المصطفے احمد رضا خاں

تقاریظ و تصدیقات علماء کرام

مفتی محمد عبداللہ

اس میں جو کچھ بیان ہے سب مطابقِ احکامِ شریعت و سلف صالحین ہے۔ مسلمان ان سب کو تمسک کریں مؤلف علام کو خدائے برتر جزائے خیر دے اور مقبول خاص و عام کرے اور مجھ کو بھی ثواب سے محروم نہ فرمائے ۰ والصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام وآلہٖ واصحابہ الکرام - المذنب المدعو محمد عبداللہ عفی عنہ

مفتی محمد نعیم پشاوری

مسائل بالا کہ علمائے دین متین و فضلائے امت رسول مقبول تحریر و تقریر فرمودند ہمہ حق و راست و درست اند شاکی اینہا مردود و فاسق اند۔

العبد الضعیف الراجی الی رحمۃ اللطیف

محمد نعیم پشاوری عفا اللہ عنہ وعن والدیہ والمومنین والمومنات

آمین ثم آمین!!

سید حیدر شاہ قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدا و مصلیا و مسلما علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ واولیاء امتہ و متبعھم اجمعین ۰ جو کچھ مولائے مجیب لبیب جامع المعقول و المنقول حلال مہمات فروع و اصول مولوی محمد عمر الدین صاحب الحنفی القادری جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء نے صورت مسئولہ میں تحریر فرمایا

ہے وہ سب حق وصواب ہے جواب لاجواب ہے پسندیدۂ اولی الالباب ہے حنفی مذہب کے مطابق قبروں کو کھود کر صاف میدان کر دینا اور اس پر مکان وغیرہ بنانا ہرگز درست نہیں اس کی تحقیق مولائے مجیب نے عمدہ طور سے فرمائی ہے کوئی فرو گذاشت نہیں کیا معترضوں کے کل اعتراض اُٹھا دیئے ہیں منکروں کے سب خدشات دفع کر دیئے ہیں۔

پھر تحریر مہر تنویر فاضل کامل عالم عامل محقق علوم عقلیہ مدقق فنون نقلیہ قالع اصول مبتدعین قامع اوہام نجدیین حامی سنن ماحی فتن مجدد مائۃ حاضرہ صاحب حجت قاہرہ مولانا الحاج احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالیٰ فیوضاتہم کی تو منکروں پر بجلی سی کڑک پڑی رشید گنگوہی کی تحریر پُر تزویر کے خوب پرخچے اڑائے۔ ایسا امر کوئی فرو گذاشت نہ ہوا کہ جس کے لکھنے کی کسی کو تکلیف ہو۔ پس فقیر نے طول دینا مناسب نہ سمجھا۔ لہذا اختصار سے کام لیا گیا ان فتوؤں کا انکار بجز فرقہ نجدیہ وہابیہ اسماعیلیہ ہندیہ اسحاقیہ رشیدیہ گنگوہیہ شیطانیہ خذلہم اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرۃ کے کوئی نہ کرے گا۔ اہلسنت وجماعت کو ان دجاجلۂ ضلالت کیش وابالسہ بطالت اندیش کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ اور سلام وکلام قطع کرنا واجب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حررہ الراجی الی لطف ربہ القوی عبدالنبی الامی السید حیدر شاہ القادری الحنفی تجاوز اللہ تعالیٰ

لحرمة المومنين ومارد به عليه خاتم المحققين عمدة المدققين عالم اهل السنة مجدد المائة الحاضرة سيدی ومرشدی وكنزی وذخری ليومی وغدی مولانا المولوی محمد احمد رضا خان ابده الله الواهب بالفيض والمواهب فلا اجد لسانا للثناء عليه غيران اقول لاشك انه الصدق الصراح والحق القراح فجزاهم الله خيرا الجزاء عن الاسلام والمسلمين بحرمة سيد المرسلين صلی الله تعالی عليه وسلم والله تعالی اعلم بالصواب وعنده ام الكتاب قاله بفمه ورقمه بقلمه محمدن المدعو بظفرالدين المحمدی السنی الحنفی القادری البركاتی الرضوی المجددی البهاری العظيم ابادی .

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۱۰

ابوالبرکات محمد ظفرالدین

پکّی قبر اور اُس پر گنبد بنانیکا حکمِ شرعی

شمسِ شریعتِ محمّدیہ ماہتابِ طریقتِ سہروردیہ
حضرت سیّد ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر:
مُسلم کتابوی
گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور

خدا کی قدرت ہے۔ کہ عبدالوہاب نجدی کے متبعین اور ہمعقیدہ لوگوں کو خدا کے نیک بندوں اور اُن کے ہر ایک نیک فعل سے ایک خاص قسم کی کد ہے۔ جائز ہو یا مستحسن۔ جو ایک بزرگ سے متعلق نظر آئے۔ ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اہلِ دین میں مقبول نہ ہونے پائے۔ بات وہی جائز سمجھی جانی چاہیے جو ہم کہیں یا ہماری قلم سے نکلے۔ خدا اس حسد کا بُرا کرے۔ کیا کیا چالیں سکھاتا ہے۔ اور کس طرح پڑھے لکھوں کو بھی حق سے پھیر دیتا ہے۔ قبر پختہ بنانے کا عمل بھی چونکہ اہلِ اسلام نے خدا کے مقبول بندوں اور اہل اللہ کے لئے ہی خاص کر رکھا تھا۔ اور ان معترضین کی قبروں پر گنبدوں کی بجائے کبھی کسی چیل کا سایہ بھی نہ ہُوا۔ لہٰذا حسد میں آکر اس مسئلہ پر بھی بڑبڑانے لگے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ اپنے اعمال کو درست کرتے اور اپنے آپ کو گنبدوں کے قابل بناتے۔ مگر جب یہ توفیق حاصل نہ ہوئی۔ تو لگے کُبڑی بڑھیا کی طرح سیدھی کمر والوں کا حسد کرنے تاکہ جس نظر سے خلقِ خدا میں ہم دیکھے گئے ہیں یہ بھی دیکھے جائیں۔ مگر یہ کیسے ہو، ہمیشہ حق حق ہوتا ہے اور باطل باطل۔ معترضین جب اس قابلِ نظر ہی نہ آئیں۔ تو لوگ ان کی قبروں پہ چراغ کیوں جلائیں اور قبے وگنبد کیوں بنائیں۔ یہ تکریم تو خاصانِ خدا کا حصہ ہوتی ہے

اور قبر پختہ بنا نادہ فعل ہے۔ جو ایک آدھ فرد نہیں بلکہ بے شمار متقدمین اہلِ اسلام کا فعل ہے۔ جیسے انشاء اللہ ثابت کر دیا جائے گا۔ مگر اس کا کیا علاج ہے

شور بختاں بہ آرزو خواہند　　مقبلاں رازوال نعمت وجاہ
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمہ آفتاب راچہ گناہ

معترض صاحب کو دُنیا پر تشریف لائے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہُوا ہے۔ اور یہ عمل اہلِ اسلام میں اُن کی پیدائش سے پہلے کا پایا جاتا ہے۔ کیا اس نے نہیں دیکھا۔ کہ یہ جس قدر شاہانِ اسلام کے عہد میں اولیاء اللہ یا اکابر مسلمین کی قبریں بنی ہُوئی دکھائی دیتی ہیں۔ کیا یہ سب شاہانِ اسلام نعوذ باللہ حرام فعل کرنے والے۔ ناجائز کے مرتکب اور بدعتی تھے۔ یا اس زمانہ میں کوئی عالم اُن کو شریعت کا حکم سکھانے والا موجود نہ تھا۔ کیا سب کے سب لوگ جاہل تھے یا معترض سے کم علم رکھتے تھے۔ جو انہوں نے اپنی جہالت کے ماتحت اپنے پیشواؤں علماؤں اور صوفیاؤں کے اتنے اتنے بڑے گنبد اور مقبرے بنائے۔ مثلاً بانیٔ اِسلام تاجدارِ کائنات احمد مجتبےٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر۔ حضرت فاروقِ اعظم۔ حضرت عثمان۔ حضرت علی المرتضٰی۔ حضرت حسین۔ حضرت موسٰی کاظم۔ حضرت ابوایوب انصاری۔ حضرت امام اعظم۔ حضرت غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی۔ حضرت بہاؤ الدین نقشبند۔ حضرت شاہ بو علی قلندر۔ حضرت شاہ شرف قلندر۔ حضرت سید حسن رسول نما دہلوی۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی۔ حضرت گنج بخش علی

ہجویری لاہوری۔ حضرت میاں میر لاہوری۔ شاہ خیرالدین ابوالمعالی لاہوری۔ شاہ محمد غوث صاحب لاہوری۔ میراں موج دریا لاہوری۔ شاہ جہانگیر بادشاہ۔ شاہ امام علی الحق سیالکوٹی۔ حضرت غوث بہاوالحق ذکریا ملتانی۔ حضرت شاہ رکن عالم نوری ملتانی۔ حضرت شاہ شمس تبریز ملتانی۔ حضرت مخدوم و شاہ جمال ملتانی۔ حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند معین الدین اجمیری۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی۔ شاہ ہمایوں۔ خواجہ فرید الدین گنج شکر اجودھنی پاکپتنی رحمہم اللہ تعالےٰ اور ان کے علاوہ ایسی بے شمار اور ہستیاں غلامانِ رسول اللہ کی ہیں۔ جن کے مقابر پر گنبد اور قبہ جات ان شاہانِ اسلام نے بنوائے۔ جن کی ادنیٰ ترین خدمت اسلام مولوی صاحب ملتانی جیسے اہلِ علم کو فقہی مسائل سکھانے کے لئے فتاویٰ عالمگیری کی صورت میں آج بھی موجود ہے۔ ان کو نہ کسی نے منع کیا اور نہ وہ خود ہی اپنے اتقا کے ماتحت یہ معلوم کر سکے۔ کہ یہ فعل ناجائز ہم کیوں کر رہے ہیں۔ بلکہ بقول مولوی صاحب تمام عمر نعوذ باللہ یہ ناجائز عمارتیں بنا کر گناہ کا ہی ارتکاب کرتے رہے۔ مذکورہ بالا مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ حدودِ ہند سے باہر نکل کر پتہ چلتا ہے۔ کہ متقدمین نے بقول معترض یہ ناجائز فعل کس افراط سے کیا ہے اور کون کون علمائے دہر نے ان کی اس بدعت میں اعانت فرماتے رہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ کریم ایسے مریض القلب مسلمانوں کو توفیق تحقیق رفیق فرمائے۔ تاکہ یہ بات کرنے سے قبل اپنی بے بضاعتیٔ معلومات پر غور کر لیا کریں۔ پھر متقدمین اسلام کے حق میں زبانِ طعن کھولیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ملتانی صاحب یا تو ہندوستان اور بیرونی ممالک اسلامیہ کی ایسی عمارت سازی سے قطعاً ناواقف ہیں۔ اور زمانہ میں بے چاروں نے لے دے کے ملتان کے سوا اور کچھ دیکھا ہی نہیں۔ یا اگر دیکھا ہے۔ تو جان بوجھ کر اعتراض کر رہے ہیں۔ اور محض ہٹ دھرمی سے لکھ رہے ہیں۔ کہ:۔

"قبروں کو پکا بنانے یا ان پر قبہ وغیرہ بنانے نبی پاک ﷺ وصحابہ کرام وسلف صالحین سے بالکل ثابت نہیں بلکہ مخالفت رسول مقدس صلی اللہ علیہ وسلم وسلف صالحین ہے۔ اس لئے قطعاً حرام وناجائز ہے۔ بلکہ مال کی اضاعت اور رسولِ خدا کی مخالفت ہے۔ دیکھو مواعظ المسلمین فی مراسم المرتحلین مولوی صاحب سنبھلی ملتانی ۱۳۵ بلفظہٖ"

حالانکہ سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام اہل بیت عظام اولیاء اللہ، بزرگان دین، شہداء وصالحین اور بادشاہان اسلام کے تمام کے تمام مقابر پختہ اور قبہ ساختہ صفحۂ دنیا پر ظاہر وباہر موجود اور جمیع اہل اسلام کی شریعت پسندی کے شواہد کھڑے ہیں۔ اگر یہ مولوی صاحب ان سب پر مبتدع اور فعل خلاف شرع کرنے والے کا بے اصل فتوے دیتے ہیں۔ تو ان کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ رب العزت نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیراً۔

یعنی جو شخص حضور علیہ السلام کی مخالفت کرے۔ ہدایت ظاہر ہونے

کے بعد اور مومنوں کے راہ کے علاوہ کسی اور راہ کی پیروی کرے۔ تو اللہ تعالےٰ اُس کو اُسی طرف چلائے جو اُس نے اختیار کی اور ڈالے اُس کو جہنم میں جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ اب آپ بتائیے کہ پہلے تمام پادشاہانِ اسلام اور بزرگانِ دین متقدمین مومن تھے یا نہیں۔ اور اگر نعوذ باللہ من ذالک ان کے متعلق بھی یہی خیال ہو جو آج کل کے اہلِ سنت و جماعت کے مسلمانوں کے متعلق ہے۔ تو پھر کسی درویش سے علاج کروایئے۔ اور اگر ان کو مومن مانتے ہو اور یقیناً ماننا پڑے گا۔ تو پھر بتایئے اُن کے راہ کو چھوڑ کر کون جہنمی ہوا کیونکہ مولا کریم نے کھلے الفاظ میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ میرے محبوب کی مخالفت کرنے والا اور مومنوں کے راہ کے سوا کسی اور راہ پہ چلنے والا جہنمی ہے۔ ہم بفضلِ تعالےٰ اس فعل کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ صدق دل سے ایمان رکھنے والے ہیں۔ کہ ہمارے وہ متقدمین خواہ وہ درویش تھے یا پادشاہ جنہوں نے یہ مقبرے اور گنبد بنائے۔ وہ حقیقتاً اسلام کے پھیلانے والے پکے مسلمان اور غلامانِ رسول اللہ تھے۔ انسان کو قلم اُٹھانے سے پیشتر سوچ لینا چاہیئے۔ کہ میں جو کچھ لکھوں گا اس کی زد کہاں پڑے گی۔ اور میرے نامۂ اعمال کا کیا حشر ہوگا۔

چراغ را کہ ایزد بر فروزد ہر آں کو تف زند ریشش بسوزد

جب ربّ العزت جل و علےٰ شانہ نے اپنی عزت کے ساتھ رسول علیہ السلام اور مومنوں کی عزت کا ارشاد فرمایا ہے۔

اَلعِزَّۃُ لِلّٰہِ ولرسولہ و للمومنین۔

تو آپ اس کو اس حسد کے ماتحت کس طرح مٹا سکتے ہیں۔

یہ ایسا نذاروں کا حق ہے۔ کہ اُن کی عزت قیامت تک ہوتی رہے گی۔
اور یہی وہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔ جس سے حاسدوں کی چشم کور ہمیشہ
نا واقف رہی ہے۔ اور رہے گی۔ یہ باتیں تمام جملے بطور تمہید عرض
کرنے کے بعد فقیر گنبد و قبہ بنانے کے شرعی دلائل پیش کرتا ہے۔ تاکہ
ہدایت کے پہنچانے میں اپنی طرف سے سبکدوش ہو جائے۔

و باللہ التوفیق۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ
فَاِنَّہَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔

ترجمہ۔ جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم کرے۔ پس تحقیق وہ پرہیزگار
دلوں سے ہے اور اولیاء اللہ بلاشبہ شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ اور
قبہ جات بنانے سے عوام میں شعائر اللہ کی تعظیم مقصود ہے۔

خود نبی الانبیاء، سرکار کائنات، مختار شش جہات محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ پر عالی شان گنبد کی بنا ہے اور یہ بھی
مخفی نہیں کہ حجرہ شریفہ کی تعمیر امہات المومنین اور خلفائے راشدین صحابہ
کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ جیسا کہ مولوی صاحب
خود قائل ہیں۔ اور تمام متقدمین اس گنبد کے قیام کو اپنی جانوں سے
زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اسلامی مؤرخین اور مصنف مواعظ المسلمین خود
لکھتے ہیں کہ جب نبی اکرم تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی
تو آں حضور صلعم کو حضرت ام المومنین سیدہ طاہرہ صدیقہ عائشہ رضی
اللہ عنہا کے مکان میں متابعت حدیث پاک دفن کیا گیا۔ مگر جب زائرین
کی کثرت ہوئی تو ایک دیوار بنائی گئی ۱۲ھ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ خلیفہ اول مدفون ہوئے ۱۷ھ میں حضرت سیدنا فاروق اعظم خلیفہ ثانی نے کچی اینٹوں کا حصیر بنوا دیا۔ دو دروازے رکھے گئے اور ایک دیوار میں ذرا سا سوراخ رکھا گیا۔ کہ قبر مبارک کی زیارت ہوتی رہے ۲۵ھ میں خلیفہ ثانی حضرت سیدنا فاروق اعظم بحسب وصیت با جازت حضرت سیدنا ام المومنین صدیقہ اس جگہ دفن ہوئے۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم نے ۲۹۔۳۰ھ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی توسیع وتعمیر کی ۹۰ھ میں ولید بن عبدالملک خلیفہ بنو امیہ کے حکم سے حضرت عمر بن عبدالعزیز تکملہ عمر بن گورنر مدینہ منورہ زادہ اللہ شرفاً تعظیماً نے اس حجرہ کو پکا بنوا دیا۔ اور اس کے چاروں طرف ایک دوسرا حجرہ بنوا دیا۔ مگر دروازہ دونوں میں سے کسی میں نہ رکھا اور اسی زمانے میں مسجد مبارک کی توسیع کرا دی جو ۸۸ھ سے ۹۰ھ تک ہوتی رہی۔ پھر ۱۷۰ھ میں ملکہ خیزران والدہ ماجدہ ہارون رشید خلیفہ عباسی نے روضہ مبارک پر غلاف چڑھایا ۵۵۰ھ میں نور الدین زنگی شہید اتابک موصلی نے روضہ مبارک کے گرداگرد صندلی کی جالی لگوا دی ۵۵۷ھ میں محمود بن زنگی شہید والئے شام خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور سنا کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ اے محمود تو سوتا ہے۔ اور مجھ پر دو کتے مسلط ہیں۔ اس کو بہت حیرت ہوئی۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔ اور دوسری رات کو پھر یہی ماجرا پیش ہوا سلطان کو پریشانی بڑھی۔ اور حیص بیص میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کچھ رائے قائم نہ کر سکا۔ آخر کار تیسری رات کو جو سویا۔ تو وہی ماجرا پھر دیکھا مگر اس مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک

تھے اور فرما رہے تھے۔ دیکھو یہ دو کتے مجھ پر مسلط ہیں سلطان نے بغور ان دونوں آدمیوں کو دیکھا۔ اور بیدار ہو گیا۔ اُسی وقت مدینہ منورہ روانہ ہو گیا۔ اور وہاں پہنچ کر تمام اہل مدینہ کی دعوت کرا دی اور ہر آنے جانے والے کو بغور دیکھتا رہا مگر وہ دو آدمی جن کو خواب میں دیکھا تھا اور جن کو حضور پاک صلعم نے کتا فرمایا تھا نظر نہ آئے حکم دیا کہ ابھی مدینہ منورہ کے تمام آدمی دعوت میں نہیں آئے۔ تلاش بسیار کے بعد معلوم ہوا۔ کہ دو بڑے عابد و زاہد رہ گئے ہیں۔ جو اپنے حجرہ سے بالکل باہر نہیں نکلا کرتے۔ سلطانی حکم ہوا کہ ان دونوں کو بھی حاضر کرو۔ چنانچہ جب وہ پیش ہوئے تو سلطان سمجھ گیا کہ وہ کتے یہی مکار ہیں۔ فوراً ہی اُن کی جائے رہائش پر پہنچا۔ مگر وہاں سوائے مصلّے و لوٹے کے کچھ نظر نہ آیا۔ بعالم اضطراب مصلّے جو اٹھایا تو وہاں کی زمین نرم اور کھدی ہوئی تھی۔ مٹی ہٹوائی گئی تو سرنگ نظر آئی۔ جو حضرت سیّدنا فاروق اعظمؓ کی قبر مبارک تک پہنچ چکی تھی۔ آپ کے پیر مبارک کا انگوٹھا نظر آتا تھا۔ سلطان انتہائی غضبناک ہوا۔ پوچھا کہ تم نے یہ ناپاک حرکت کیوں کی۔ جس پر انہوں نے بتلایا۔ کہ ہم دونوں عیسائی ہیں اور جسد مبارک نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے نکال کر لے جانے پر مامور ہیں۔ تاکہ اسلامی دنیا کو تڑپایا جا سکے۔ یہ سُن کر محمود بن زنگی نے اُن کے سر قلم کرا دیئے۔ اور حفظ ما تقدم کے لئے دوسرے حجرے کے گرد اگرد قد آدم خندق کھدوا کر اس میں رانگ پلوا دیا۔ جس کو خندق الرصاص کہا جاتا ہے۔ پھر ۵۵۷ھ میں

رمضان المبارک بروز جمعہ خادم روضہ پاک قندیل روشن کر رہا تھا۔ کہ آگ لگ گئی جس سے اس کی چھت جل گئی ۶۵۵ھ میں خلیفہ معتصم باللہ نے مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر کرائی۔ اور خلیفہ نورالدین کے عہد ۶۵۶ھ میں اختتام پذیر ہوئی۔ ۶۶۸ھ میں ملک الظاہر رکن الدین جبرس والئے مصر نے لکڑی کی جالی بنوائی۔ جس کی بلندی قد آدم تھی۔ ۶۷۸ھ میں ملک منصور معتدونی صالحی نے قبہ بنوایا۔ اور ۶۹۴ھ میں زین الدین سلطان مصر نے حجرہ شریف کے باہر جالی لگوائی پھر ۸۸۰ھ میں ابوالنصر قایتبائی حاکم مصر و حجاز ملقب بہ قائڈیے نے چھت کی دیواریں نکلوا کر گنبد خضرا بنوایا۔ جو شمس بن ترین کی نگرانی میں ۸۸۱ھ بروز پنجشنبہ کو پایہ تکمیل کو پہنچا۔ مگر ۱۳ رمضان المبارک ۸۸۶ھ منارہ اذان پر بجلی گری۔ جس کی وجہ سے مسجد نبوی و گنبد خضرا پر گزند پہنچا۔ تو پھر اسی سلطان مصر قایتبائی نے از سر نو گنبد خضرا کی تعمیر کرائی اور گرد اگرد تانبے کی جالی نصب کرا دی۔ جس کی تکمیل رمضان المبارک ۸۸۶ء میں ہوئی۔

اب فقیر عرض پرداز ہے کہ اس مجمل تاریخی بحث سے یہ ثابت ہوا کہ سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گنبد خضرا کی تعمیر بغرض دشمنان اسلام کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے ہوئی۔ کہ اوپر سے بھی کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آسکے۔ تو جب گنبد خضرا کی تعمیر اس غرض سے ہوئی تو پھر کسی دوسرے کی قبر پر قبہ بنانا کیونکر جائز نہ ہوگا۔

جبکہ آج بھی مخالفین اسلام اسی مقصد اور نظریے کے ماتحت

قبور صالحین کو روندنا جائز جانتے ہیں۔ اور گنبد خضرا جیسی مطوّت ملائکہ تعمیر کو نعوذ باللہ صنم اکبر کہتے ہیں۔ پھر یہ اور غور طلب مسئلہ ہے کہ اس وقت جبکہ گنبد خضرا کی تعمیر ہوئی کسی صحابی یا تابعی سے انکار مروی نہیں۔ اور نہ ہی کسی نے منع بناء کی کوئی حدیث پیش کی پس معلوم ہوا کہ صلحاء کی قبور پر قبہ بنانا عملی اور اجماعی مسئلہ ہے۔ اگر منع اور حرام ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد کے اہل اسلام کبھی بھی نہ خود بناتے اور نہ بننے دیتے۔ دیکھو جذب القلوب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اس اعتراض کی سلف صالحین سے قبہ بنانا بالکل ثابت نہیں۔ کس طرح تردید فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"عمر بن عبدالعزیز بحکم ولید ابن عبدالملک آنرا ہدم کرد بحجار منقوشہ برآورد و بر ظاہر آں خطیرہ دیگر بنا کرد۔"

ترجمہ:۔ یعنی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ولید ابن عبدالملک کے حکم سے حجرہ شریفہ کو شہید کر کے عمدہ عمدہ منقش پتھروں سے روضہ اطہر تعمیر کرایا۔

بخاری شریف مطبوعہ مطبع مجتبائی جلد اول صفحہ ۱۸۶ میں ہے ہشام ابن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔

لما سقط علیھم الحائط فی زمان الولید بن عبد الملک اخذ وا فی بنائہ فبدت لھم قدم ففزعوا وظنوا انھا قدم نبی صلے اللہ علیہ وسلم لما وجدوا احد یعلم ذالک حتی قال لھم عروۃ لا واللہ ماھی قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماھی الا قدم عمر رض

یعنی ولید ابن عبد الملک کے عہد میں جبکہ روضہ مطہرہ کی دیوار گری اور اس کی تعمیر کرنے لگے۔ تو ایک قدم ظاہر ہوا یعنی ننگا ہو گیا، لوگ گھبرا گئے کہ یہ قدم مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ کوئی پہچاننے والا نہ تھا حضرت عروہ نے کہا۔ کہ یہ قدم مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ کا ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ اس روایت سے بھی یہ ثابت ہوا۔ کہ روضہ مطہرہ دیوار گرنے کے بعد از سرِ نو بنا اور مرمت ہوا۔ اور یہی قبر پر بنا کرنے کا متقدمین سے عملی ثبوت ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ بنا بعد دفن ہوئی۔ اور اس کے ناظم حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ راشد تھے۔

بعض نافہم لوگوں کو یہ شبہ بھی پیدا ہوا کرتا ہے کہ یہ گنبد شریف یا روضہ اطہر بنایا جانا صرف آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی خصوصیات سے ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر صرف یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی خصوصیت ہوتی۔ تو سیدنا حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما حجرۂ مطہرہ میں مدفون نہ ہوتے۔ اس سے اور بھی مسئلہ واضح ہو گیا۔ کہ سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کی قبروں پر بھی بنا کرنا اور گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت جلد اوّل صفحہ ۴۸۶ باب دہم در انواع عبادات فرماتے ہیں:۔

"در مطالب المومنین گفتہ است کہ مباح داشتہ اند سلف کہ بنا کردہ شود بر قبر مشائخ و علماء مشہور تا زیارت کنند

ایشاں را مردم واستراحت، یابند در آں و بنشینند در سایہ آں نقل کردہ است۔ آنرا از مفاتیح شرح مصابیح وگفتہ است کہ دیدم بہ بخارا قبور کہ عمارت کردہ شدہ است بخشت ہائے تراشیدہ وتجویز کرد آنرا اسماعیل زاہد کہ از مشاہیر فقہا است ورخصت کردہ اند بعضے از اہل علم کہ حسن بصری از ایشان است۔ در گل کردن قبور و شافعی رحمۃ اللہ علیہ نیز ہم بر این است۔"

ترجمہ:۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات کے دسویں باب در انواع عبادات میں فرمایا ہے مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ متقدمین بزرگانِ دین نے قبور مشائخین و علماء کرام اور صلحاء عظام پر گنبد و قبہ کا بناء کرنا مباح رکھا ہے۔ تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور آرام پکڑیں اور ان کے سایہ میں بیٹھیں۔ اور نقل کیا اس کو مفاتیح شرح مصابیح سے اور کہا ہے کہ میں نے بخارا میں اکثر قبروں کو دیکھا۔ جو تراشی ہوئی اینٹوں سے بنائی گئی ہیں اور اس بناء کو حضرت اسمٰعیل زاہد نے جو مشہور فقہا سے ہیں۔ تجویز فرمایا ہے۔ اور بعض مشہور اہلِ علم حضرت حسن بصری کے مانند ہیں اس کی اجازت فرماتے ہیں۔ کہ قبر کو بنا کرنا بھی مباح ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

حضرت علامہ ملاّں علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۳۷ میں لکھا ہے۔

قد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین

ليزورهم الناس ويستريحو بالجلوس فيه۔

(ترجمہ) علماء ومشائخ مشہورین کی قبور پر تعمیر کرنا اس لئے کہ لوگ زیارت کریں اور استراحت حاصل کریں۔ سلف صالحین اس کو مباح تحریر فرماتے آئے ہیں۔ یعنی اس کی اباحت کے قائل ہوئے ہیں۔

عینی شرح بخاری جلد ۴ صـ۱۴۹ میں ہے۔ وضربه محمد بن الحنفيه على قبر ابن عباس رضی اللہ عنه۔

یعنی محمد بن حنفیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر پر قبہ بنایا۔

پھر روح البیان جلد ا صـ۸۷۹ میں ہے۔

فبناء القباب علی قبور العلماء و اولیاء وصلحاء امر جائز اذا قصد بذالک التعظیم فی عین العامۃ۔ حتی لا یحتقروا صاحب هذا لقبر۔ (ترجمہ) یعنی قبوں کا بنانا اولیاء وصلحاء وعلماء کی قبور پر امر جائز ہے۔ جبکہ اس میں عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم کا مقصد ہو۔ تاکہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں۔

ہدایۃ المجتہد جلد اول صـ۱۹۴ میں ہے۔ کرہ مالک والشافعی تجصیص القبور وجاز ابوحنیفہ رحمهم اللہ تعالےٰ یعنی حضرت امام مالک وامام شافعی رحمہما اللہ نے قبروں کا چونا و گچ کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔ اور حضرت امام الائمہ سراج الامت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے جائز فرمایا ہے۔ اور صاحب مجمع البحار نے بھی جلد ۲ صـ۱۸۷ میں اور تکملہ صـ۱۴۰ میں علماء سلف سے اس کی اباحت نقل فرمائی

ہے۔ ایسا ہی میزان شعرانی جلد اوّل صہ ۱۹۰ میں لکھا ہے۔

ومن ذالک قول الائمۃ الثلاثۃ ان القبولا یبنی ولا یجصص مع قول ابی حنیفۃ بجواز ذالک۔

یعنی بعض ان مسائل اختلافی سے قول آئمہ ثلاثہ کا ہے۔ کہ قبر پر بناء نہ کی جائے اور نہ چونہ گچ کی جائے۔ اور قول ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس کے جواز میں ہے۔

مشکواۃ شریف مطبوعہ مطبع مجتبائی باب دفن المیت صہ ۱۴۹ میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر ایک بڑا بھاری پتھر اٹھا کر رکھا اور فرمایا۔

اعلم بہا قبر اخی وادفن الیہ من مات من اھلی

یعنی میں اس پتھر کے ساتھ اپنے بھائی کی قبر کا نشان کرتا ہوں اور جو میرے اہل سے فوت ہوگا۔ اس کے پاس اس کو دفن کروں گا۔ اس سے قبر پر پتھر رکھ کر صرف پختگی قبر کی مراد نہ تھی۔ بلکہ قبر پر نشان کا لگانا یا بنانا بھی مستحب ثابت کرنا تھا۔

بعض لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ صحیح مسلم میں آیا ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو ہیاج اسدی کو فرمایا تھا۔ کہ کیا میں تمہیں اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے بھیجا تھا۔ یعنی کوئی تصویر نہ چھوڑ مگر اس کو تو مٹا دے اور کوئی اونچی قبر نہ چھوڑ کہ اس کو برابر کردے۔ لہذا اس قول علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بلند

قبر نہ ہونی چاہیئے۔ بلکہ ہو بھی تو اسے گرا دیا جائے۔ سو اس اعتراض کا جواب یوں ہے۔ کہ محدثین کے نزدیک اس حدیث کی سند میں ایک راوی حبیب بن ثابت کرنی ہے۔ جو مدلّس معنعن روایت کرتا ہے دیکھو تہذیب التہذیب میں اس کو مدلّس بیان کیا گیا ہے۔ اور مدلّس کی معنعن حجت نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں اس حدیث کے متعلق علامہ ابن الترکمانی علیہ الرحمۃ نے جوہر النقی جلد اوّل صفحہ ۲۶۵ میں یوں فرمایا ہے۔

قلت الظاهر ان المراد قبور المشركين لقرينة عطف التمثال عليها وكانوا يجعلون عليها الانصاب والابنية فاراد عليه السلام ازالة آثار الشرك

یعنی ظاہر یہ ہے کہ حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہٗ میں مراد قبور مشرکین ہیں۔ اور اس پر قرینہ یہ ہے۔ کہ تمثال (تصویر) کا عطف قبر پر ڈالا گیا ہے۔ اور مشرکین ہی قبروں پر بت اور عمارتیں بنایا کرتے تھے تو حضور علیہ السلام نے ان آثار کو مٹانے کے لئے قبور مشرکین کے تسویہ یعنی برابر کر دینے کا حکم فرمایا۔ بعض کتابوں میں یوں بھی ذکر ہوا ہے۔ کہ مشرکین اپنے موتیٰ کی قبور پر مرنے والے کی تصویر یا مجسمہ بنا دیا کرتے تھے۔ جن کو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کی خشت اوّل خیال فرماتے ہوئے مٹا دینے کا ارشاد فرمایا۔ جیسے اساف اور نائلہ کے بتوں کا قصہ مشہور ہے۔ جنہوں نے کعبۃ اللہ میں زنا کاری کی تھی۔ اور عذاب الٰہی سے پتھر ہو گئے تھے۔ پھر لوگوں نے اس مغضوب جوڑے کو عبرت عوام کے لئے صفا مروہ

پہاڑیوں پر گاڑ دیا تھا۔ مگر بعد کو صفا مروا کی تقدیس کا باعث سمجھ کر جہلائے عرب نے ان کو پوجنا شروع کر دیا۔

علامہ ابن الترکمانی علیہ الرحمۃ ہی کے قول سے ملتی جلتی حقیقت حافظ ابن حجر فتح الباری جلد ۳ ص ۲۶۰ میں لکھتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس ارشاد کو جو آپ نے ہیاج اسدی کو فرمایا تھا۔ مومنوں کی قبروں پر محمول کرنا ایک فاش غلطی کا ارتکاب کرنا ہے۔ کیونکہ مومنوں کی قبریں بالارادہ گرا دینا تو درکنار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پاؤں رکھنے یا بیٹھنے کو بھی منع فرما کر ایذاء اہل قبر سے تعبیر فرمایا ہے۔ جیسا کہ فقیر نے اسی کتاب کے کسی دوسرے باب میں بیان کر دیا ہے۔ حافظ ابن حجر کی عبارت فتح الباری جو کفار کی قبروں کے متعلق ہے یوں ہے یعنی کافروں کی قبریں اکھاڑ دینے اور ان کی توہین میں کوئی حرج نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مومن کی قبر اکھاڑنے اور گرانے میں حرج شرعی ہے۔ اور حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں صرف مشرکین کی قبریں ہی گرانے کا حکم تھا۔ نہ کہ اہل اسلام کی۔

ہاں اگر نجدیوں کی طرح روضۃ النبی علیہ السلام اور مقابر مشائخین عظام و اولیاء کرام سے کوئی قلبی عداوت ہے۔ تو اس کا مسلمانوں کے پاس کوئی علاج نہیں۔ مخالفین بناء مزارات و قبہ جات کو لازم ہے کہ وہ صرف یہ ثابت کر دیں۔ کہ مومنین متقدمین نے بزرگوں کے مزارات پر قبے نہیں بنائے۔ یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یا حضور کے بعد صحابہ میں سے کسی نے کسی دوسرے بزرگ کو

اہلِ ایمان کی قبریں گرانے کے لئے بھیجا ہو۔ یا حکم ہی صادر فرمایا ہو۔
یا خود گرا کر کوئی ثبوت مقابرِ مسلمین کے گرانے کا دیا ہو۔ ورنہ لایعنی
من گھڑت اور بے بنیاد ڈھکوسلوں اور اُن روایات سے جو قبور
مشرکین سے متعلق ہیں۔ استدلال کرنا حق پرستی نہیں۔ جبکہ اجماع
اُمت قبور پر بناء کرنے کے حق میں ہو۔

وما علینا الا البلاغ۔

ہاں ہمارے لئے

اللہ عزوجل

کافی ہے!

علامہ شکیل احمد سبحانی

دُنیا جہان کا خالق و مالک رب عزوجل ہی ہے نفع و نقصان اُسی کے قبضہ و اختیار سے ہے۔ گردشِ لیل و نہار اُسی کی رضا و منشاء پر موقوف ہے۔ موت اور زندگی اُسی کے حکم اور مرضی پر منحصر ہے وہی رنج دیتا ہے وہی خوشی دیتا ہے اُسی کی بارگاہ سے رزق ملتا ہے اسی کے کرم سے بگڑی تقدیر سنورتی ہے۔ مصیبتوں سے وہی بچاتا ہے آزمائشوں سے وہی گزارتا ہے۔ بنجر زمینوں کو سرسبز و شاداب کرنا اُسی کے اشارے سے ہے وہی داتا ہے وہی آقا ہے وہی حافظ ہے وہی ناصر ہے سب اسی کے محتاج ہیں وہ خود بے نیاز ہے۔ وہ کریم ہے تو ایسا کریم ہے کہ اس نے اپنے محبوب بندوں کو بھی کریم بنا دیا ہے۔ وہ رحیم ہے تو ایسا رحیم ہے کہ اس نے اپنے محبوب بندوں کو بھی رحیم بنا دیا ہے۔

وہ چاہتا تو ہر کسی کو خود ہی عطا کر دیتا لیکن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اس نے اعلان کروا دیا کہ "بے شک اللہ مجھے دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں"

وہ چاہتا تو خود ہی گناہوں کو بخش دیتا لیکن قرآن کے ذریعے اس نے اعلان فرما دیا قبولِ توبہ جو چاہے وہ میرے حبیب کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے۔

وہ چاہتا تو سارے جہان پر خود ہی رحمتیں نچھاور کرتا لیکن اس نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعٰلمین بنا دیا۔

وہ چاہتا تو اپنی قدرت سے لوگوں کو خود ہی بخش دیتا لیکن اس نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء کو مقام شفاعت عطا کر دیا۔

وہ چاہتا تو صرف نبیوں اور رسولوں کو حق شفاعت عطا کرتا لیکن اس نے اولیاء اور علماء کے ساتھ ساتھ شہیدوں اور کم سنی میں انتقال کر جانے والے ننھے منے بچوں کو بھی شافع بنا دیا۔

اُسے خبر ہے کون گناہوں میں ڈوبا ہے کون پرہیزگار ہے پھر بھی اس نے ہر انسان کے لیے نیکی اور بدی کے فرشتے مقرر کر دیے۔

اُسے معلوم ہے کون اس پر ایمان رکھنے والا ہے کون اس کا انکار کرنے والا ہے پھر بھی اس نے قبر میں سوالات کیلئے فرشتوں کا تقرر فرما دیا۔

اُسے معلوم ہے کہ اس کے بندوں کے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں برائیاں ہیں پھر بھی

اس نے حشر میں نیکی و بدی کے حساب کے لیے میزان بنا دیا ہے۔

غرض کہ اس کے قبضہ و اختیار میں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس نے اپنے محبوب بندوں کو محروم نہیں رکھا۔ پھر بھی اسلام کے نام پر جینے والے لوگ ایسے بھی ہیں جنھیں اس سے کوئی غرض نہیں وہ خود بھی اللہ کے محبوب بندوں کے فضائل و کمالات کے منکر ہیں، اُمت میں بھی اسی فساد کو پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ایسی باتیں پھیلاتے ہیں جس سے دین کو کچھ نسبت ہی نہیں، ایسے خیالات کو دین قرار دیتے ہیں جنھیں قرآن و سنت سے کچھ تعلق ہی نہیں۔

''کیا ہمیں اللہ کافی نہیں''

کیا ہمیں اللہ کافی نہیں کے عنوان سے جو پمفلٹ تقلید کے منکروں کے ذریعے پھیلایا جا رہا ہے وہ بھی اسی طرح کی کوششوں کا ایک حصہ ہے۔ لیکن شعور والے مسلمان کبھی آنکھ بند کر کے کسی بھی ایسی بات کو قبول کر ہی نہیں سکتے جو ان کے ایمان و عقیدے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔

اس لیے کہ ان کی فطرت تحقیق کے بغیر کچھ ماننے کو کبھی تیار نہ ہوگی۔ ایسے افراد جب حق کی تلاش کے لیے قرآن مقدس کو اپنے ہاتھوں میں اٹھائیں گے تو یہ راز خود ہی فاش ہو جائے گا کہ مشرکوں اور کافروں کے لیے نازل ہوئی آیتوں کو کس بے دردی کیساتھ مسلمانوں پر فٹ کر کے رکھ دیا گیا ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ انہیں خود ہی یہ حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی کہ غیر مقلدوں نے قرآن کی جن آیتوں کو اپنے پمفلٹ میں درج کیا ہے اس میں کہیں بھی رب عزوجل نے یہ نہیں فرمایا کہ میری ان خوبیوں اور صفتوں کو میری عطا سے میرے مقرب و محبوب بندوں کے لیے ماننا شرک ہوگا۔

مخالفین کی کند ذہنی

اس کے باوجود غیر مقلد یہی رٹ لگائے ہوئے ہیں کہ جب قرآن نے ان خوبیوں کو رب عزوجل کے لیے بیان فرما دیا تو انبیاء و اولیاء کے لیے ان صفات کو ماننا شرک ہوگا۔

اہلسنت کا عقیدہ

جب کہ اہلسنت و جماعت کا موقف اس ضمن میں یہ ہے کہ اہل ایمان پر شرک کی تہمت

لگانے کے لیے شرک پسندوں کی طرف سے جو پیمانہ مقرر کیا گیا ہے اسے قرآن وسنت کی تائید خاص نہیں۔ بلکہ یہ پیمانہ قرآن وسنت کے احکامات وفرمودات کے پورے پورے طور پر خلاف ہے۔ اس لیے کہ ایک صفت اور خوبی جسے قرآن نے اللہ تعالیٰ کے لیے بیان فرمائی ہو وہی صفت قرآن ہی کے ذریعے محبوبانِ خدا کے لیے بھی ثابت ہو تو اسے شرک کے زمرے میں کیسے شامل کیا جا سکتا ہے؟ مذکورہ فریقین میں سے کس کا اعتقاد قرآن کے عین مطابق ہے؟ کس کی باتیں قرآن کے مخالف ہیں اسے معلوم کرنے کی غرض سے قرآن مجید کی آیتوں کو ملاحظہ فرماتے چلیں قرآن فرماتا ہے:

۱-اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی (سورۃ الاحزاب آیت ۳۷)

۲-وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ۔

ترجمہ: اور انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ انہیں دولت مند کر دیا۔ اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے (سورۃ توبہ آیت ۷۴)

۳-وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗٓ اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ رٰغِبُوْنَ (سورۃ توبہ آیت ۵۹)

ترجمہ: اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دیے پر اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

تینوں آیتوں پر غور فکر فرمائیں

اسلامی ذہن رکھنے والے سنجیدہ افراد اگر مذکورہ تینوں آیتوں پر غور وفکر فرمائیں تو انہیں احساس ہوگا کہ ہر آیت پاک قرآن وسنت پر عمل کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے اہلسنّت کے مخالفوں کے خود ساختہ اعتقاد پر کس طرح برق بن کر ٹوٹ رہی ہے۔ جنہیں یہی ضد ہے کہ کچھ عطا کرنے اور نوازنے کی صفت اللہ پاک نے اپنے فضل سے کسی نبی اور رسول کو نہیں دی۔ وہ اپنی خیر منائیں۔ اپنے باطل عقیدے سے باز آئیں۔ آخرت کی فکر کریں۔ آنکھیں کھولیں۔ تعصب کی عینکوں کو اتار پھینکیں۔ محبوبانِ خدا کے بغض وکینے سے اپنے سینے کو پاک کر کے دیکھیں مذکورہ تینوں آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس شان سے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دولت عطا کرنے اور نعمت بخشنے کے وصف سے مزین فرمایا ہے یہ

جگہ ہے کہ غیظ میں کٹ جائیں بیمار دل۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۴۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا ایمان والوں پر جب کہ بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اللہ کی اور پاک کرتا ہے انہیں گناہوں سے اور علم دیتا ہے انہیں قرآن و حکمت کا اگرچہ تھے اس سے پہلے بے شک کھلی گمراہی میں۔ (پ ۴ سورۃ آل عمران ۳/۱۶۴)

ذرا سوچیں تو سہی

شرک کے بخار میں گرفتار ذہن آزادانہ طور پر کچھ سوچیں تو سہی کہ ان کی بولی قرآن سے کہاں مطابقت کرتی ہے؟ ان کا اعتقاد قرآن سے کہاں موافقت کرتا ہے؟ گناہوں سے پاک کرنا صفتِ ربانی ہے۔ کسی کو علم عطا کرنا بھی ربّ عزوجل کی قدرت ہے۔ مگر اس نے اپنے فضل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ اختیار عطا فرما دیا کہ وہ قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں علم عطا فرماتے ہیں۔

اتنے ہی پر ربّ کی نوازشیں نہیں تھم رہی ہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے کیسے کیسے اختیارات کا اعلان قرآن کے ذریعے ہو رہا ہے۔ اس پر بھی نظر توجہ ہو تا کہ غلط عقیدوں کی بنیاد پر دنیا و آخرت برباد نہ ہونے پائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی قرآن فرماتا ہے:

۵۔ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (الى قوله) وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

(پ ۳ سورۃ آل عمران ۳/۴۹/۵۰)

ترجمہ: ''میں بناتا ہوں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت پھر پھونکتا ہوں اس میں تو وہ ہو جاتی ہے پرند اللہ کی پروانگی سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو اور زندہ کرتا ہوں مردے اللہ کی پروانگی سے اور میں تمہیں خبر دیتا جو تم کھاتے اور جو گھروں میں جمع رکھتے ہو تا کہ میں حلال کردوں تمہارے لیے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔

سبحان اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ فرما رہے ہیں کہ میں خلق کرتا ہوں! شفا دیتا ہوں!

مردے جلاتا ہوں' بعض حراموں کو حلال کیے دیتا ہوں' تم جو کھاتے اور گھروں میں بھر رکھتے ہو اسکی خبر دیتا ہوں۔اس کی نسبت شرک کے غم میں ڈوب جانے والوں کا کیا حکم ہوگا؟

اے مسلمانو! پڑھو بار بار قرآن کے اس فرمان کو پڑھو۔ جن کے ایمان کو بدعقیدگی کے دیمک نے چاٹ چٹ کر خراب کر کے نہ رکھدیا ہوگا تو وہ اہلسنت کے اعتقاد پر دل و جان سے ایمان لے آئیں گے۔ قرآن کے اس فرمان پر جان و دل نچھاور کردیں گے۔

دیکھو دیکھو قرآن کتنے صاف طور پر اہل اسلام کے اس عقیدے پر اپنی مہر مقدس ثبت فرما رہا ہے کہ بلاشبہ رب قدیر نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو وہ اختیارات اور خوبیاں عطا فرمائی ہیں جس کا اظہار خود رب جل جلالہ نے قرآن میں اپنے لیے فرمایا ہے:

قرآن پر ایمان کا تقاضہ

اب بتایا جائے کہ اہلسنت کے اس اعتقاد کو تسلیم کیے بغیر قرآن پر کیسے ایمان لایا جا سکتا ہے؟ "کوئی گھر میں کیا کھا رہا ہے؟ کوئی گھر میں کیا بھر کر رکھ رہا ہے" غیب کا یہ علم اللہ نے اپنے فضل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا یا نہیں؟ اللہ تبارک تعالیٰ نے مٹی سے پرند بنانے' مادر زاد اندھے کو اچھا کرنے' مردوں کو زندہ کرنے' بدن بگڑے کو شفا دینے کی قدرت حضرت عیسیٰ کو بخشی یا نہیں؟

قرآن فرماتا ہے:

٦-فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔

ترجمہ: بے شک اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے مدد پر ہیں (پ ۲۸ سورۃ التحریم ۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ نیک مسلمان ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

قرآن کے اس فرمان سے واضح ہوا کہ نبی کا مددگار اللہ بھی ہے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں اور فرشتے بھی ہیں۔ مذکورہ آیت پاک میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگاروں کا ذکر خیر تھا اب مسلمانوں کی مددگاری رب کریم نے اپنے کرم سے کس کس کو عطا فرمائی اسے بھی ایمان کی نظروں سے دیکھتے چلیں۔

قرآن فرماتا ہے:

۷۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ۔

ترجمہ: یعنی اے مسلمانو تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول وہ ایمان والے نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور رکوع کرنے والے ہیں۔

یہاں اللہ اور رسول اور صالحین یعنی اولیاء اللہ میں مدد کو منحصر فرمادیا گیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں (صالحین اور اولیاء اللہ) کے سوا دوسرے لوگ قادر نہیں ورنہ عام مددگار کا علاقہ تو ہر مسلمان کو ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذ اللہ کیسا کھلا شرک ہوا کہ قرآن نے خدا کی خاص صفت امداد کو رسول وصلحا کے لیے ثابت کیا جسے قرآن ہی جابجا فرما چکا تھا (اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں)۔

مَالَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ (پ ۱۵ کہف ۲۶/۱۸)

کہ یہ اللہ کے سوا دوسرے کی صفت نہیں مگر بحمد اللہ اہلسنت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے اور ذاتی وعطائی کا فرق سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بالذات مددگار ہے۔ یہ صفت دوسرے کی نہیں اور رسول و اولیاء اللہ اللہ کے قدرت دینے سے مددگار ہیں۔

اب اتنا اور سمجھ لیجئے کہ مدد کاہے کہ لیے ہوتی ہے۔

دفع بلا کے واسطے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کے مقبول بندے بنص قرآن (قرآن کی صراحت سے) مددگار ہیں تو قطعاً دافع البلا بھی ہیں اور فرق وہی ہے کہ

اَللّٰہ سُبحانہٗ بالذات دفع البلاء ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء بعطائے خدا والحمد للہ العلی الاعلی (اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی لِنَاعِتِی الْمُصْطَفٰی بِدَافِعِ الْبَلَاءِ)

(مصنف امام احمد رضا صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ رضا اکیڈمی مالیگاؤں)

قرآن کی اس آیت نے واضح کر دیا کہ جو کوئی بھی اسلام کا دعویدار ہو اُسے ایمان لانا ہوگا کہ رب کی عطا سے اولیاء اللہ بھی مددگار ہیں۔

انصاف کا تقاضہ

اب بتایا جائے کہ جو مددگار ہوگا تو وہ غریب نواز ہوگا کہ نہیں؟ ضرور ضرور جو مددگار ہوگا

وہ مشکل کشا بھی ہوگا دستگیر بھی ہوگا اسے غوث بھی مانا جائے گا۔ ہاں ہاں مددگار بھی داتا بھی ہوگا، بھی گنج بخش بھی ہوگا۔ اہل اسلام اگر اللہ کے محبوبوں کو ان صفاتی ناموں سے یاد کرتے رہے ہیں اور عرب وعجم کے علمائے دین محدثین، مجددین اور فقہائے کاملین نے گزری ہوئی کتنی صدیوں سے حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضور خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ علیہ اور دوسرے معزز ومقرب محبوب اولیاء اللہ کے لیے ان صفاتی ناموں کو مقبول ومحبوب رکھا تو اس کا سبب یہی ہے کہ یہ اعتقاد قرآن وسنت سے نسبت رکھتا ہے جس پر نظرِ انصاف کے بعد کوئی بھی کلمہ گو انکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔

مسلمانوں کے خلاف سازش

اُمت کو انبیاء واولیاء کے دامنِ کرم سے دور کرنے کی سازش کے تحت کیا ''ہمارے لیے اللہ کافی نہیں'' کا شور مچانے والوں کو قرآن نے خود ہی جواب دے دیا ابھی آیت پاک گزری جس میں فرمایا گیا کہ کیا خوب اگر وہ اللہ رسول کے دیے راضی ہوتے اور پھر کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب ایک آیت پاک اور دل میں نقش کرتے چلیں۔

قرآن فرماتا ہے:

۸- يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ انفال ۶۴/۸)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی ہیں تجھے اللہ اور جو مسلمان تیرے پیرو ہوئے۔

فائدہ

مسلمانو! غور تو کرو۔ رب پاک خود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفایت کرنے والا بتا رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نام کے ساتھ صحابہ کرام کو ملا کر فرماتا ہے: ''اے نبی! اب جب کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لے آئے تجھے اللہ اور یہ چالیس مسلمان کفایت کرتے ہیں''۔

کون سا ایسا مسلمان روئے زمین پر ہوگا جسے اقرار نہیں کہ ہمیں اللہ کافی ہے لیکن یہی بات اگر محبوبانِ خدا سے اُمت کے دلوں کو پھیرنے کے ناپاک جذبے سے کہی جائے تو وہ بھی راہ ہدایت نہیں ہوسکتی۔ اس گمراہ کن اندازِ فکر کی تردید قرآن کے ذریعہ کھلے طور پر ہو رہی ہے قرآن فرماتا ہے:

۹- وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو بے شک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (سورۃ النساء ۶۴)

انصاف کیجئے

کیا اللہ تعالیٰ خود توبہ قبول نہیں فرما سکتا تھا جو حکم دے رہا کہ میرے گناہ گار بندوں سے جب کوئی خطا یا گناہ سرزد ہو جائے تو وہ رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی مانگیں اور جب رسول ان کی سفارش فرمائیں تو پھر اس میں شک ہی نہیں کہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان نہ پائیں۔ بیشک اللہ تبارک تعالیٰ ہر چاہے پر قادر ہے لیکن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کے لیے یہ حکم نازل کیا جا رہا ہے۔ انداز بندگی سکھائی جا رہی ہے کہ محبوب خدا سے منہ موڑ کر ہرگز حق توحید ادا نہیں ہو سکتا۔

اہلسنّت و جماعت کے سوا توحید کے نام پر جتنے بھی مکاتب فکر ہیں ہر کسی کے عقائد کو کھنگال ڈالیے۔ چاہے وہ نماز والے ہوں کہ جہاد والے ہوں، حدیث والے ہوں کہ غیروں میں اسلام کی تبلیغ کا دعویٰ کرنے والے ہوں کوئی بھی در رسول پر جھکنے کو تیار نہیں۔ قرآن فرماتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر گناہوں کی معافی مانگو۔ یہ کہتے ہیں ہمیں اللہ کافی ہے قرآن کہتا ہے جب رسول تمہاری سفارش فرما دیں گے تو یہ تمہارے حق میں پروانہ نجات ہوگا۔ یہ کہتے ہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہمیں بس اللہ ہی کافی ہے۔

شرک پسندوں میں صف ماتم

علم توحید میں اللہ کے محبوبوں سے منہ موڑ کر بندگی کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے قرآن نے بڑی خطرناک مصیبت کھڑی کر کے رکھ دی ہے۔

قرآن نے شرک کے سارے تیر زنگ آلود کر کر رکھ دیے۔ ہاں ہاں یہ قرآن ہے لیکن یہاں تو معاملہ ہی دیگر ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دولتیں عطا فرما رہے ہیں۔ علم دے رہے ہیں، لوگوں کو گناہوں سے پاک کر رہے ہیں، نعمت بخش رہے ہیں، گناہوں کی سفارش فرما رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر رہے ہیں، بعض حرام کاموں کو حلال فرما رہے ہیں۔ گھروں میں کوئی کیا کچھ کھا رہا ہے غیب کی یہ سب خبریں دے رہے ہیں، بدن بگڑے کو شفا اور مادر زاد اندھے کو بینائی عطا کر رہے ہیں۔

رب پاک اپنے محبوبوں پر نوازش و کرم کی ایسی برسات فرما رہا ہے کہ شرک پسندوں میں صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے اللہ بھی مددگار رسول اللہ بھی مددگار صالحین بھی مددگار یہاں تو عجیب مشکل ہے کوئی حدیث بھی تو نہیں کہ بے لگام زبان سے ضعیف کہہ کر آگے کا راستہ لیا جائے۔ قرآنی آیتیں توحید کے نام پر بنائے گئے پُرفریب دین پر کوندتی بجلیوں کی مانند ٹوٹ کر خود ساختہ اور من گھڑت عقائد کی عمارتوں کو زمین دوز کرتی جا رہی ہیں۔ کوئی پوچھے تو ان سے فتاویٰ عالمگیری تو تم نے اپنے مدارس اور دفتروں سے نکال دی دُرِ مُختار رَدُّالمُحتار جیسی رہنما کتابوں کا تو تمہیں اعتبار نہیں؟ حدیثوں کا انکار کرکے تم نے ایک فرقہ ہی اہلِ قرآن کے نام سے گمراہیت کا بنا دیا۔ اب کیا قرآن کی باری ہے؟ اٹھاؤ اپنا قلم اور دکھاؤ اپنا ہنر۔

بچ نکلنے کے دو راستے

تمہارے باطل دین کے مطابق کیسا کیسا شرک خود قرآن میں موجود ہے۔ اب صرف دو ہی صورتوں میں جان چھوٹے گی یا تو تسلیم کرلیا جائے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل سے انبیاء اولیاء علیہم السلام کو بھی اختیار و قدرت عطا فرمائی ہے یا پھر یہ اعلان کردیا جائے کہ جیسی توحید ہمیں درکار ہے ویسی توحید تو قرآن میں بھی نہیں جسے ہم شرک قرار دے رہے ہیں وہی سب تو قرآن میں ایمان بن کر موجود ہے۔

اس سے فائدہ تو وہ اٹھائیں جن کے دل خوفِ خدا سے ڈرتے ہیں اور آیاتِ قرآنی پر ایمان و یقین رکھتے ہیں۔ باقی رہے وہ لوگ جن کا دین و مذہب ہی ضد اور ہٹ دھرمی ہے تو ان کے لیے قرآن نے بہت پہلے اعلان کردیا کہ

۱۰- اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

ترجمہ: بے شک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔


042-37225605

بڑے لوگوں کے طریقے
بڑے لوگوں کی معرفت
اور تعرف کے لئے

مزارات پر



تالیف

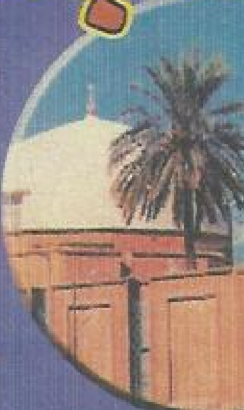
حضرت علامہ مولانا
مفتی محمد فیض احمد

باہتمام
حضرت علامہ سید حمزہ

عطاری پبلشرز

ملوکہ
میثم عباس قادری
رضوی

گنبد بنانا



...د اویسی مدظلہ العالی

...لی قادری مدظلہ العالی

...لی سینٹر، پانچویں منزل روم نمبر 501 ، نزد میری ویدر ٹاور
...پاکستان فون: 2446818، 320-4333547

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

قبہ جات

بر

مزارات

مصنف

فیض ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ، العالی

باہتمام

حضرت علامہ مولانا حمزہ علی قادری

ناشر

عطاری پبلشرز مدینۃ المرشد (کراچی)

فون موبائل: 0303-4333547

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

نام کتاب : قبہ جات بر مزارات

مصنف : فیض ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

با اهتمام : حضرت علامہ مولانا حمزہ علی قادری

ناشر : عطاری پبلشرز، مدینۃ المرشد (کراچی)

اشاعت : ذوالقعد 1422ھ ، فروری 2002ء

صفحات : 104

قیمت : -/35 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی جعل الارض کفاتا ○ واکرم المومنین احیاء اموتا○ وجعل موتهم راحة و سباتا○ و حرم اهانتهم تحریما بتاتا○ والصلواة والسلام علی من سقانا من فضله و فضلته ماء فراتا ○ اعطانا فی کل محجة ابلغ حجة نقضاو اثباتا○ و ابد تعظیم المومنین بد الابنین و لم یوقت له میقاتا○ فجعلهم عظاما و ان صارو عظاما○ حرم ایناء هم ولو کانو ارفاتا ○ وعلی اله و صحبه واهله و حزبه مکرمین عند الله جمیعا و اشتاتا

اما بعد! انبیاء عظام و اولیاء کرام (علیٰ نبینا و علیہم السلام) کے اعزاز و اکرام کے پیش نظر اور عوام کی سہولتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے مزارات کو عوام کی قبور سے نمایاں رکھنا اسلامی شعار ہے اور اسلامی شعار کی تعظیم حکم ربانی ہے **ویعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب** جس پر اہل سنت قدیم سے عمل پیرا ہیں کہ انبیاء و اولیاءؑ کے مزارات پر قبے و دیگر اہتمام کرتے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک کے بعد مسئلہ نزاعی بن گیا ہے وہابی دیوبندی' نجدی کی تحریک کے حامی ہیں اور ہم اہل سنت بفضلہ تعالیٰ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اب اکثر نزاعی مسائل میں یہی عمل کار فرما ہے فقیر نے بفضلہ تعالیٰ اپنے اسلاف کے ہر مسئلہ حق کی تائید میں کتاب لکھی اور دلائل پیش کئے مزارات پر قبہ جات بھی اس کی ایک کڑی ہے۔

مقدمہ

قبور انبیاء عظام اور اولیاء کرام پر گنبد بنانا ہر دور میں جائز رہا ہے جب سے نجدی وہابی تحریک چلی اس وقت سے فتوی بازی شروع ہوئی ہمارا وہابیوں دیوبندیوں کو چیلنج ہے کہ سوائے ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب اور ان کے ہمنواؤں کے باقی کوئی ایسا دور ثابت کریں جو قبہ جات بر مزارات کے منکر ہوں ورنہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب کے ماسوا باقی جملہ اہل اسلام اس کے قائل و عامل رہے اور رہیں گے (انشاء اللہ)

عوام سے اپیل ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کو حق سمجھتے ہو یا اس سے پہلے اور بعد کے علماء اور مشائخ کو میرے خیال میں سوائے چند ٹوڑوں کے باقی تمام امت محمد بن عبدالوہاب کو وہابی مذہب کا بانی اور گمراہ سمجھتی ہے بس اسی قول پر فیصلہ ہے کیونکہ ہم آگے چل کر قرآن و احادیث اور ان مشائخ و ائمہ کے اقوال و تصریحات پیش کریں گے جو ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے بلکہ ان کو گمراہ اور گمراہ کن مانتے اور لکھتے ہیں اور سوالات و اعتراضات میں عوام خود دیکھ لیں کہ یہ اعتراضات کرنے والے دراصل محمد بن عبدالوہاب کے چیلے ہیں ہمارے دور کے وہابی دیوبندی اس کی نقل کرتے

ں عوام سے صرف اتنا گزارش ہے کہ وہ سوچیں کہ ایک طرف محمد بن
بد الوہاب نجدی اور ابن تیمیہ ہے دوسری طرف دنیائے اسلام کے جملہ علماء
مشائخ بلکہ مزارات کے قبہ جات کے مسئلہ میں صحابہ کرام اور تبع تابعین
ضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں اب تمہارا فیصلہ تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے۔
اہے ادھر رہو یا ادھر لیکن یہ یاد رہے کہ ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب
ور ان کے ہمنواؤں کو ان کے ہم عصر علماء و مشائخ نے گمراہ اور گمراہ کن
علماء۔ اور یہی کیفیت تاحال چل رہی ہے جو ان لوگوں کے ہمنوا ہیں انہیں
وام اور جملہ اہل حق وہابی کہتے ہیں اور جو ان کے خلاف ہیں انہیں سنی
سلمان کہا جاتا ہے اب تم چاہو تو قبہ جات بر مزارات اولیاء کے منکر ہو کر
ہابی ہو جاؤ چاہو اولیاء کرام سے وابستہ رہکر سنی مسلمان رہو۔

باقی رہے دلائل تو وہ بفضلہ تعالیٰ قرآن و احادیث کی روشنی میں قبہ
ات بر مزارات کے جواز میں بے شمار دلائل و براہین موجود ہیں اور ہر
خالف کو دیکھیں وہ بھی قرآن و حدیث سے دلائل دیتا ہے یہاں بھی وہابیوں
یوبندیوں نے ابن تیمیہ و محمد بن عبدالوہاب کی دلیلیں نقل کیں اس کتاب
یں ہم ان کے دلائل لکھ کر جوابات پیش کریں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

انتباہ!

ان وہابیوں دیوبندیوں کو ہمارے ساتھ دو قسم کے مسائل سے اختلا
ہے نبی کریم ﷺ اور اولیاء کرام کی عظمت و کمالات کے متعلقات اور ا
اموات سے متعلقہ امور وہ ان مسائل پر شرک و بدعت کا فتویٰ لگاتے ہ
حالانکہ اسی قسم کے امور خود بھی عمل میں لاتے ہیں تفصیل فقیر نے "العم
عن البدعۃ" میں لکھ دی ہے قبہ جات بر مزارات کی تحقیق میں ایک مقد
دو باب ایک خاتمہ پر مشتمل کتاب ھذا حاضر ہے بنام "قبہ جات بر مزارات"

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۴ شوال المکرم ۱۴۰۸ھ بہاول پور پاکستان

مقدمہ

○ انبیاء و اولیاء کے مزارات شعائر اللہ سے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا و من یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب جو اللہ تعالیٰ کے شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء و اولیاء کے آثار و نشانات کے اکرام و اعزاز کیلئے جگہ جگہ اہتمام فرمایا ہے تفصیل فقیر کی کتاب "احسن البرکات فی البرکات" میں ہے۔

قبور دو طرح کی ہیں

○ عام مومنین ○ علماء و مشائخ' اولیاء اللہ

جن کی تعظیم و توقیر درحقیقت اسلام کی تعظیم ہے۔ عامتہ المسلمین کی قبروں کو پختہ بنانا یا ان پر قبہ وغیرہ بنانا چونکہ بے فائدہ ہے اس لئے منع ہے ہاں اس پر مٹی وغیرہ ڈالتے رہنا تاکہ اس کا نشان نہ مٹ جائے فاتحہ وغیرہ پڑھی جاسکے جائز ہے۔ اور علماء مشائخ عظام اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم رہتا ہے لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی و فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں ان کی آسائش اور صاحب قبر کی اظہار عظمت کیلئے اس کے آس پاس سایہ کیلئے قبہ وغیرہ بنانا شرعاً" جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے اور جن عوام

مومنین کی قبریں پختہ بنانا یا ان پر قبہ بنانا منع ہے اگر ان کی قبریں پختہ بن گئی ہوں تو ان کو گرانا حرام ہے۔ پہلے مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے آخر کے دو مسئلوں میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے وہابی دیوبندی فقہاء کرام کے اسی اختلاف سے فائدہ اٹھا کر عوام کو بھکاتے ہیں یہ ان کی اولیاء دشمنی کا بین ثبوت ہے۔

ورنہ ہم سب کو یقین ہے کہ عوام و اولیاء کرام کے درمیان جیسے دنیا میں فرق و امتیاز ہے ایسے ہی ان کی قبور و مزارات کا۔ عوام کی قبروں کی تعظیم کا بھی حکم ہے اور اولیاء کرام تو اس سے اور زیادہ تعظیم کے مستحق ہیں اسی لئے ان کی مزارات کے احکام جدا ہیں مثلاً"

۱۔ اولیاء کی قبریں پکی بنانا' ۲۔ قدر سنت یعنی ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا ۳۔ قبر کے آس پاس عمارت بنا دینا پھر قبر کو پختہ کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ۱۔ قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت سے ملا ہوا ہے اس کو پختہ بنانا ۲۔ قبر کا بیرونی حصہ جو کہ اوپر نظر آتا ہے اس کو پختہ کرنا۔

مسئلہ

قبر کے اندرونی حصہ کو پختہ اینٹ سے پختہ کرنا وہاں لکڑی لگانا منع ہے ہاں اگر وہاں پتھر یا بانس لگایا جائے تو جائز ہے کیونکہ لکڑی اور اینٹ میں آگ کا اثر ہے قبر کا بیرونی حصہ پختہ بنانا عامۃ المسلمین کیلئے منع ہے اور خاص علماء کیلئے جائز ہے۔

مسئلہ

قبر کا تعویذ ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا منع ہے اور اگر آس پاس چبوترہ اونچا کر کے اس پر تعویذ بقدر ایک ہاتھ کیا تو جائز ہے۔

مسئلہ

قبر کے آس پاس یا قبر کے قریب کوئی عمارت بنانا عامتہ المسلمین کی قبروں پر تو منع ہے اور علماء فقہا و مشائخ و اولیاء کرام و انبیاء عظام کے مزارات پر قبہ جات وغیرہ بنانا جائز ہے تشریح و تحقیق آتی ہے (انشاء اللہ)

قبہ

بروزن جبہ بمعنی بنا، گرد آوردہ یعنی گنبد اور عرف میں کسی قبر پر سایہ دار تعمیر وغیرہ بنانا کبھی اس سے خیمہ بھی مراد لیا جاتا ہے اور جملہ مذاہب حقہ سابقہ اور دین اسلام کے جملہ پیروکار اس کے قائل اور عامل رہے اور ہیں کہ انبیاء عظام اور اولیاء کرام اور علما و فقہا و صلحا کے مزرات پر قبہ جات یا خیمہ جات یا اس قسم کا سایہ دار شے اور ان کے گرد یعنی قرب و جوار میں مساجد تعمیر کرنا اور زائرین کے لئے آسائش و آرام کیلئے مکانات بنانا کسی کو انکار تھا نہ ہے جب سے محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنی وہابی تحریک چلائی اور جملہ مزارات کو ڈھایا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے گنبد خضرا کو ڈھانے اور گرانے کا پروگرام بنایا لیکن قدرت نے اسے اس گندے ارادے کو پورا نہ کرنے دیا اور آج بھی ان کے یہی ارادے اور فتوے موجود ہیں کہ

تمام قبہ جات یہاں تک کہ خود رسول اللہ ﷺ کا گنبد مبارک بھی گرانا واجب اور ضروری ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ آنحضور کا روضہ گرا دینے کے لائق ہے (فصل الخطاب احمد بن علی بصری)

۲۔ محمد بن عبدالوہاب کہتا تھا **لو اقدر علی حجرۃ الرسول لہدمتہا** (ترجمان الوہابیہ صفحہ ۳۶) "یعنی اگر میں قدرت پاؤں تو رسول اللہ (ﷺ) کا روضہ گرادوں۔

۳۔ تطہیر الاعتقاد صفحہ ۳۶ میں ہے۔ **فان قلت ھذا قبر رسول قد عمرت عیہ قبۃ عظیمۃ انفقت فیہ الاموال قلت ھذا جہل عظیم بحقیقۃ الحال** ترجمہ! "اگر کہو کہ رسول اللہ (ﷺ) کی قبر بڑا قبہ ہے اس پر بہت مال خرچ ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ در حقیقت بہت بڑی جہالت ہے

۴۔ عرف الجاوی صفحہ ۶۰ میں ہے کہ "وازبناء بر قبر نہی آندہ ہر چہ مرفوع مشرف بودن قبر لعنت است آیداز منکرات شریعت باشدوانکار بر آن و برابر ساختن نجاک واجب است بر مسلمین بدون فرق در آنکہ قبر گور پیغمبر باشد یاغیر او"

ترجمہ! "قبر پر ہر قسم کی عمارت کی نہی آئی ہے جو قبر اونچی بلند ہو اس کے لئے لعنت آئی ہے یہ شریعت میں برے اعمال سے ہے اسے مومنین کے برابر کرنا واجب ہے یہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کردیں وہ نبی علیہ السلام کی قبر ہو یا کسی اور کی۔

انتباہ......!

ان حوالہ جات سے ہمارے عوام اب تو سمجھے ہونگے کہ یہ لوگ نہ صرف اولیاء کرام کے قبہ جات اور مزارات کے دشمن ہیں بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے گنبد خضراء کو گرانے کو بھی واجب سمجھتے ہیں ان کا بس چلے تو گنبد خضراء کو فوراً" ڈھادیں یہی وجہ ہے کہ چند سال پہلے سعودی حکومت کے برے عزائم اخبارات میں پڑھے سنے گئے لیکن قدرت کو کچھ اور منظور ہے اسی لئے وہ اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے اب عوام خود سمجھیں کہ یہ لوگ قبہ جات بر مزارات کے دشمن کیوں ہیں۔

مزید بر آں

اس طرح کے جزئیات بے شمار ہیں جو صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں قبہ جات و تعمیرات مزرات کا طریقہ مروج رہا اس کے بعد تبع تابعین تا ائمہ مجتہدین اور فقہاء محدثین اور علماء ربانیین میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا نمونہ کے طور چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بوجہ فتنہ خوارج مخفی رکھی گئی ہارون الرشید نے اسے معلوم کرکے اس پر عالیشان عمارت قائم فرمائی یہ امام شافعی رحمتہ اللہ کا زمانہ تھا اور امام ابو یوسف بھی موجود تھے اور محکمہ احتساب پر انہیں کافی اقتدار حاصل تھا یہاں تک کہ ہارون الرشید قاضی ابو یوسف و امام محمد سے ہر وقت خوفزدہ رہتا قاضی ابو یوسف رحمتہ اللہ کی گرفت میں جو بھی آیا تاریخ دان حضرات سے ان کے احتساب کے واقعات مخفی نہیں

ہمارے مخالفین دیوبندی، وہابی حضرات قاضی ابو یوسف و امام محمد و امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کی موجودگی میں مزار علی کے قبہ و تعمیر کے متعلق فتوی صادر فرمائیں۔

۲۔ مشہد رضا (رضی اللہ عنہ) پر سلطان محمود غزنوی قدس سرہ نے از سر نو عمارت بنوائی اور سلطان محمود نہ صرف اسلامی بادشاہ تھے بلکہ ان کو مخالفین بھی عارف کامل اور ولی اکمل مانتے ہیں۔

۳۔ تواریخ مشائخ و فقہا اور محدثین اور علماء اولیاء مشاہدین کے خیر القرون سے لے کر تاحال بہت سے بزرگوں کے مزارات کے قبہ جات بنے اور تاحال صدیوں سے پہلے قبہ جات تیار کردہ موجود ہیں سوائے ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے چیلوں کے کسی کو انکار تھا نہ ہے اور اب انکار ہے نجدیوں کے چیلوں کو اور رہے گا۔ بلکہ حضرت ابوالحسن نورالدین علی بن احمد السخاوی الحنفی رحمتہ اللہ نے صرف مزارات کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ بنام "تحفتہ الاحباب و بغیتہ الطلاب فی الخطط والمزارات و التراجم المبارکات" اس میں بے شمار بزرگوں کے قبہ جات کی تصریحات موجود ہیں۔ جو مصر میں شائع ہوئی

باب ا

قرآنی دلائل

ا۔ خداوند قدوس جل و علا شانہ نے قرآن کریم میں اصحاب کہف کا قصہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا **قال النین غلبو اعلی امرھم لنتخذ ن علیھم مسجدا** "وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم ان اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے" حوالہ جات تفاسیرا۔ روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا "دیوارے کہ از چشم مردم پوشیدہ شوند" یعنی **لا یعلم احد تربتھم وتکون محفوظة من تطرق الناس کما حفظت تربت رسول اللہ بالخطیرة** انہوں نے کہا کہ اصحاب کہف پر ایسی دیوار بناؤ جو ان کی قبر کو گھیرے اور ان کے مزارات لوگوں کے راستہ بنانے سے محفوظ ہو جاویں جیسے کہ حضور علیہ السلام کی قبر شریف چار دیواری سے گھیر دی گئی ہے۔

۲۔ آیت مذکورہ کی تفسیر روح البیان میں ہے **یصلی فیه المسلمون و یتبرکون بمکانھم** "لوگ اس میں نماز پڑھیں اور ان سے برکت لیں" خلاصہ یہ کہ ان لوگوں کی دو باتوں کا ذکر فرمایا گیا (ا) اصحاب کہف کے گرد قبہ

اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا (۲) ان کے قریب مسجد بنانا اس سے معلوم ہوا کہ دونوں فعل جب بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں یہ خیال غلط ہے کہ یہ حکم سابقہ امتوں کا ہے اس کا جواب فقیر تفصیل کے ساتھ آگے چل کر عرض کرے گا۔

۳۔ تفسیر مدارک پر خازن میں ہے کہ کہف کے دہانہ پر مسجد تعمیر ہوئی تاکہ زائرین اس میں نماز فرض پڑھیں یا نوافل ادا کریں اور ان صالحین کے مکان کی برکت سے متبرک ہوں۔

۴۔ تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ **نعبدی اللہ فیه و نستبقی آثار اصحاب الکہف بسبب ذ لک المسجد** "اس میں ہم اللہ کی عبادت کریں اور اس مسجد کے ذریعے اصحاب کہف کے آثار کو باقی رکھیں"۔

اصحاب کہف کے متعلق تفصیل اور ان پر تعمیر وغیرہ کی بحث فقیر اویسی غفرلہ نے تفسیر اویسی میں لکھدی ہے۔ یہاں بقدر ضرورت اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سوال

یہ اصحاب کہف تو پہلے لوگوں یعنی گزشتہ امتوں میں ہیں وہ ہمارے لئے کیسے حجت ہو سکتے ہیں۔

جواب

اصول فقہ کا مسلم قاعدہ ہے کہ شرائع **من قبلنا یلزمنا** (گزشتہ

اصولوں) کے امور شرعیہ ہم پر لازم ہیں (نور الانوار، مسلم الثبوت، اتقان، تلویح توضیح وغیرہ) بشرطیکہ وہ امور ہمارے اصول کے مخالف نہ ہوں تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی کتاب "احسن البیان فی اصول تفسیر القرآن"

۱۔ **واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی** "اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ"

مقام ابراہیم

یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ کی بنا فرمائی اور اس میں آپ کے قدم مبارک کا نشان تھا اس کو نماز کا مقام بنانے کا امر استحباب کیلئے ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ اس نماز سے طواف کی دو رکعتیں ہیں (احمدی) یہی قول زیادہ موزوں ہے۔

شان نزول

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تمنا ہوئی کہ حرم محترم میں نمازیں پڑھتے ہیں ان آثار متبرکہ کے قرب میں عبادت الٰہی کی کچھ اور لذت مسرت ہوتی ہے کیا اچھا ہوتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم بارک کے نشان کے پاس نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ **لو اتخذت مقام ابراهیم مصلی** اے رسول ﷺ اگر آپ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لیتے تو خوب تمنائیں پوری ہوتیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (اس کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب "احسن البرکات فی التبرکات" میں ہے

فائدہ

غور فرمایئے کہ فاروق اعظم کی تمنا پھر رسول ﷺ کا اس مقام پر ہ
طواف کے بعد دو رکعت کا حکم فرمانا اور اللہ کا اس تمنا پر آیت اتارنا اہل
سنت کے مذہب کی کتنی عظیم تصدیق ہے کہ آج تک ابراہیم علیہ السلام کے
قدم مبارک کے سامنے سر جھک رہے ہیں اور قدم مبارک کے اوپر قبہ بنانا
جائز اور محبوبان خدا کے مزارات پر ناجائز یہ عجیب منطق ہے۔

۳۔ **فلا اقسم بمواقع النجوم** "تو مجھے قسم ہے ان مقامات کی
جہاں تارے ڈوبتے ہیں" اس جملہ کی تفسیر میں شاہ مرادن (مردان) قدس سرہ نے تفسیر
کوثر صفحہ ۱۶۵۱ میں لکھا ہے۔

تعارف شاہ مردان

شاہ مردان اول موجودہ پیر پگاڑو کے دادا تھے ان کا لقب پیر کوٹ دھنی
تھا سید علی گوہر شاہ لاثانی لاولد تھے اس لئے انہوں نے اپنے تیسرے بھائی شاہ
مردان شاہ کو اپنا جانشین بنایا لیکن شروع ہی سے آپ کے بڑے بھائی پیر علی
مظفر شاہ سجادگی پر اپنا حق جتلا رہے تھے یہ معاملہ آخر کار عدالت تک پہنچا
جہاں کافی عرصہ تک کیس چلنے کے بعد دسمبر ۱۸۹۹ء میں اس کا فیصلہ سید شاہ
مردان شاہ کے حق میں ہوا۔ پیر شاہ مردان شاہ اول ایک عالم اور اسلام کے
پابند تھے انہیں اسلام سے اتنی محبت تھی کہ رات کو کافی دیر تک عبادت کرتے
تھے آپ نے قرآن پاک کی تین جلدوں میں سندھی زبان میں تفسیر لکھی
جس کو تفسیر کوثر کہا جاتا ہے آپ صبح و شام غریبوں میں نقد پیسے و طعام اپنے

ہاتھوں سے تقسیم کرتے تھے آپ سے پہلے چاردیواری (فصیل) کچی بنی ہوئی تھیں آپ نے پکی فصیل اور پکی رہائش گاہیں تعمیر کروائیں اسی لئے آپ کو کوٹ دھنی کہتے ہیں آپ نے اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عہد کیا تھا کہ اس ملک کو جابر و ظالم انگریزوں سے آزاد کرایا جائے ساری زندگی آپ جہاد میں مشغول رہے اور ۷ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ وہ لکھتے ہیں کہ

یا مواقع مان مراد مسجدیوں ۽ مقبرا اصحابن سگورن جا آهن جن کہ پان مشابہت تارن سان ڈنی آئن اصحابي کالنجوم الخ ترجمہ! "یا مواقع سے مساجد اور صحابہ کرام کے مزارات مراد ہیں اس لئے کہ انہیں ستاروں سے مشابہت دی گئی ہے کہ اصحابي کالنجوم۔

فائدہ

ایک ولی کامل کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ مزارات محبوبان خدا' اللہ تعالی کو کتنا محبوب ہیں کہ ان کی قسم قرآن مجید میں یاد فرمائی جس بد قسمت کو مزارات سے دشمنی ہو تو سمجھو کہ وہ خدا تعالی کا مغضوب و مبغوض اور بد ترین انسان ہے اللہ تعالی ہم سب کو اولیاء اللہ اور ان کے متعلقات و منسوبات سے عقیدت و محبت عطا فرمائے (آمین)

باب ۲

احادیث مبارکہ

اصطلاح شرع شریف میں نبی پاک ﷺ کے قول و فعل عمل ایسے ہی صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور اعمال کا نام حدیث ہے حضور نبی پاک ﷺ کے مزار کے اوپر گنبد خضرا قبہ مبارک اور چار دیواری وغیرہ ثبوت کیلئے کافی ہے اس قبہ مبارک کی تاریخ ملاحظہ ہو۔

۱۔ حضور سید عالم ﷺ کو حضرت صدیقہ کے حجرے میں دفن کیا گیا اگر یہ ناجائز تھا تو پہلے صحابہ کرام اس کو گرا دیتے پھر دفن کرتے۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضور کے مزار کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھچا دی۔

۳۔ ولید ابن الملک کے زمانہ میں سیدنا عبداللہ ابن زبیر نے تمام صحابہ کرام کی موجوگی میں ۸۸ھ میں اس عمارت کو نہایت مضبوط بنایا اور اس میں پتھر لگوائے چنانچہ خلاصتہ الوفا باخیار دار المصطفیٰ مصنفہ سید سمہودی میں ہے کہ

عن عمرو ابن بینار و عبیدہ اللّٰہ ابن ابی زید قالا لم یکن فی عھد النبی

صلی اللہ علیہ وسلم علی بیت النبی علیہ السلام جدار فکان اول من بنی علیہ جد ارا عمرابن الخطاب ثم بناہ عبد اللہ ابن الزبیر وکانت حجرۃ من الکعبۃ من سعیر مربوطۃ فی خشب عروۃ ترجمہ وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔

ا۔ بخاری جلد اول کتاب الجنائز لجنائز باب ماجاء فی قبر النبی و ابی بکر و عمر میں ہے کہ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں روضہ رسول ﷺ کی ایک دیوار گر گئی اخذ و فی بناء صحابہ کرام اس کے بنانے میں مشغول ہوئے۔ فبدت لهم قدم فضزعواو ظنوانها قدم النبی علیہ السلام "ایک قدم ظاہر ہو گیا تو گھبرا گئے اور سمجھے کہ یہ حضور علیہ السلام کا قدم پاک ہے" حتی قال لهم عروۃ لا واللہ ما هی قدم النبی علیہ السلام ما هی الا قدم عمر جذب القلوب الی دیار المحبوب میں شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ ۵۵۰ ھ میں جمال الدین اصفہانی نے علماء کرام کی موجودگی میں صندل کی لکڑی کی جالی اس دیوار کے آس پاس بنائی۔ (٦) ۵۵۷ھ میں بعض عیسائی عابدوں کی صورت میں مدینہ منورہ میں آئے اور سرنگ لگا کر نعش مبارک کو زمین سے نکالنا چاہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار بادشاہ کو خواب میں فرمایا۔ لہٰذا بادشاہ نے ان کو قتل کرایا اور روضہ مقدس کے آس پاس پانی تک بنیاد کھود کر سیسہ گلا کراس کو بھر دیا پھر ۶۷۸ھ میں سلطان قلاوں صالحی نے یہ گنبد سبز جو اب تک موجود ہے بنوایا (تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی کتاب "محبوب مدینہ" اور "تاریخ گنبد خضراء"

فائدہ

اصول اسلام سے ہے کہ جو امر حضور ﷺ کیلئے جائز ہے وہی آپ کے وارثین اولیاء کرام کیلئے بھی جائز ہے جب حضور ﷺ کا گنبد اقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تجویز فرمایا اور تا حال اسی آن بان سے ہمارے میں موجود ہے اور انشاء اللہ تا قیامت موجود رہے گا تو اولیاء کرام کے قبہ جات بھی جائز ہیں مخالفین کے پاس اگر گنبد خضراء کے عدم جواز کی کوئی دلیل ہے تو پیش کریں۔

سوال

حضور نبی پاک ﷺ کے مزار اقدس پر تعمیر اور قبہ آپ کے خصوصیات سے ہے جیسے دوسرے خصوصیات میں آپ کا کوئی شریک نہیں یہاں بھی کوئی ولی آپ کی خصوصیت میں شامل نہیں ہو سکتا۔

جواب ۱

اولاً تو خصوصیات مخصوص برسول (ﷺ) کے تم قائل نہیں جیسے ہم نے مقدمہ میں حوالہ جات عرض کئے ہیں کہ تم کہتے ہو حضور کا گنبد و قبہ شرعاً گرانا واجب ہے۔

جواب ۲

یہ خصوصیت کس حدیث و روایت میں ہے۔

جواب ۳

خصوصیت ہے تو پھر اس میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم بھی مدفون ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بھی یہاں مدفون ہوں گے۔

۲۔ مشکواۃ کتاب الجنائز باب الدفن میں بروایت ابو داؤد ہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کو دفن فرمایا تو ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب فرمایا اور فرمایا کہ **اعلم بها قبر اخی وادفن الیه من مات من اهلی** ترجمہ! "کہ ہم اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگائیں گے اور اسی جگہ اپنے اہل بیت کے مردوں کو دفن کریں گے"

۳۔ بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقا" ہے کہ حضرت خارجہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ عثمان میں تھے **ان اشد نا وثبة الذی یثیب قبر عثمان ابن مظعون حتی یجاوزہ** ہم میں بڑا کودنے والا تھا جو کہ عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا (ف) مشکواۃ کی روایت سے معلوم ہوا کہ عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر تھا اور بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود قبر عثمان کا تعویذ اس پتھر کا تھا اور دونوں روایات اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ مشکواۃ میں جو آیا ہے کہ قبر کے سرہانے پر پتھر لگایا اس کے معنی یہ نہیں کہ قبر سے علیحدہ سر کے قریب کھڑا کردیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ خود قبر میں ہی سر کی طرف اس کو لگایا یا مطلب یہ کہ قبر ساری اس پتھر کی تھی مگر سرہانے کا ذکر کیا۔ ان دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی خاص قبر کا نشان قائم رکھنے کیلئے قبر کچھ اونچی کردی جائے یا پتھر وغیرہ سے پختہ کردی جائے تو جائز ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے کیونکہ

اولیاء و عوام کے درمیان امتیاز ضروری ہے۔

مسئلہ

فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی زمین نرم ہو تو لوہے یا لکڑی کے صندوق میں میت کو رکھ کر دفن کرنا پڑے تو اس کے اندرونی حصہ میں چاروں طرف مٹی سے کہگل کردو (شامی اور عالمگیری وغیرہ باب دفن المیت) اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو اندر سے کچا ہونا چاہئے۔

علمی قاعدہ

سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے مزار کو سرکار دو عالم ﷺ کا اونچا کرنا مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد ہے جو گویا اسلام یعنی مدنی زندگی کا پہلا دور ہے اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس سے وہابی نجدی استدلال کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قبور کو ڈھانے کا حکم دیا تھا) وہ حضور علیہ السلام کے وصال کے قریب کا دور ہے اب ہمارا سوال ہے کہ یا تو وہابیہ ثابت کریں کہ حدیث ابن مظعون منسوخ ہے حالانکہ منسوخ نہیں یا مان جائیں کہ جن قبور کو ڈھانے کا حکم تھا وہ یہود و منافقین کی قبریں تھیں اس حدیث ابن مظعون رضی اللہ عنہ کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں سوائے ہیرا پھیری کے ہاں ان کا یہ سوال عامتہ الورود ہے کہ قبور پر قبہ وغیرہ بنانا پھر انہیں مساجد کی طرح آراستہ کرنا وغیرہ وغیرہ تو اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا فلہذا ان بدعی امور سے احتراز لازم ہے تفصیلی جوابات اور تحقیقی بیانات تو ہم آگے چل کر عرض کریں گے یہاں سردست اتنا کافی ہے کہ ہمارے نزدیک انبیاء اولیاء کرام سے بڑھ کر

کوئی معظم و مکرم نہیں اور ان کے مزارات پر قبہ جات برائے ضرورت اور انہیں آراستہ و پیراستہ کرنا ان کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو منقش کرنا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے زمانہ میں حکم تھا کہ قرآن کو آیات اور رکوع اور اعراب سے خالی رکھو لیکن اس زمانہ کے بعد چونکہ ضرورت در پیش ہوئی تو یہ تمام کام جائز بلکہ ضروری ہو گئے شامی میں ہے۔ **وما روی عن ابن مسعود جردو القران کان فی ذ منھم و لم من شئی یختلف باختلاف الزمان و المکان** "ابن مسعود ﷺ سے جو مروی ہے کہ قرآن کو اعراب وغیرہ سے خالی رکھو یہ اس زمانہ میں تھا اور بہت سی چیزیں زمانہ اور جگہ بدلنے سے بدل جاتی ہیں نیز شامی میں ہے کہ قرآن کو چھوٹا کر کے نہ چھاپو یعنی حمائل نہ بناؤ بلکہ اس کا قلم موٹا ہو حرف کشادہ ہوں تقطیع بڑی ہو یہ سارے احکام کیوں ہیں؟ صرف قرآن کی عظمت کیلئے اسی طرح یہ بھی ہے اول زمانہ میں تعلیم وغیرہ پر اجرت لینا ناجائز تھا جس کی تفصیل فقہ میں موجود ہے مگر بعد کو ضرورتاً" جائز کیا گیا۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جب سے وہابی تحریک چلی ہے اور اس کا سب سے اہم مقصد انبیاء و اولیاء کرام کی قدر و منزلت گھٹانا ہے بلکہ ان کی تعظیم و تکریم کے امور کو شرک اور حرام کہنا ان کا شعار ہے جیسے آج کے دور نجدی حکومت میں مدینہ طیبہ میں آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن کر تصدیق کی جاسکتی ہے کہ وہاں ادب و تعظیم پر پابندی اور بے ادبی و گستاخی پر عملدرآمد ہو رہا ہے اسی لئے باقاعدہ مذکورہ ہمارے لئے اور زیادہ ضروری ہو گیا کہ ہم انبیاء و اولیاء کے اعزاز و اکرام کیلئے جتنا زور لگائیں کم ہے کیونکہ

تعظیم انبیاء و اولیاء ہمارا دین ہے اگر دین کے دوسرے امور میں اضافے جائز ہیں تو تعظیم نبوت و ولایت کیلئے بھی اضافے جائز ہیں۔

۳۔ بخاری شریف اور مشکواۃ شریف باب البکاء علی المیت میں ہے کہ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا **ضربت امراته القبة علی قبره سنة** تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا۔

فوائد

۱۔ یہ صحابہ کرام کے زمانہ میں سب کی موجودگی میں ہوا کسی نے انکار نہ کیا

۲۔ ان کی بیوی ایک سال تک وہاں رہیں پھر گھر واپس آئیں۔ جیسا کہ اسی حدیث میں ہے + اس سے بزرگوں کی قبروں پر مجاوروں کا بیٹھنا بھی ثابت ہوا۔

۳۔ زوجہ ابن امام زین العابدین کے اس فعل کے ماتحت ملا علی قاری مرقات شرح مشکواۃ باب البکاء میں فرماتے ہیں **الظاهر انه لاجتماع الاحباب للذكر والقراءة و حضور الاصحب بالمغفرة اما حمل فعلها علی العبث المكروه فغير لائق لصنيع اهل البيت** ظاہر یہ ہے کہ یہ قبہ دوستوں اور صحابہ کے جمع ہونے کیلئے تھا تاکہ ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کریں اور دعائے مغفرت کریں لیکن ان بی بی کے اس کام کو محض بے فائدہ بنانا جو کہ مکروہ ہے یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔ (فائدہ) معلوم ہوا کہ بلا فائدہ عمارت بنانا منع اور زائرین کے آرام کیلئے جائز ہے۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر قبہ

بنایا۔

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر۔

۶۔ حضرت محمد ابن حنفیہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قبر پر قبہ بنایا' منتقے شرح موطا امام مالک میں ابو عبد سلیمان علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ **روی عن ابن عباس لماما ت بالطائف صلی علیہ السلام محمد ابن الحنفیۃ رجعل قبرہ مسنما و ضرب علیہ نسطاطا** جب کہ طائف میں ابن عباس ﷺ کا انتقال ہوا تو ان پر محمد ابن حنفیہ نے نماز پڑھی اور ان کی قبر ڈھلوان بنائی اور قبر پر پختہ قبہ بنایا۔۔ عینی شرح بخاری میں ہے۔ **ضوبہ محمد ابن الحنفیہ علی قبر ابن عباس** ان صحابہ کرام نے یہ فعل کئے اور ساری امت روضہ رسول ﷺ پر جاتی رہی کسی محدث کسی فقیہ کسی عالم نے اس روضہ پر اعتراض نہ کیا سوائے ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے کہ یہ نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ وہاں پر جانے والوں کو مشرک کہتے ہیں حالانکہ مزار اقدس پر مجاوری بھی ثابت ہے اس لئے کہ مجاور اسی کو تو کہتے ہیں جو کہ قبر کا انتظام رکھتے کھولنے بند کرنے کی چابی اپنے پاس رکھے وغیرہ وغیرہ یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کی والدہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی منتظم اور چابی والی تھیں جب صحابہ کرام کو زیارت کرنی ہوتی تو ان سے ہی کھلوا کر زیارت کرتے (مشکواۃ باب الدفن) آج تک روضہ مصطفیٰ ﷺ پر مجاور رہتے ہیں کسی نے ان کو ناجائز نہ کہا ہاں وہابی غیر مقلد تو مجاوری کو ممکن ہے اب بھی حرام کہتے ہوں لیکن ان کے چھوٹے برادر دیوبندی کسی زمانہ میں ان کے اتھ مل کر

مجاوری کو حرام حرام کہتے تھے لیکن جب سے محکمہ اوقاف کی مہربانی سے ا
درباروں (مزارات اولیا کرام) کی مجاوری نصیب ہوئی ہے اور اب دربا
(مزاروں) پر ایسے سلیقے سے بج کر بیٹھے ہیں گویا سات پشتے مجاور ہیں تو ا
بفضلہ تعالی ان کے نزدیک مجاوری عین اسلام ہے اگر محکمہ اوقاف ان
مزارات کی ملازمت سے برطرف کردے تو پھر بدستور کہیں گے کہ مجاو
حرام' حرام وغیرہ وغیرہ۔

۷۔ بخاری شریف کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر جلد اول میں ہے
رآی ابن عمر فسطاطا علی قبر عبدالرحمن فقال انزعه یا غلام فان
یظله عمله ترجمہ! "حضرت ابن عمر نے حضرت عبدالرحمن کی قبر پر خی
(قبہ) دیکھ کر فرمایا اے نوجوان اسے علیحدہ کردے اس پر اس کے اعمال سا
کر رہے ہیں۔

فائدہ

مزار پر سائبان خیمہ لگانا ثابت ہوا حضرت ابن عمر کا منع کرنا خیمہ لگا
والے کی غلط فہمی کا ازالہ مطلوب تھا اس لئے اس نے سمجھا ہو گا کہ اس
سائبان سے میت کو کوئی فائدہ ہو گا حالانکہ یہ غلط ہے تفصیل آتی ہے۔

○ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر حضرت عقیل بن ابی
طالب رضی اللہ عنہ یعنی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے برادر کلان نے قبہ بنایا چنانچہ
حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علامہ سمہودی کے حوالہ سے نقل
کرتے ہیں کہ۔

در خبر است کہ چوں عقیل ابن ابی طالب چاہے دردار خود حفر کرد از آنجا سنگے بر آمد کہ در دے نوشتہ اند قبر ام حبیبہ بنت صخر بن حرب عقیل آں چاہ را انباشت و عمارتے بر بالائے قبر بنا کرد و سمہودی گوید روایات ہمہ ناظر اند در انکہ قبور امہات المومنین در ہمیں جا باشند کہ زیادت ایشان می کنند

"حدیث میں ہے کہ عقیل نے گھر میں کنواں کھودا اس سے ایک پتھر نکلا اس پر لکھا تھا کہ قبر ام حبیبہ بنت صخر بن حرب کی ہے عقیل نے وہ کنواں بند کر کے اس پر ایک تعمیر کی سمہودی نے فرمایا ہے کہ امہات المومنین کے مزارات اسی جگہ پر ہیں جہاں آج کل زیارت کی جاتی ہے۔

فائدہ

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل حجت ہے اور وہ بھی دوسرے صحابہ کرام اور تابعین کی موجودگی میں جب کہ اس تعمیر پر کسی کا انکار بھی منقول نہیں۔

حضرت علامہ شاہ مظہر اللہ نقشبندی امام مسجد فتحپوری دہلی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں مصباح الظلام سے بقول شاہ عبدالعزیز محدث لکھا ہے کہ سیدنا عمر فاروق نے جب ملک شام فتح کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام و دیگر انبیاء علیہم السلام کے مزارات پر قبے بنے ہوئے ملاحظہ فرمائے۔

فائدہ

ان روایات سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔

قبہ جات بر مزارات اسلامی اور دین حق کا شعار ہے کہ سابق انبیاء

علیہم السلام کے اہل ایمان متبعین مزارات پر قبہ جات بنایا کرتے۔
اگر قبہ جات مزارات پر ناجائز ہوتے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا
ممکن کبھی قبوں کو باقی نہ رہنے دیتا فوراً" ان کے توڑنے کا حکم فرماتا۔
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان قبوں کو جوں کا توں رکھا جس سے ثابت ہوا کہ
جات اسلامی شعار ہے جو خیر القرون سے تاحال جاری و سازی ہے اگر اختلا
ہے تو صرف نجدیوں وہابیوں کو۔
ترمذی میں بی بی میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے متعلق ہے
و ب فدفناها فی الظلة التی بنی بها فیها "ہم نے انھیں اس ظلہ میں د
جس میں ان کا زفاف ہوا"

فائدہ

ظلہ ہمچوں صفہ و سائبان کہ جس میں برودت (سردی) و حرارت کا
ہو یکے صفہ دیوان خانہ یعنی نشست گاہ بلند جو مسقف ہو کوشک یعنی بلند
د الان بزرگ (غیاث ومنتخب و قاموس) یہی قبہ جات بر مزارات کا ثبو
ہے۔

سوال

طبقات ابن سعد میں ہے کہ و ب فدفنت فی موضع قبتها یعنی وہ بی
قبہ کے مقام میں دفن ہوئیں اس سے مقام قبہ (جگہ کا نام) مع ثابت ہوا
کہ قبہ بر مزار۔

جواب ۱

ہماری بیان کردہ روایت میں اطلاع ہے قبہ اور مولطلہ میں فرق ہے ممکن ہے کہ مقام قبہ کوئی ہو لیکن اطلاع کے ثبوت کے منافی نہیں۔

جواب ۲

ابن سعد کے رواۃ میں ایک راوی میمون ہے وہ مدلس مشہور تھا دوسرا راوی جعفر ہے اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہمی تھا فلہذا یہ حدیث ضعیف ناقابل اعتماد ہے۔

جواب ۳

ابن سعد نے صفیہ بنت شیبہ لکھا ہے اور اس نام کی کئی مستورات ہیں نامعلوم ابن سعد کس صفیہ کا لکھ رہے ہیں ہم نے تو بی بی میمونہ ام المومنین کا کہا ہے۔

جواب ۴

ہم نے صحاح ستہ کی صحیح ترمذی کی روایت عرض کی اور مخالفین ابن سعد کا نام لیتے ہیں کہاں امام ترمذی کہاں ابن سعد اور ظاہر ہے کہ ابن سعد کی روایات کا اکثر حصہ واقدی سے ماخوذ ہے صحاح ستہ کی صحیح اور معروف مستند کو چھوڑ کر ایک کمزور روایت کے سہارا لینے کا کیا معنی۔ بنام "یحفتہ الاحباب و بغیتہ الطلاب فی الخط والمزارات والتراجم التقاع المبارکات" اس میں بے شمار بزرگوں کے قبہ جات کی تصریحات موجود ہیں۔

امام کرمانی شارح بخاری

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بستان المحدثین میں لکھتے ہیں کہ امام کرمانی شارح بخاری رحمہم اللہ تعالی نے اپنی زندگی میں اپنی قبر بنا کر اس کے ارد گرد گنبد بنوایا اور بعد الوفات اسی میں مدفون ہوئے کسی نے ان کے اس فعل کا انکار نہ کیا۔

فائدہ

امام کرمانی شارح بخاری اور ان کے ہم عصر علماء کرام سے مخالفین کو طفل مکتب ہونے کی نسبت بھی نہیں چہ جائیکہ اپنے میاں مٹھو بن کر نحن رجال وھم رجال کہہ کر جس طرح کی بے پر کی اڑائیں۔

باب ۳

فتاوی علمائے کرام

جن احادیث مبارکہ سے مخالفین استدلال کرتے ہیں وہ ان کی کج فہمی اور ابن تیمیہ و نجدی کی عقیدت کار فرما ہے ورنہ ان احادیث مبارکہ کو اسلاف صالحین نے بھی پڑھا بلکہ ان سے کہیں زیادہ پڑھا اور جیسے انہوں نے احادیث کو سمجھا مخالفین کو انکا عشرِ عشیر بھی نصیب نہیں اسی لئے ذیل میں اسلاف صالحین کے فتاوی ملاحظہ ہوں۔

۱۔ روح البیان جلد ۳ پارہ ۱۰ زیر آیت **انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ** میں ہے **فبناء قباب علی قبور العلماء و الاولیاء والصلحاء امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتقر اصاحب ھذ القبر** اولیاء صالحین کی قبروں پر عمارات بنانا جائز کام ہے جب کہ اس سے مقصود ہو لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا تاکہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں۔

۲۔ مرقات شرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب دفن المیت میں ہے **قد اباح السلف البناء علی قبور المشائخ والعلماء المشھورین لیزورھم الناس و یستریحوا بالجلوس** پہلے علماء و مشائخ اور علماء کی قبروں پر

عمارات بنانا جائز فرمایا ہے کہ ان کی لوگ زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر آرا
کریں۔

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں "و
آخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیرو ترویج مشاہد و مقا
مشائخ و علماء دیدہ چیزہا افزودند تا آنجا ہیبت و شوکت اہل اسلام و اہل اصلا
پیدا آید خصوصا در دیار ہند کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بے شمار اند و ترو
واعلا شان ایں مقامات باعث رعب و انقیاد ایشاں است و بسیار اعمال و افعا
و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ اند در آخر زمان از مستحسنا
گشتہ" ترجمہ! "آخر زمانہ میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر بین رہ گئے لہذا
مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر زیادتی کردی
تاکہ مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت ظاہر ہو خاص کر ہندوستان میں کہ یہا
ہندواور کفار بہت سے دشمنان دین ہیں ان مقامات کی اعلان شان کفار کے
رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زما
میں مستحب ہو گئے۔

۴۔ شامی جلد اول باب الدفن میں ہے **وقیل لا یکرہ البناء انا کان
المیت من المشائخ والعلماء والساد ات** کہا گیا ہے کہ اگر میت مشائخ
اور علماء اور سادات کرام میں سے ہو تو اس کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں
ہے۔

۵۔ درمختار میں اسی باب الدفن میں ہے **لا یرفع علیہ بناء و قیل
لاباس بہ وھو المختار** قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ اس

اس کوئی حرج نہیں اور یہی قول پسندیدہ ہے۔

سوال

چونکہ شامی اور در مختار نے عمارت کے جواز کو قیل سے بیان کیا اس لئے یہ قول ضعیف ہے۔

جواب

ہر جگہ فقہ میں قیل علامت ضعف نہیں اور بعض جگہ ایک مسئلہ میں دو قول بیان کرتے ہیں اور دونوں قیل سے ہاں۔ معقولات میں قیل علام ضعف ہے قیل کی مکمل بحث فقیر کے رسالہ "قیل قالوا" میں ہے۔

۱۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۳۵ میں ہے **وقد اعتاد اھل المصر وضع الاحجاز لفظا القبور عن الاندراس والنبش ولاباس به وفی الدرر ولا یجصص ولا یطین ولا یرفع علیه بناء و قیل لا باس به وھوا المختار** مصر کے لوگ قبروں پر پتھر رکھنے کے عادی ہیں تاکہ وہ مٹنے اکھڑنے سے محفوظ رہیں اور قبر کو گچ نہ کی جاوے نہ کہگل کی جائے نہ اس پر عمارت بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ جائز ہے اور یہ ہی مختار ہے۔

۲۔ المیزان الکبری جلد اول کتاب الجنائز میں امام شعرانی فرماتے ہیں **ومن ذ لک قول الائمة ان القبر لا یبنی ولا یجصص مع قول ابی حنیفه یجوز نلک فال الاول مشد د والثانی مخفف** اسی میں سے ہے دیگر اماموں کا یہ کہنا کہ قبر پر نہ عمارت بنائی جاوے اور نہ اس کو گچ کی جاوے۔ باوجودیکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ یہ سب جائز ہے پس پہلے قول میں

سختی ہے اور دوسرے میں آسانی۔

فائدہ حنفیہ

امام مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان مل گیا کہ قبر پر قبہ وغیرہ بنانا جائز ہے دیوبندی چونکہ خود کو حنفی کہلاتے ہیں (اگرچہ درحقیقت یہ بھی وہابی ہیں) اسی لئے انہیں یہ قول مان لینا چاہئے تھا لیکن بجائے ماننے کے امام شعرانی رحمتہ اللہ کو صرف صوفی سمجھ کر انکار دیا اور کبیری کی ایک عبارت کا سہارا ڈھونڈ لیا چنانچہ دیوبندیوں کا رئیس المحرفین سرفراز گکھڑوی راہ سنت میں لکھتا ہے کہ دسویں صدی کے ایک صوفی کی بے سند نقل اور بے سروپا روایت ہے (جو نقل مذہب میں ہزاروں غلطیاں کرجاتے ہیں الخ صفحہ ۱۸۲)

تبصرہ اویسی غفرلہ

قارئین! دیکھا ایک معمولی لکھا پڑھا ملا دیوبندی کس طرح ایک عارف باللہ اور محبوب اللہ کامل ولی اللہ پر برس رہا ہے صرف اس لئے کہ انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے قبہ جات کا ثبوت بہم کیوں پہنچایا۔ اور بیک سانس بے سند نقل اور بیسروپا روایت کا الزام تھوپ کر انہیں ہزاروں غلطیوں کا مرتکب گردانا حالانکہ جملہ اہل مذاہب (احناف، حنابلہ، مالکی، شافعی) متفق ہیں کہ امام شعرانی قدس سرہ نے المیزان الکبریٰ لکھ کر مذاہب کی تطبیق کا جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے افسوس ہے کہ تعصب مذہبی نے گکھڑوی کا بیڑا غرق کردیا کہ ان پر کیسے گندے الزام لگائے اور ہزاروں غلطیوں کا مرتکب اور غلط روایت و بے سند نقل کا ناقل اسلام کا

بڑا مجرم بتایا اور ایسے مجرم کی سزا سوائے جہنم کے اور کہاں؟۔ گکھڑوی بد بخت کو کیا معلوم کہ امام شعرانی قدس سرہ کا کتنا مرتبہ بلند ہے اسے معلوم نہ ہو تو گھر کی گواہی پڑھ لے۔

امام شعرانی کا مقام

مخالفین کے مایہ ناز ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور ۲۰ جون ۱۹۶۳ء کے پرچہ میں صفحہ ۱۱ پر لکھتا ہے کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام فرمایا ہے کہ میں مصر میں ہوتے ہوئے حضور علیہ السلام سے اس طرح گفتگو کرتا ہوں جیسے کوئی ہم مجلس سے بات کرتا ہے میں مصر میں ہوتا ہوں اور حضور ﷺ کی آرام گاہ پر میرے ہاتھ ہوتے ہیں اور فرمایا کہ جس کو یہ حال اور ذوق حاصل نہیں ہے وہ اس قسم کی گفتگو اور مشاہدہ کا انکار کرتا ہے" (لطائف المنن مصنفہ امام شعرانی صفحہ ۱۳۲' خدام الدین ۲۸ جون ۱۹۶۳ء

فائدہ

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولی اللہ مصر میں بیٹھے ہوئے اپنے ہاتھ مدینہ منورہ تک بڑھا سکتے ہیں یہ تو ایک ولی کی طاقت ہے تو پھر سید الانبیاء ﷺ کی قدرت و طاقت کے تو کیا کہنے۔ بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اب بھی حضور ﷺ کا نور پاک تمام جہان کو روشن کئے ہوئے ہے۔ اور ہر جگہ وہ ہر مقام سے دیکھنے والے آپ کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

فائدہ

اسی خدام الدین مذکور میں لکھا ہے کہ اس شبہ کے جواب میں کہ دور دور کے اقطار میں بہت سے دیکھنے والے ایک وقت میں حضور علیہ السلام کو کیوں کر دیکھتے اور مشاہدہ کر لیتے ہیں حافظ سیوطی فرماتے ہیں ترجمہ " اس کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان میں سورج اور اس کا نور تیز اور چمکدار پھیلاؤ میں مشرق و مغرب کے شہروں تک پھیلتا ہے" (الحاوی جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ مصنفہ علامہ سیوطی از خدام الدین ۲۸ جون ۱۹۶۳ء

اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو جو خواب میں دیکھے وہ آپ کو بیداری میں بھی ضرور دیکھے گا اسی خدام الدین مذکورہ پرچہ میں لکھا ہے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھ لے گا۔ رسالت مآب یہ وعدہ فرماتے ہیں کہ بیداری میں حضور کا مشاہدہ اور دیکھنا ہو سکتا ہے" (خدام الدین ۲۸ جون ۱۹۶۳ء)

امام شعرانی پر الزام کا جواب

امام شعرانی قدس سرہ نے تطبیق مذاہب اربعہ میں جن ائمہ عظام کے اقوال نقل فرمائے ہیں وہ صحیح اور مستند ہیں صرف گکھڑوی کو اپنا انجام برباد کرنا تھا سو کر دیا ورنہ کبیری کی جو عبارت نقل کی ہے اس کی سند صحیح کا کیا ثبوت ہے صرف وہی جو اس نے خود فرمایا جو گکھڑوی کو غلط فہمی سے بھا گیا اور وہ بھی ہمارے موقف کے منافی نہیں اس لئے کہ مکروہ مطلق جہاں بتایا گیا

وہاں عام قبور مراد ہیں جس کے ہم بھی قائل ہیں اور جہاں اسے جواز بتایا وہاں خواص انبیاء و اولیاء مراد ہیں تفصیل آتی ہے (انشاء اللہ)

فرعونی وراثت

اس باب کے آخر میں عرض کروں کہ مزارات اور قبہ جات کے گرانے کے خیالات فرعون کی وراثت ہے چنانچہ حضرت النابلسی قدس سرہ کی کشف النور سے صاحب تفسیر روح البیان نے پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت اذ ا یبایعونک تحت الشجرۃ میں لکھا کہ بعض مغرور لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ آج کل لوگ اولیاء اللہ کی قبروں کی تعظیم کرتے ہیں لہٰذا ہم ان قبروں کو گرائیں گے تاکہ یہ لوگ دیکھ لیں کہ اولیاء اللہ میں کوئی قدرت نہیں ہے۔ وہ اپنی قبروں کو گرنے سے بچا لیتے **فاعلم ان ھذا الصنیع کفر صراح ما خوذ من قول فرعون ذ رونی اقتل موسی ولیدع ربہ انہ اضاف ان یبدل دینکم او یظھر فی الارض الفساد** "تو جان لو کہ یہ کام خالص کفر ہے فرعون کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ چھوڑ دو مجھ کو میں موسیٰ کو قتل کردوں وہ اپنے خدا کو بلالے میں خوف کرتا ہوں کہ تمہارا دین بدل دیگا یا زمین میں فساد پھیلا دے گا" یعنی قبے اور قبور ڈھانا ایک امر موہوم ہے یعنی عوام کو گمراہی کے خوف سے اور واقعی یہ امر موہوم ہے ورنہ چودہ صدیوں سے اولیاء کرام کے ماننے والے اہل سنت عوام گمراہ ہوئے نہ گمراہی کا شائبہ ان سے صادر ہوا۔ البتہ ان پر بدگمانی کرنے والے خود گمراہی کے دلدل میں ایسے پھنسے کہ نجات کا امکان بھی نہ رہا۔

باب ۴

عقلیات سے

دیو بندیوں وہابیوں سے ہمارے اصولی اختلافات ہیں ان اصولوں کا تص
ہوجائے تو کوئی جھگڑا نہ رہے گا لیکن نہ وہ اپنے اصول ترک کر سکتے ہیں نہ
مثلاً" ہم انبیاء و اولیاء کو مزارات میں زندہ مانتے ہیں صرف قلب مکان ہ
ورنہ انبیاء کی حقیقی اور اولیاء کی برزخی زندگی حق ہے وہ کہتے ہیں کہ انب
واولیاء مر کر مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ) تقویتہ الایمان وغیرہ)

۲۔ ہم انبیاء اولیاء کے مزارات کو مقدس و معظم سمجھتے ہیں اور ان
تعظیم تکریم کو عین اسلام سمجھتے ہیں اور وہ ان کے مزارات کو مٹی کا ڈھیر ا
ان کی تعظیم کو شرک کہتے ہیں۔

۳۔ ہم مزارات والوں سے مدد کے قائل و عامل ہیں اور وہ اسے شر
اکبر اور ہمیں ابوجہل سے بدتر مشرک کہتے ہیں۔

۴۔ ہم مزارات کے قرب میں بیٹھ کر فیوض و برکات موسلا دھار بارش
کی طرح نزول رحمت کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک ایسا عقیدہ کفر
شرک۔

۵۔ ہم مزارات والوں کے نزدیک بیٹھ کر قرآن خوانی اور عبادات

نوافل کو نجات کا بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک شرک ہے۔

۶۔ ہم مزارات کا اعزاز و اکرام عوام کے قلوب میں بٹھانے کو ان کی سلامتی ایمان اور دنیوی امور کا وسیلہ اور آخرت کی نجات کا اعلیٰ ذریعہ سمجھتے ہیں اور وہ اسے شرک و بدعت قرار دیتے ہیں۔

دلائل

۱۔ ہمارے مذکورہ بالا اصول پر عقل بھی چاہتی ہے کہ قبہ جات جائز ہیں عموماً" دیکھا گیا ہے کہ عام کچی قبروں کا عوام کی نگاہ میں نہ ادب ہوتا ہے نہ احترام اور نہ زیادہ فاتحہ خوانی نہ کچھ اہتمام بلکہ لوگ پیروں سے اس کو روندتے ہیں اور اگر کسی قبر کو پختہ دیکھتے ہیں غلاف وغیرہ پڑا ہوا پاتے ہیں سمجھتے ہیں کہ کسی بزرگ کی قبر ہے اس سے بچ کر نکلتے ہیں بلکہ خود بخود فاتحہ کو ہاتھ اٹھ جاتا ہے۔

۲۔ مشکوٰۃ باب الدفن میں اور مرقات میں ہے کہ مسلمان کی زندگی اور بعد موت یکساں ادب چاہئے اسی طرح عالمگیری کتاب الکراہیت اور اشعتہ اللمعات باب الدفن میں ہے کہ والدین کی قبر کو چومنا جائز ہے۔

۳۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ قبر سے اتنی دور بیٹھے جتنی دور کہ صاحب قبر کی زندگی میں اسے بیٹھتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ میت کا احترام قدر زندگی کے احترام کے ہے اور اولیاء اللہ تو زندگی میں واجب التعظیم تھے لہٰذا بعد موت بھی اور قبر کی عمارت اس تعظیم کا ذریعہ ہے لہٰذا کم از کم مستحب ہے۔

۴۔ جس طرح تمام عمارات میں سرکاری عمارتیں یا کہ مساجد ممتاز رہتی

ہیں کہ ان کو پہچان کر لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں علماء کو چاہئے کہ اپنی وضع قطع لباس صورت اہل علم کا سا رکھیں تاکہ لوگ ان کو پہچان کر مسائل دریافت کریں اسی طرح چاہئے کہ علماء و مشائخ کے قبور عام قبروں سے ممتاز رہیں تاکہ لوگ پہچان کر ان سے فیض لیں۔

۵۔ مقابر اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں جیسا کہ ہم پہلے تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں اور شعائر اللہ کا ادب ضروری ہے قرآن سے ثابت ہے لہٰذا قبروں کا ادب چاہئے ادب کے ہر ملک اور ہر زمانہ میں علیحدہ طریقے ہوتے ہیں جو طریقہ بھی ادب کا خلاف اسلام نہ ہو وہ جائز ہے حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں قرآن پاک ہڈیوں اور چمڑے پر لکھا جاتا تھا مسجد نبوی کچی تھی اور چھت میں کھجور کے پتے تھے کہ بارش میں ٹپکتی تھی مگر بعد کے زمانہ میں مسجد نبوی اور شاندار روضہ رسول ﷺ بہت اہتمام سے بنائے گئے اور قرآن کو اچھے کاغذ پر چھاپا گیا۔

در مختار کتاب الکراہیت فصل فی البیع میں ہے **وجاز تحلية المصحف لما فيه من تعظيمه كما فى نقش المسجد** اس کے ماتحت شامی میں ہے **اى بالذهب والفضة** یعنی قرآن کریم کو چاندی سونے سے آراستہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں ان کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو منقش کرنا۔

۶۔ صحابہ کرام کے زمانہ میں حکم تھا کہ قرآن کو آیات اور رکوع اور اعراب سے خالی رکھو لیکن زمانہ کے بعد چونکہ ضرورت درپیش ہوئی یہ تمام کام جائز بلکہ ضروری ہو گئے۔ شامی میں اسی جگہ ہے **روى عن ابن مسعود جردوا القران كان فى زمنهم وكم من شئى يختلف باختلاف الزمان**

...مکان ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ قرآن کو اعراب وغیرہ سے خالی ... اس زمانہ میں تھا اور بہت سی چیزیں زمانہ اور جگہ بدلنے سے بدل ... ال ہیں اسی مقام پر شامی میں ہے کہ قرآن کو کو چھوٹا کر کے نہ چھاپو یعنی ... ال نہ بناؤ بلکہ اس کا قلم موٹا ہو حرف کشادہ ہوں تقطیع بڑی ہو یہ سارے ... ام کیوں ہیں؟ صرف قرآن کی عظمت کے لئے۔

... خیر القرون یعنی اول زمانہ میں تعلیم قرآن واذان و امامت پر اجرت ... حرام تھا حدیث و فقہ میں موجود ہے مگر بعد کو ضرورتاً" جائز کیا گیا حضور ... السلام کے زمانہ میں خود زندہ لوگوں کو پختہ مکان بنانے کی ممانعت تھی ... ک صحابی نے پختہ مکان بنایا تو حضور علیہ السلام ناراض ہوئے یہاں تک کہ ... ان کے سلام کا جوب نہ دیا جب اس کو گرا دیا تب جواب سلام دیا (مشکوٰۃ ... کتاب الرقاق فصل ثانی) اسی مشکوٰۃ کتاب الرقاق میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا **انا الم یبارک للعبد فی مالہ جعلہ فی الماء والطین** جب ... بندے کے مال میں بے برکتی ہوتی ہے تو اس کو اینٹ گارے میں خرچ کرتا ... ہے لیکن ان احکام کے باوجود عام مسلمانوں نے بعد میں پختہ مکان بھی بنائے اور مسجدیں بھی۔ تعجب ہے کہ جو حضرات اولیاء اللہ کی قبروں کے پختہ کرنے یا ان پر قبہ بنانے کو حرام کہتے ہیں وہ اپنے مکان کیوں عمدہ اور پختہ بناتے ہیں اگر بدعات مذکورہ اسلام میں کسی اصول اسلامی کیمطابق جائز ہیں تو اولیاء اللہ کے قبہ جات بھی انہی اصول پر جائز ہیں۔

۸۔ اولیاء اللہ کی مقابر کا پختہ ہونا' وہاں ہندو اور دیگر کفار زیارت کو جاتے ہیں بہت سے ہندوؤں اور رافضیوں نے خواجہ صاحب کی دھوم دھام

دیکھ کر اسلام قبول کر لیا اور بچے پکے سنی مسلمان ہو گئے تجربہ شاہد ہے ک
بڑے پایہ کا ولی اللہ ہو لیکن اس کے مزار پر کسی قسم کا اہتمام نہ ہو تو
مزار پر بہت کم لوگ جاتے ہیں لیکن جہاں صحیح انتظام ہو وہاں عوام کا
بندھا رہتا ہے۔ قطع نظر اختلاف کے مخالفین بتائیں کہ مساجد میں مو
انتظامات بدعت ہیں جن مساجد میں بہترین انتظام ہو کہ گرمیوں میں ا
کنڈیشنڈ سردیوں میں گرم پانی اور فرش فروش وغیرہ ہو تو مساجد نمازیوں
بھر جاتی ہیں اگر آج بھی زمانہ نبوی کے مطابق کوئی مسجد ہو کہ نہ روشنی
فرش و فروش اور چھت کچی اور دیوار ہی دیوار جس کی نہ کھڑکی نہ روشند
تو پھر دیکھئے کتنے نمازی آتے ہیں۔

۹۔ قبرستان کی ساری قبریں کچی ہوں تو وہ تھوڑے عرصہ میں گرا
برابر ہو جاتی ہیں اور سادہ زمین پر عوام قبضہ جمالیتے ہیں لہذا اب سخ
ضرورت ہے کہ ہر قبرستان میں کچھ قبریں پختہ ہوں تاکہ ان سے زمین
قبرستان ہونا بلکہ اس کے حدود معلوم ہیں۔

۱۰۔ دور حاضرہ میں کہ ہواؤ ہوس کا دور دورہ ہے خواہشات نفسانیہ
راج ہے خود غرضی زوروں پر ہے حقوق تلفی میں کسی کا حیاء وشرم تک ب
تصور میں نہیں آتا سابق دور میں ہفت درویش بگلیمے بگنجند والا معاملہ
آج باپ بیٹا ایک مکان اور ایک کمرہ میں یکجا رہنا گوارہ نہیں کر سکتے یہی و
ہے کہ آبادی کا تناسب ہر شہر و قصبہ میں روزانہ بڑھتا جا رہا ہے اسی لئے جہا
بھی کسی کا سفید ٹکڑا زمین کا ملا قبضہ جما لیا اور گورستان کے بچے کچھے قطعے
شیر مادر کی طرح سمجھے جاتے ہیں بلکہ ہم نے بے شمار گورستان آنکھوں سے

دیکھے ہیں کہ کل اگر وہ ان کچی قبروں کا گورستان تھا تو صبح کو صاحب کی کوٹھی
بنگلہ یا کم از کم جھونپڑے والے مکان ضرور نظر آتے ہیں اسی لئے فقہاء
کرام نے لکھا۔

مدارج النبوت میں ہے کہ بخارا میں پختہ قبور دیکھی گئیں کہ خشت
تراشیدہ سے تعمیر شدہ تھیں۔

حضرت اسماعیل زاہد جو مشاہیر فقہاء سے تھے وہ بھی اس کے مجوز تھے
کہ قبور پختہ ہوں (مطالب المومنین' مدارج)

فتاوی ہمایونی (سندھی) میں در مختار کی عبارت کے بعد لکھا کہ
خشت پختہ زدن جائز است" بالائے قبر قبر کے اوپر پکی اینٹ ڈالنا جائز ہے۔

فائدہ

فقہاء کرام کا یہ جواز اگرچہ اس وقت بوجہ ضرورت کے تھا کہ ریتلی
زمین یا کلر زدہ ہو تو اندر کا حصہ بھی بوقت ضرورت جائز ہے اس سے معلوم
ہوا کہ جن احادیث میں ممانعت ہے اس کی خاص وجہ ہے جسے فقیر آگے
تحقیق سے عرض کرے گا اس سے واضح ہوا کہ جب عام قبور کی حفاظت کیلئے
شریعت میں اتنی وسعت ہے تو اولیاء کرام کے مزارات کیلئے اسے بڑھ کر
وسعت ہونی چاہئے بالخصوص دور حاضرہ میں کہ وہابیت اولیاء دشمنی میں ایڑی
چوٹی کا زور لگا رہی ہے بلکہ وہ تو مزارات کو بت خانے سمجھتے ہیں ان کا بس
چلے تو منٹوں میں مزارات پر ہل چلا دیں خود ان سے پوچھ لیجئے فلہذا اے
غافل سنی ہوشیار باش۔

باب ۵

ہم اہل سنت موت کو پل کی مانند سمجھتے ہیں قلب مکانی کر کے انسان
دنیا سے عالم برزخ میں جا پہنچتا ہے اسی لئے ہم عوام مردگان کی عزت و ا
کا بھی خیال رکھتے ہیں چہ جائیکہ انبیاء و اولیاء وہ تو بطریق اولی اعزاز و ا
کے مستحق ہیں بلکہ مردہ (اہل قبر) دنیا والوں کی بے عزتی اور بے حرمتی
برداشت نہیں کرتا چند دلائل۔

احادیث مبارکہ

ا۔ حضور نبی کرم شفیع معظم ﷺ فرماتے ہیں **کسر عظم المیت و**
ککسرہ حیا (رواہ الامام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ باسناد حسن عن ام المو
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) "مردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا
ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا"

۲۔ یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے سید عالم ﷺ فرما
ہیں **المیت یوذ یه فی قبرہ ما یوذ یه فی بیته** مردے کو قبر میں بھی
بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے ایذا ہوتی ہے علامہ مناوی ش
میں فرماتے ہیں **افاد ان حرمة المومن بعد موته باقیة** اس حدیث شر

معلوم ہوا کہ مسلمان کی حرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **اذی المومن فی موته كاذاه فی حیاته** مسلمان مردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو (رواہ ابوبکر بن شیبہ) علماء فرماتے ہیں **المیت یتاذی بمایتاذی به الحی** جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں (رد المختار وغیرہ) اور حضرت علامہ شیخ محقق رحمتہ اللہ علیہ اشعتہ اللمعات میں امام علامہ ابو عمر یوسف بن عبدالبر سے نقل فرماتے ہیں ازینجا مستفاد میگردو' کہ میت متالم میگردو بتمام آنچہ متلذ ے شود بداں زندہ "اس سے معلوم ہوا کہ جیسے زندہ کو درد یا لذت حاصل ہوتی ہے ایسے مردے کو"

انتباہ.....!

یہاں تک کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے **الشامية عن الطحطاوية اخر كتاب الطهارة** اور فرماتے ہیں کہ **نقور على ان المرور فی سکته حاب ثة فیها حرام** مقبرے کی گھاس (سبزہ) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وہ (گھاس سبز) تر رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اس طرح ان پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کر جانوروں کے پاس لے جائیں اور یہ ممنوع ہے کہ انہیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں رد المختار میں ہے کہ **ویکره ایضا قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرة ب ون الیابس کما فی البحر**

والد رر و شرح المنية وعد لله فى الامد ابا بانه ملوام رطبا يسبح ال
تعالى فيونس الميت و تنزل بزكره الرحمته و نحوه فى الخانية انت
و فى العالمگيرية عن البحر الرائق او كان فيها حشيش يحش و ير
الى الدواب ولا ترسل الدواب فيها

۲۔ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو مقابر میں جوتا پہنے چلتے دیکھا ار
فرمایا ہائے کم بختی تیری اے طائفی جوتے والے پھینک اپنی جوتی (اخر
الائمۃ ابوداؤد النسائی والطحاوی وغیرھم عن بشیر بن الخصاصیۃ) حدیث پاک
کے الفاظ یوں ہیں۔

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم راى راجلا يمشى بي
القبور فى نعلين فقال و يحك يا صاحب السبتيتى الق سبتيتيك السب
بكسر المهملة و سكون الموحدة هى الق لاشعر فيها قال القاض
عياض كانمن عاد ة العرب ليس النعال بشعرها غير مد بوغة وكانت
المد بوغة تعمل بالطائف وغيره (البتہ وہ جوتا جس میں بال نہ ہوں
عرب کی عادت تھی غیر مذبوح بالوں والے جوتے پہنتے تھے ہاں بدلوغہ طائف
میں مستعمل ہوتے۔

فائدہ

فاضل محقق حسن شرنبلالی اور ان کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی
فرماتے ہیں چلنے میں جو آواز کفش پا سے پیدا ہوتی ہے اموات کو رنج دیتی ہے
حيث قال فى مراقى الفلاه اخبرنى شيخى العلامة محمد بن احمد

ی الحنفی رحمتہ اللہ تعالی بانهم یتانون یحقق النعال مردے

کی آواز سے ایذا پاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں لان یلس احدکم علی جمرۃ فتخرق

فتخلص الی جلدہ خیرله من ان تجلس علی قبر (رواہ مسلم و

و النسائی و ابن ماجہ عن سیدنا ابی ہریرہ) "بے شک آدمی کو آگ کی

بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے

بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے۔

حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک قبر پر

دیکھا ارشاد فرمایا "او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اتر آ، صاحب قبر کو

دے نہ وہ تجھے ایذا پہنچائے" حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

رانی رسول اللہ تعالی علیه وسلم جالسا علی قبر فقال یا صاحب

انزل من علی القبر لا توذی صاحب القبر ولا یوذ یک و لفظ

امام الحنفی فلا یونیک (اخرج الطحاوی فی معانی الاثار والطبرانی فی المعجم

بسند حسن والحاکم و ابن مندہ عن عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ)

اور امام احمد رحمتہ اللہ تعالی علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا

بن حزم کو نبی کرم ﷺ نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا لا توذ

صاحب قبر صاحب قبر کو ایذا نہ دے (المشکوٰۃ)

فائدہ

شیخ محقق رحمتہ اللہ تعالی شرح میں فرماتے ہیں کہ شاید (یہ مراد ہے کہ

اس کی روح ناخوش ہوتی ہے کہ اس کی قبر کی ہو اور اس کی حقار
جائے) کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارو دراصل نیست
کردن بر قبروے جہت ضمن وے اہانت و استخفاف رابوے۔

فائدہ

اس توجیہ پر امام علامہ محدث عارف باللہ حکیم الامتہ سید محمد
ترمذی قدس سرہ نے جزم فرمایا تصریح فرماتے ہیں کہ ارواح کو خان
حرمتی و تنقیص شان معلوم ہو جاتی ہے لہذا ایذا پاتے ہیں چنانچہ فرمایا
عباغنی فی الحد یقة عن نوادر الاصول معناه ان الارواح تعلم
اقامة الحرمة والا ستهانة فتنتاذی بذلک

۷۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں لان امشی علی جمرة او س
اخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبر "البتہ چ
یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی
چلوں (رواہ ابن ماجہ عن عقبہ بن عامر ؓ واسنادہ جید کما افادہ المنذری)

۸۔ عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں لان اطاء علی جمرة احب
من ان اطاء علی قبر مسلم بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیا
مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ (رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد
قالہ الامام عبدالعظیم)

۹۔ انہی سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا کما
اذی المومن فی حیاته فانی اکره اذ اه بعد موته میں جس طرح م

ایذا اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں یوں ہی بعد موت کے اس کی ایذا کو
[illegible] رکھتا ہوں (اخرجہ سعید بن منصور فی سنہ کما فی شرح الصدور)

مسائل فقہیہ

انہی روایات سے فقہاء کرام نے مسائل اخذ فرمائے ہیں۔

۱۔ محقق علی الاطلاق حضرت ابن الہمام رحمتہ اللہ فتح القدیر شرح ہدا
میں لکھا کہ **میتا کرحرمته حیا الاتفاق علی ان حرمة المسلم** مرد
مسلمان کی عزت زندہ کی طرح ہے۔

فائدہ

بفضلہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو عزت و احترام منجانب اللہ نصیب ہے اسی
ان کی تعظیم تا قیامت ہوتی رہے گی۔

۲۔ انہی احادیث سے ہمارے علماء رحمتہ تعالیٰ علیہم نے بے ضرورت قبر
پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے منع فرمایا کہ یہ سب حرمت مومن
کے خلاف ترک ادب و گستاخی ہے چنانچہ **النوار رب التحفة والبد ائ**
والمحیط وغیرها ان ابا حنیفة کره وطاء القبرو والقعوب والنوم
قضاء لحاجة علیه کذ انقل العلامة این امیر الحاج فی الحلیل
ولکراهة عند الاطلاق کراهة تحریم سیدنا ابو حنیفہ یعنی امام اعظم رضی اللہ عنہ
کو روندنا اس پر بیٹھنا اس پر نیند کرنا اور اس پر قضاء حاجت پھرنا مکروہ سمجھ
تھے اور اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ جہاں فقہ میں کراہتہ مطلق ہو وہاں مکر
تحریمی مراد ہوتا ہے۔

فائدہ

ہے ضرورت اس کی قید اس لئے ہے کہ کبھی ضرورت سے ایسا کرنا پڑتا ہے مثلاً قبرستان میں میت کے لئے قبر کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں بیچ میں قبریں حائل ہیں اس حاجت کیلئے اجازت ہے پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہوئے جائیں اور ننگے پاؤں ہوں ان اموات کے دعا و استغفار کرتے جائیں

حاشية العلامة الطحطاوى على مراقى الفلاح عن شرح المشكواة الوطالحاجة كد فن الميت لا يكره ابه و عن السرخى فان لم يكن له طريق الاعلى القبر جازله المشى عليه للعزة۔

یعنی قبور سے عبور نہ کرنا جیسے دفن میت کیلئے تو مکروہ نہیں یہ اس وقت ہے جب قبر کے سوا اور کوئی راستہ نہ ہوتا ضرورت سے اس پر چلنا جائز ہے ان کے علاوہ اور حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ علامہ اسماعیل نابلسی حاشیہ در رو غرر میں فرماتے ہیں **لا باس بزيارة والدعاء للاموات ان كانو مومنين من وطاء القبور (بدائع الملتقط) على سيفته المفعول اى امنين** (اب معنی یہ ہوا کہ قبور کی زیارت اور اموات کیلئے دعا جائز ہے بشرطیکہ قبور کو روندنا نہ پڑے) ۲۔ طریقہ محمدیہ میں ہے **من آفات الرجل المشى على المقابر** انسان کی سب سے بڑی آفات ہے کہ وہ قبور کو روندے۔

۳۔ محقق علی الاطلاق ان لوگوں پر اعتراض فرماتے ہیں جن کے اعزاء و اقرباء کے گرد مخلوق دفن ہے وہ ان قبروں کو روندتے ہوئے اپنے عزیزوں کی قبور تک جاتے ہیں اور انہیں چاہئے کنارہ گورستان سے زیارت اور دعا کرلیں۔ اور ان کی قبروں کے قریب نہ جائیں۔

۴۔ فتح القدیر میں ہے کہ یکوہ الجلوس علی القبر وطوہ وجہ ف
یصعنہ من بہ فنت حول اقاربہ خلق من وطاتلک القبور الی ان یصل ال
قبر قریبہ مکروہ۔

حکایات

محدث حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے راوی
اقبلت من الشام الی البصرۃ فنزلت الخندق فتطہرت و صلیت رکعتین
باللیل ثم اضعت راسی علی قبر فنمت ثم وانتبہت فانا بصاحب القبر
یشتکی ویقول لقد آنیتنی منذ اللیلۃ الخ!

یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا رات کو خندق میں اترا وضو کیا او
دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا جب جاگا تو ناگاہ سنا ک
صاحب قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تو نے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی (ابن
ابی الدنیا)

حکایت

حضرت ابو عثمان نہدی وہ ابن میتا تابعی سے راوی ہیں فرمایا میں مقبرے
میں گیا دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا خدا کی قسم! میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا
صاحب قبر کہتا ہے قم فقد آنیتنی اٹھ کہ تو نے مجھے ایذا دی۔ امام حافظ ابو
مندہ قاسم بن مخیمرہ سے راوی کہ کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا قبر سے
آواز آئی الیک عنی ولا تونذنی اپنی طرف ہٹ (دور ہو) اے شخص میرے
پاس سے اور مجھے ایذا نہ دے (ذکرھما العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور)

حکایت

امام اہل سنت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت سیدی ابوالحسین احمد نوری رحمتہ اللہ علیہ سے سنا کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنج شہیداں ہے کوئی شخص اپنی بھینس لئے جاتا تھا ایک جگہ زمین نرم تھی ناگاہ بھینس کا پاؤں جارہا معلوم ہوا یہاں قبر ہے قبر سے آواز آئی اے شخص تو نے مجھے تکلیف دی تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا (ابلاک الوہابین صفحہ ۲۶)

خلاصہ عبارت

بحمد للہ مسلہ مثل آفتاب روشن ہوگیا جب حضور اقدس ﷺ نے قبر پر بیٹھنے اور اس سے تکیہ لگانے اور مقابر میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبروں پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس کے پاس نہ سوئیں سنت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ بلحاظ ادب پاس بھی نہ جائیں دور ہی سے زیارت کر آئیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگرچہ جانوروں کو کھلانا جائز ہے مگر یوں کہ یہاں سے کاٹ کر لے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں اور تصریح فرمائی کہ مسلمان کی عزت مردہ زندہ برابر ہے۔ اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انہیں تکلیف دینا حرام تو خود ظاہر ہوا کہ یہ کس قدر بے ادبی و گستاخی و باعث گناہ و

استحقاق عذاب ہے جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا' پھرنا' بیٹھنا' لیٹنا' ق
پاؤں سے روندنا' ان پر پاخانہ پیشاب' جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی
بے حیائی اور اموات المسلمین کی ایذا رسانی کا باقی نہ رہے گا۔

سُنّی مبارک باد

علماء فرماتے ہیں کہ جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں ان میں ایک
اللہ ضرور ہوتا ہے (کما صرح بہ العلامۃ المناوی رحمۃ اللہ علیہ فی التیسیر
الجامع الصغیر) اور ظاہر ہے کہ مقابر مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں
ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس کس قدر دفن ہیں تو بالضرورت
میں بندگان مقبول بھی ضرور ہوں گے۔ بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ ا
ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں آلودہ گناہ تھے بعد موت' پاک
طیب ہو گئے نبی ﷺ فرماتے ہیں **الموت کفارۃ لکل مسلم** "موت کفارہ
ہے ہر سنی مسلمان کیلئے" (اخرجہ ابو نعیم البیہقی فی **شعب الای**
عن انس رضی **قال السیوطی** صححہ ابن العربی)

فائدہ

ہم نے مسلمان کے ساتھ سنی کی قید اس لئے لگائی ہے کہ مسل
درحقیقت ہے بھی سنی کیونکہ دوسرے فرقے مرتد ہو چکے ہیں خواہ وہ خو
ہزار بار مسلمان کہیں تو وہ ہرگز مسلمان نہیں کیونکہ مرتد مسلمان کیسا؟ ا
اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ محاورہ قرآن و حدیث
مومن و مسلم خاص اہل سنت کو کہتے ہیں کہ زمانہ نزول قرآن عظیم و ار

احادیث کریمہ میں صرف اہل حق اہل سنت اہل جماعت ہی تھے۔ اس زمانہ برکت نشان میں کسی بدمذہب و مبتدع (بدعتی) کا ہونا محال تھا کہ بدمذہبی شبہ و تاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقین قطعی سے بدلنے والے حضور اقدس ﷺ دنیا میں جلوہ فرماتے۔ اگر شبہ گزرتا حضور کشف فرماتے شبہ والا مانتا تو سنی ہوتا' نہ مانتا تو کافر ہو جاتا یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی۔ ولہٰذا آیہ کریمہ ویتبع غیر سبیل المومنین سے جب علماء نے حجیت اجماع پر استدلال کیا تصریح فرمادی کہ مبتدعین کا اتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں کہ مومنین سے مراد امت اجابت ہیں۔ مبتدعین امت اجابت نہیں امت دعوت ہیں دیکھو توضیح و تلویح بحث اجماع وغیرہ یہ فائدہ نفیسہ یاد رکھنے کا ہے کہ **انما المومنون اخوة** وغیرہا آیات و احادیث میں مومنین سے اہل سنت ہی مراد ہیں انہیں کے باہم اتفاق اتحاد کا حکم ہے صلحکلیوں (یہ لفظ فقیر اویسی غفرلہ کا اضافہ ہے ورنہ اصل میں ندوہ لکھا تھا اب ندوہ کی مسند پر صلحکلی براجمان ہے۔) کی تعمیم اور تمام گمراہوں' بد مذہبوں سے اتحاد و داد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم و تعظیم پر ان نصوص کو پیش کرنا محض بددینی و ضلالت ہے (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

انبیاء عظام اولیاء کرام

گزشتہ اوراق عوام کے متعلق تھے اب انبیاء و اولیاء (علیہ السلام) کی قبور (برزخی) زندگی ملاحظہ ہو اہل سنت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ انبیاء عظام و اولیاء کرام ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہ السلام کے ابدان لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وہ ان کو کھاوے اسی طرح شہداء و اولیاء علیہم

الرحمتہ الشاء کے ابدان و کفن بھی قبور میں صحیح سلامت رہتے ہیں وہ حضرا
روزی و رزق دیئے جاتے ہیں۔

ا۔ حضرت علامہ سبکی علیہ الرحمتہ شفاء السقام میں لکھتے ہیں وحیا
الشھداء اکمل و اعلی فھذا النوع من الحیاۃ والرزق لا یحصل لمن لیس
فی رتبتھم واما حیاۃ الانبیاء اعلی واکمل اتم من الجمیع لانھا الرو
والجسد علی الد وام علی ماکان فی الدنیا

شہداء کی حیات مکمل تر اور اعلیٰ ہوتی ہے ان جیسی حیات اور رزق اسے نصیب نہیں ملتا جو ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا اور انبیاء کی حیات ان سے بھی مکمل اور اعلیٰ ہوتی ہے کیونکہ ان کی ارواح دنیا کی طرح دائمی طور اجسا میں ہوتی ہیں۔

۲۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں "اولیاء الله گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد مے کنند و گاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح مے برآید میگویند کہ رسول خدا راسایہ نبود ﷺ ارواح ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند' میروند و بسبب ایں ہمیں حیات اجساد آنہا در قبر خاک نمے خورد بلکہ کفن ہم مے ماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالی اجساد ایشاں را قوت ارواح میدہد کہ در قبور نماز میخوانند (اوکنند) و ذکر مے کنند قرآن مے خوانند۔

ترجمہ! "اولیاء اللہ نے کہا کہ ہماری روحیں اجسام ہیں یعنی ان کی روحیں اجسام والے کام کرتی ہیں اور کبھی اجسام ارواح کی طرح نہایت

لطیف ہو جاتے ہیں اسی لئے کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا ان کی روحیں زمین و آسمان اور بہشت میں جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں اسی لئے ان کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی بلکہ کفن بھی محفوظ رہتا ہے ابن ابی الدنیا مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اہل ایمان کی روحیں جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں لیکن یہاں اہل ایمان کامل مومنین مراد ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو اجسام سے قوت بخشتا ہے کہ وہ قبور میں نماز پڑھتے ہیں اور ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کرتے ہیں۔

۳۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ "اولیائے خدا تعالیٰ نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقاء زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوش حال اند و مردم را ازاں شعور نیست الخ)

ترجمہ! اولیاء اللہ اس دار فانی سے دار البقاء کو منتقل ہوتے ہیں اور وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں اور وہ خوشحال ہیں لوگوں کو اس کا شعور نہیں

۴۔ علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں **لافرق لهم فی الحالین والناقیل اولیاء اللّٰہ لا یموتون ولکن ینقلبون من دار الی دار الخ!**

ترجمہ! "اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات و ممات) میں اصلا" فرق نہیں اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے میں تشریف لے جاتے ہیں۔

۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ نے شرح الصدور میں اولیاء کرام علیہم الرضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند حکایات مستندہ لکھی

ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حکایات

امام عارف باللہ استاد ابوالقاسم قشیری قدس سرہ اپنے رسالہ میں
خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس اللہ سرہ الممتاز سے راوی
میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا جب میں نے ا
کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا۔ **یا ابا سعید اما علمت**
الاحباء و ان ماتوا انما ینقلبون من د ار الی د ار "اے ابو سعید کیا
نہیں جانتے کہ اللہ تعالی کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں وہ تو یہی ایک
گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔

۲۔ وہی عالی جناب حضرت سیدی ابو علی قدس سرہ سے راوی ہے
نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا جب کفن کھولا ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ ا
تعالی ان کی غربت پر رحم کرے فقیر نے آنکھیں کھولدیں اور مجھ سے فرمایا
ابا علی قد تد للنی بین ید ی من ید للنی اے ابو علی! تم مجھے اس
سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے میں نے عرض کی اے سرد
میرے کیا موت کے بعد زندگی ہے فرمایا **بلی انا حی وکل محب لا نصرنک**
بجاھی غدا میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بے شک وہ وجاہت
عزت جو مجھے روز قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا۔

۳۔ وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہ سے راو
میرا ایک مرید جوان فوت ہوگیا مجھ کو سخت صدمہ ہوا نہلانے بیٹھا گھبراہٹ

ہیں بائیں طرف سے ابتدا کی جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی داہنی کروٹ میری
طرف کی میں نے کہا جان پدر تو سچا ہے مجھ ہی سے غلطی ہوئی۔

۴۔ وہی امام حضرت ابو یعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہ سے راوی ہیں
"میں نے ایک مرید کو نہلانے کیلئے تختہ پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا میں
نے کہا جان پدر! میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے
میرا ہاتھ چھوڑ دے۔

۵۔ جناب ممدوح انہیں عارف موصوف سے راوی ہیں کہ "مکہ معظمہ
میں ایک مرید نے مجھ سے کہا پیرومرشد! میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا
حضرت ایک اشرفی لیں آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں
جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا پھر کعبے
سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی میں نے قبر میں اتارا آنکھیں کھول دیں میں
نے کہا کیا موت کے بعد زندگی کہا **انا حی وکل محب اللہ حی** میں زندہ ہوں
اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے۔ مزید تفصیل و حکایات فقیر کی کتاب
"حیات اہل اموات" میں ہے۔

نامناسب افعال کرنے سے اموات مسلمین کو ایذا ہوتی ہے

بعض عامہ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں
تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں کی آواز
کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت بلا ریب ہے۔

احادیث

۱۔ حاکم وطبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا فرمایا **یاصاحب القبر انزل من القبر لا توذی صاحب القبر ولا یوذیک** اور قبر والے اے قبر سے اتر آ۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

۲۔ سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی کسی نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا **کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ** مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یوں ہی مردہ کی۔

۳۔ امام احمد بسند حسن انہیں حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے راوی سید عالم ﷺ نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا **لاتوذ صاحب ھذا القبر** اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔ یا فرمایا **لا تونہ** اسے تکلیف نہ پہنچا۔ اس ایذا کو بھی تابعین عظام اور دوسرے علماء کرام نے جو صاحب بصیرت تھے [illegible] ہے۔

حکایت

ابن ابی الدنیا ابو قلابہ بصری سے راوی ہیں "میں ملک شام سے بصرہ کو

جاتا تھا رات کو خندق میں اترا وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے **لقد انایتنی مند اللیلة** اے شخص تو نے مجھ کو رات بھر ایذا دی"۔

حکایت

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان نہدی سے وہ ابن مینا تابعی سے راوی ہیں "میں مقبرہ میں گیا دو رکعت پڑھ کر لیٹ گیا خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے: قم **فقد انیتنی** اٹھ کہ تو نے مجھ کو اذیت دی۔

حکایت

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمتہ اللہ تعالٰی سے راوی ہیں "اگر میں تپائی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں پھر فرمایا ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا جاگتے میں سنا **الیک عنی یا رجل ولا تونئی** اے شخص الگ ہٹ جا مجھے ایذا نہ دے۔

عبارت فقہاء

ا۔ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں **اخیرنی شیخی العلامة محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمته الله تعالى بانهم يتانون بخفق النعال** مجھ کو میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی نے خبر دی کہ جوتے کی پہچل

مردے کو ایذا ہوتی ہے۔ اسی لئے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہ الرحمتہ سے فرماتے ہیں کہ قبر پر رہنے کا مکان بنانا' یا قبر پر بیٹھنا یا سونا یا اس یا اس کے نزدیک بول و براز کرنا یہ سب امور اشد مکروہ و قریب بحرام ہیں۔

۱۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے **ویکرہ ان یبنی علی القبر و ینام او یطاء علیہ او یقضی حاجة الانسان من بول او غائط الخ !**

۲۔ علامہ شامی اس کی دلیل میں حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں **لان المیت بتاذ ی بما بتاذ ی بہ الحی** یعنی اس لئے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

۴۔ دیلمی نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کلیہ کی تصریح روایت کی کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا **المیت یوذیہ فی قبرہ ما یوذیہ فی بیتہ** میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے اذیت پاتا ہے۔

۵۔ ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی **اذی المومن فی موتہ کاذاہ فی حیوتہ** مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی اور اظہر من الشمس ہے کہ قبور کو کھود کران پر رہنے کا مکان بنایا تو اس میں یہ سب امور موجود ہیں جس سے یقیناً" اہل قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان کو ایذا دینا ہے جو ہرگز ہمارے مذہب میں جائز نہیں ہے۔

سوال

شرح کنز میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں ولو بلی المیت وصار ترابا" جاز دفن غیرہ فی قبرہ و ذ رعہ والبناء علیہ

جواب ۱

یہ قول علامہ زیلعی کا احادیث مذکورہ اور روایات مسطورہ کے معارض ہے لہذا قابل قبول نہیں ہے۔

جواب ۲

علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو رد کردیا ہے دوسری روایات معارضہ سے پس قابل تعمیل نہیں قال فی الامد اد و یخالفه ما فی التتار خانیه اذ ا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمة باقية الخ! ترجمہ "یعنی جب قبر میں میت گل کر مٹی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم اور حرمت کے خلاف ہے کہ اس میت کی تعظیم اور حرمت اب بھی باقی ہے" اور مزید ہے اس کی وہ جو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے کہ معناہ ان الارواح تعلم بترک اقامة الحرمة والاستهانة فتاذی بذلک یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہل قبور کو ایذا ہوتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہذا ایذا پاتی ہیں اور علامہ عبدالحق محدث شیخ اللہ علیہ

شرح مشکواۃ میں لکھتے ہیں کہ "شاید کہ مراد آنست کہ روح دے
میدارد وراضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر دے از جہت ضمن اہانت
را بوے" ترجمہ! "جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہل قبور کی اہانت
اور ان کی توہین اور ان کی ترک تعظیم ہوتی ہے تو اس پر کھیتی کرنے سے اور
اس پر مکان بنانے سے تو بطریق اولیٰ ان کی توہین ہوگی۔

جواب ۳

تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میت بالکل مٹی ہو گئی ہے اور اس کی ہڈی بھی
نہیں رہی اس واسطے کہ ابھی تک قبر کھودی نہیں گئی ہے اور نہ میت کے
مٹی ہونے کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے۔ کہ اتنی مدت
کے بعد میت کی ہڈیاں بھی مٹی ہو جاتی ہیں بلکہ تجربہ سے بارہا مشاہدہ ہوا ہے
کہ کسی بہت پرانی قبر بستی کے اطراف میں کوئی جگہ سے کھودی جائے تو اس
میں قبور نکلے جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک صحیح و سلامت
تھیں کتبوں سے تین تین چار چار صدیوں کی قبور معلوم ہوتی تھیں تو بلا دلیل
بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امر کا کسی مبہم روایت کی بنا پر مرتکب ہونا
جائز نہیں۔

اولیاء کرام کے اجساد طاہرہ

اجساد طاہرہ اولیاء کرام کا اپنی۔قبور میں صحیح و سالم موجود ہونا بارہا کا
مشاہدہ ہے یہاں تک کہ خود نجدیوں وہابیوں نے مشاہدہ کیا۔ کراچی ۲۰
فروری' (ج ک) یہاں پہنچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ میں مسجد نبوی

کی توسیع کے سلسلہ میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرت ﷺ کے
والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسم مبارک جن کو دفن کئے تقریباً
چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے بالکل صحیح و سالم حالت میں برآمد
ہوا ہے علاوہ ازیں صحابی رسول مقبول ﷺ حضرت مالک بن سنان کے علاوہ
دیگر چھ (6) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اجساد مبارک بھی اصلی
حالت میں پائے گئے جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ
دفنا دیا گیا ہے جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ان کا کہنا ہے
کہ مذکورہ صحابہ کے جسم نہایت ہی تر و تازہ اصلی حالت میں تھے۔ (روزنامہ
نوائے وقت لاہور (پاکستان) ۲۱ جنوری ۱۹۷۹ء)

انتباہ......!

ایسے قوی مشاہدہ کے باوجود نجدی وہابی کی تاحال آنکھ نہیں کھلی بلکہ سچ
پوچھو تو اس واقعہ کے بعد پہلے سے بھی اندھے ہو گئے ہیں حجاز اقدس جانے
والے نجدیوں کے حالات بیگانگی سے بے خبر نہیں اور یہ کہنا کہ انہیں یعنی
حضرت عبداللہ اور سات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو جنت البقیع میں
نہایت عزت و احترام کے ساتھ دفنا دیا گیا ہے" یہ بھی محض ڈھونگ ہے کیونکہ
بقیع میں پہلے سے قابل قدر شخصیات کی عزت و احترام کا حال زبوں ہے اور
اب کے جانے والوں کو وہ کیا جانیں یقین نہ آئے تو بقیع جا کر آنکھوں سے
خود دیکھ لیں اور پھر ہمیں آگاہ فرمائیں کہ یہ محترم و مکرم شخصیات کہاں ہیں۔
اس سے معلوم ہوا کہ محبوبان خدا یعنی اولیاء کرام کے اجسام مبارکہ

قبور میں صحیح سالم ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سرور عالم ﷺ کے والد گرامی رضی اللہ عنہ کے ایمان میں شک کرنے والوں کا شک بھی مٹ جانا چاہئے کہ (معاذ اللہ) اگر وہ کافر ہوتے تو انہیں مٹی کھا جاتی لیکن ان کا جسم اطہر چودہ سو سال کے بعد صحیح سالم موجود ہونا بتاتا ہے کہ آپ نہ صرف مومن بلکہ اللہ کے ولی تھے مزید تحقیق فقیر کی کتاب "ابوین مصطفیٰ" میں پڑھیے۔

اس قسم کے سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ بے شمار واقعات مشاہدہ میں آئے اور انشاء اللہ تاقیامت مشاہدہ میں آتے رہیں گے لیکن نہ ماننے والوں کا بھی کیا کمال ہے کہ مشاہدہ کے باوجود انکار ہی انکار۔

ابو الحسین کا واقعہ

۱۔ حضرت عبدالرحمان جامی کی کتاب نفحات الانس میں ہے کہ ابوالحسین بن سمعون رحمتہ اللہ علیہ کا ۳۸۶ تین سو چھیاسی میں انتقال ہوا اور وہ بغداد میں اپنے گھر دفن کیے گئے تیس سال کے بعد جب ان کو قبر سے نکال کر عام قبروں میں دفن کیا گیا تو ان کا کفن ویسے ہی تازہ تھا۔

۲۔ خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی کہ امام عارف و عالم ربانی اور صاحب مقامات ہے ۵۳۵ کو مرو کو جاتے ہوئے راہ میں فوت ہو گئے اور اس وقت وہاں ہی دفن کیے گئے پھر عرصہ کے بعد وہاں سے نکال کر مرو میں لائے گئے چنانچہ مرو میں ان کی قبر مشہور ہے اور لوگ اب اس کی زیارت کرتے ہیں۔

۳۔ شیخ مجدالدین بغدادی قدس سرہ ۷۰۷ ہجری میں شہید ہوئے اور جہاں شہید ہوئے وہاں ہی دفن کیے گئے چونکہ آپ کی خاتون نیشاپور سے تھی

وہ کچھ عرصہ کے بعد آکر' ان کو نیشا پور میں لے گئی پھر ۸۳۳ میں وہاں سے اسفرائن میں لے جاکر مدفون کیئے گئے۔

باب ۲

جملہ عالم اسلام کا یہی مذہب تھا اور ہے صرف محمد بن عبدالوہاب نجدی ابن تیمیہ کی تقلید میں ہے قبور اور اہل قبور کا دشمن ہے کہ توہین و اہانت مزارات و قبور انبیاء و اولیاء علی نبینا علیہ السلام کا منہدم و نابود تا بمقدور کرنا اس کا شعار ہی یہاں تک کہ بدبخت شیخ نجدی نے روضہ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا چنانچہ علمہ احمد بن علی بصری کتاب فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالرب میں فرماتے ہیں **منہا انہ صح انہ یقول لو اقدر علی حجرہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لھد منہا** یعنی "میں اگر قدرت پاؤں تو روضہ رسول ﷺ کو توڑ دوں۔" اور اب بھی اس کے چیلے وہابی دیوبندی یہی عزم رکھتے ہیں چند حوالے ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔

ہاں. شیخ نجدی نے شہداو صحابہ کرام کے مزار توڑے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

ا۔ علامہ بصری مذکور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں **اقول تھدیم قبور شہداء الصحابۃ الذکورین لاجل البناء علی قبورھم ضلالۃ ای ضلالۃ انتہی مختصر** یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبور کو ان پر بنا کے باعث توڑ ڈالنا بڑی ضلالت اور گمراہی اس نجدی کی ہے اور بھی علامہ

اور تیسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

قال بعضهم ولوكان المبنى عليه مشهوراً بالعلم والصلاح ولكان صحابياً وكان المبنى عليه قبة و كان البناء على قدر قبره فقط فينبغى ان لا يهدم لحرمة بنشه وان اندرس انا علمت هنا فهنا البناء على قبور هولا الشهداء من الصحابة رضى الله تعالى عنهم لا يخلو ما ان يكون واجبا او جائز بغير كراهة و على كل فلا يقدم على الهدم الا رجل مبتدع ضال لاستلزامه انتهاک حرمة اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الواجب على كل مسلم محبتهم و من محبتهم وجوب توقيرهم واى توقيرهم عند من هدم قبورهم حتى بدت ابدامهم واكفاتهم كما نكر بعض علماء نجد فى سوال ارسله الى انتهى مختصرا

"یعنی بخدی نے جو شہداء اصحاب کرام کے قبور کو توڑ ڈالا ہے جس سے ان کے ابدان اور کفن ظاہر ہو گئے تو اس سے وہ بہت بڑا بدعتی گمراہ ہو گیا کہ اس سے ان کی اہانت ہو گئی ہے۔

فائدہ

ان ملاعنہ کا انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے قبور کے جو توڑنا اور منہدم کرنا شعار (طریقہ) ہو گیا ہے تو باعث اس کا یہ ہے کہ۔

وہابیہ کے نزدیک انبیاء و اولیاء مر کر مٹی ہو گئے ہیں (معاذ اللہ)

ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس و بے

شعور ہو جاتے ہیں اور مر کر معاذ اللہ (پناہ بخدا) مٹی میں مل جاتے ہیں
اسماعیل دھلوی اپنی کتاب تقویت الایمان کے صفحہ ۶۰ میں حضور اقدس
عالم ﷺ کے شان اعلی و ارفع میں بکتا ہے کہ (میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں
ملنے والا ہوں (معاذ اللہ)

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے؟

نجدی نے جب قبور شہدا ڈھائے تو شہید اور صحابہ کرام کو دیکھا گیا کہ
ان کے اجسام متبرکہ ویسے موجود تھے گویا انہیں ابھی دفن کیا گیا حالانکہ نجدی
کے اس فعل شنیع سے پہلے انہیں بارہ سو سال گزرے۔ لیکن بد بخت کا عقیدہ
یہ ہے کہ حضور ﷺ مٹی میں مٹی ہو گئے (معاذ اللہ)

اسی لئے آج تک اس کوشش میں ہیں کہ روضہ اقدس کو گرا دیا جائے
یہی وجہ ہے کہ کسی نہ کسی وقت اس کے متعلق اس کا اظہار کر بھی دیتے ہیں
چنانچہ کئی بار یہ پروگرام بنایا لیکن جب عالم اسلام سے لعنت اور پھٹکار اور
مختلف طرق سے دھمکیاں اور قرار دادیں سنتے ہیں تو اپنی حرکت سے باز
آجاتے ہیں اللہ انہیں ان کے گندے عزائم میں کامیاب نہ ہونے دے
(امین)

باب ۷

سوالات

مخالفین نے سرسری طور اعتراضات کھڑے کئے نبی پاک ﷺ نے تو الٹا قبور کو اہمیت بخشی ہے مثلاً" فرمان ہے (۱) قبریں بناؤ (۲) زیارت کرو قبروں کے ساتھ تکیہ نہ لگاؤ (۳) اہل قبور کو ایذا نہ دو (۴) قبور کا ادب کرو(۵) قبور کو سجدہ گاہ نہ بناؤ (۶) قبر پر نہ بیٹھو وغیرہ جس کی اوپر تفصیل گزری ہے اس کے باوجود پھر بھی وہابیوں نے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مطابق مندرجہ ذیل روایات قبہ جات کے انکار میں پیش کی ہیں۔

حدیث ۱

لعن اللہ الیھو د للنصاری اتخذ و اقبور انبیاء ھم مساجد (بخاری) "اللہ تعالی نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔

حدیث ۲

عن ابن عباس لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نائرت القبور

والمتخنين عليها المساجد والسرج (ابوداؤد' ترمذی' نسائی) ترجمہ ! "رسول اکرم ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجد بنانے اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی۔

حدیث ۳

عن ابی هیاج الاسدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدع صمثة الا ولا طهنته ولامشرفا" الاسویته (مسلم) ترجمہ ! "ابو ہیاج اسدی سے روایت ہے کہ مجھے علی المرتضیٰ نے فرمایا کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ نے بھیجا تھا وہ یہ کہ تو کسی تصویر کو بے مٹائے نہ چھوڑ اور کسی قبر کو بے برابر کئے۔

حدیث ۴

عن جندب قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا وان من کان قبلکم کانو ایتخنون قبور انبیاء و صالحیهم مساجد الا ولا تتخذ والقبور مساجد الی انهاکم عن ذالک (مسلم) ترجمہ ! "جندب سے مروی ہے کہ کہا میں نے نبی ﷺ سے سنا فرماتے تھے خبردار جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء و صالحین کی قبروں کو مسجد بناتے تھے خبردار تم قبروں کو مسجد نہ بنانا میں تم کو اس سے منع فرماتا ہوں۔

حدیث ۵

عن عائشة ان حبیبة و ام مسلمة ذ کرتا کنیسة رائتها بالحبشة

فیہا تصاویر فنکر تاذلک النبی صلی اللہ تعالی عیہ وسلم فقال ان اولئک انا کان فیہم الرجل الصالح فمات بنو اعلی قبرہ مسجدا و صور وافیہ تلک الصور اولئک شرار الخلق عن اللہ یوم القیمۃ (فتح الباری ج ۳ صفحہ ۲۶۱)

ترجمہ! "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن نے ایک کنیسہ کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اس میں تصویریں ہیں تو حضور سے یہ ذکر کیا حضور نے فرمایا ان لوگوں کنیسہ جالت تھی کہ جب ان میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اس میں تصویریں بناتے وہ اللہ کے نزدیک روز قیامت بد ترین خلق ہیں۔"

حدیث ۶

اللھم لا تجعل قبری و ثنا یعید اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذ قبور انبیاء ھم مساجد مالک مرسلا مشکواۃ صفحہ ۷۲) ترجمہ ! "الٰہی میری قبر کو بت نہ بنا کہ پوجی جائے اللہ کا غضب اس قوم پر بہت ہے جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔"

حدیث ۷

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور وان یکتب علیھا و ان توطا (ترمذی) ترجمہ ! "حضور ﷺ نے منع فرمایا کہ قبروں پر گچ کیا جائے اور ان پر کتابت کی جائے اور وہ پامال کی جائیں"۔

اجمالی جوابات

جن روایات و احادیث کو وہابی دیوبندی نے قبہ جات بر مزارات کے عدم جواز پر پیش کیا ہے انہیں قبہ جات سے دور کا واسطہ بھی نہیں چہ جائیکہ انہیں اس موضوع پر استدلال کیا جائے لیکن چونکہ ان لوگوں نجدی کے ریال و ڈالر کا حق ادا کرنا ہے اسی لئے کچھ نہ کچھ کہہ دیا ہے ورنہ حدیث نمبر۱'۲'۳'۴'۵'۶ میں یہود نصاریٰ پر انبیاء و صلحا کی قبروں کو مسجد بنانے کی وجہ سے لعنت فرمائی گئی ہے حدیث نمبر۷ میں قبروں کو پختہ کرنے کی نہی ہے ان میں کس کو انکار ہے اور قبوں کو گرانے کا حکم کہاں ہے اور ان احادیث کو بزرگان دین اور صلحاء و انبیاء کے قبہ ہائے مزار سے کیا تعلق ہے اتنا تو محض ترجمہ سے سمجھا جاسکتا ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ پر انبیاء و صلحا کی قبروں کو مسجد بنا لینے پر جو لعنت فرمائی گئی اس کا سبب کیا ہے لیکن انہوں نے سبب کو کیا دیکھنا ہے انہوں نے سجدہ گاہ نہ بناؤ پڑھ کر شور مچا دیا کہ سنی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں فلہذا سنی لعنتی ہیں۔ (معاذ اللہ)۔

دراصل حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا دستور تھا کہ جب ان میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اس میں ان کی تصویریں بناتے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روز

مت بدترین خلق ہیں۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ان کا قبور
انبیاء پر مسجد بنانا ان قبور یا تصویر کی عبادت کیلئے تھا اور یہ بے شک مستحق
لعنت ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن وہابی نجدی کیا سمجھے۔ ایسے ہی حدیث میں
ہے کہ یارب میری قبر کو بت نہ بنا کہ پوجا جائے۔ اللہ کا سخت غضب ہے اس
قوم پر جس نے انبیاء کی قبور کو مساجد بنایا۔ اس حدیث نے بتادیا کہ قبروں کو
مسجد بنانے کے یہ معنے ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے یا کم از کم انہیں قبلہ بنا
کر ان کی طرف نماز پڑھی جائے جیسا کہ ابو مرثد غنوی کی حدیث میں ہے کہ
حضور نے فرمایا **لا تجلسوا علی القبور ولا تقبلوا الیھا** کہ قبروں پر نہ بیٹھو
نہ ان کی طرف نماز ادا کرو اس سے بھی خاص قبر کے اوپر نماز بھی ممنوع
ہوئی کہ اس میں جلوس علی القبر ہوگا اور بے حق مقبور ہے۔ اسی وجہ سے کہ
حضور ﷺ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی اور اس سے اپنی امت کو باز
رکھنے پر تنبیہہ فرمایا یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے اور ہر مومن قبر کی عبادت کو
شرک جانتا ہے (معاذ اللہ) کون مومن ہوگا کہ قبر کو معبود بنائے۔ مسلمانوں پر
یہ افتراء ہے جیسے ان کی عادت ہے۔

بناء علی القبور کی تحقیق

جن احادیث میں بناء کی ممانعت ہے ان سے بھی یہی بنا مراد ہے یہ
حدیث ان کی بہترین شرح ہے۔ خلاصہ یہ کہ احادیث مذکورہ بالا سے قبہ کی
حرمت تو کیا ثابت ہوتی جس کا ذکر تک ان میں نہیں ہے اور مسجد کی حرمت
بھی ثابت نہیں ہوتی جو قبر کے قریب عبادت الٰہی کیلئے بنا لیگئی ہو ائمہ محدثین

نے بھی ان احادیث کا یہی مطلب سمجھا ہے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ شیخ العصر اوحد الحفاظ قاضی القضاۃ علامہ ابوالفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں۔ **قال البیضاوی لما کانت الیھود و النصاری یسجدون لقبور الانبیاء تعظیما لشانھم و یجعلونھا قبلة یتوجھون فی الصلواۃ نحوھا واتخذوھا اوثانا لعنھم و منع المسلمین عن مثل ذلک قال من اتخذ مسجدا فی جوار صالح و قصد التبرک بالقرب منه لا للتعظیم له و التوجه نحوہ فلا یدخل فی ذلک الوعید** (فتح الباری صفحہ ۲۶۱ ج ۲)

ترجمہ ! "بیضاوی نے کہا جب کہ یہود و نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو بہ نیت تعظیم سجدہ کرتے تھے اور ان قبور کو قبلہ بنا کر نماز میں ان کی طرف منہ کرتے تھے اور انہیں بت بنا کر پوجتے تھے تو اللہ و رسول نے ان پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا لیکن جس شخص نے کسی صالح کو مزار کے قریب بقصد تبرک مسجد بنائی اور بہ نیت تعظیم نماز اس کی طرف نہ پڑھی وہ اس وعید میں داخل نہیں۔

وجه التعلیل ان الوعید علی ذلک یتناول من اتخذ قبورھم مساجد تعظیما و مغالاۃ کما منع ال الجاھلیه و جزھم ذلک الی عبادتھم و یتناول من اتخذا مکنة قبورھم مساجد بان تنبش و ترمی طامھم فھنا یختص بالانبیاء و یحلق بھم اتباعھم واما الکفرۃ فانه لا حرج فی نبش قبورھم انا لاحرج فی اھانتھم (فتح الباری ج ۲ صفحہ ۲۶۵)

ترجمہ ! "وجہ تعلیل یہ ہے کہ یہ وعید ان لوگوں کو شامل ہے جنہوں

انبیاء و صالحین کی قبروں کو تعظیماً" مسجد بنایا جیسا کہ اہل جاہلیت کا عمل تھا
یں میں بڑھتے بڑھتے وہ ان کی عبادت الٰہی کرنے لگے اور یہ وعید ان کو بھی
ل ہے جو صالحین کی قبریں اکھاڑ کر ان کی جگہ مسجدیں بنائیں یہ ممانعت
بیاء اور ان کی متبعین کے ساتھ خاص ہے کفار کی قبریں کھودنے میں حرج
یں کیونکہ ان کی اہانت میں حرج نہیں۔

فائدہ

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب تبرک کی نیت سے مسجد
انا جائز ہے اور حدیث میں اس کی مخالفت نہیں اس سے قبوں کا جواز مستفاد
وتا ہے کیونکہ مخالفین کے نزدیک مسجد و قبہ کا ایک حکم ہے چنانچہ انہوں نے
جد کے عدم جواز سے قبوں کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے تو ضرور مسجد کا
واز قبول کے جواز کی دلیل ہوا۔

۱۔ نیز اس میں ہے **وما یکرہ من الصلوۃ فی القبور یتناول ما اذ**
وقعت الصلوۃ علی القبر و الی القبراو بین القبرین و فی نلک حدیث
رواہ مسلم من طرق ابی مرثد الغنوی مرفوعا" لا تجلسو اعلی القبور
ولا تقبلوالیها او علیها۔ قلت و لیس هو علی شرط البخاری فاشار الیه
فی الترجمة و اورا ب معه اثر عمر الد ال علی ان النهی عن نلک لا
یقتضی فسا ب الصلواۃ

قبروں میں نماز کی کراہت جب ہے نماز قبر کے اوپر یا قبر کی طرف یا دو
قبروں کے درمیان واقع ہوا اور اس مسئلہ میں ابو مرث غنوی کی روایت امام

مسلم نے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو ان
طرف یا ان کے اوپر نماز نہ پڑھو۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری
کی شرط پر نہیں اس لئے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا اور اس کے ساتھ
حضرت عمرؓ کے اثر وارد کیا جو دلالت کرتا ہے کہ یہ نہی نماز نماز کے فساد
کی مقتضی نہیں۔

۳۔ امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری
میں فرمایا اور ایسا ہی حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ
المصابیح میں تحریر فرمایا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات
شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ (والمتخذین علیھا المساجد و السرج لعنت کردہ
است رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسانے راکہ می گیرند بر قبور مسجدہا یعنی
سجدہ کنندگاں بجانب قبر بقصد تعظیم اشعۃ اللمعات صفحہ ۲۶۶ مدارج النبوۃ)
ترجمہ ! "حضور ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کے اوپر مسجد
بناتے ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو قبر کی طرف بقصد تعظیم سجدہ کریں"۔

۴۔ مراد از اتخاذ قبور مساجد سجدہ کردن بجانب قبور است واین ہر دو
تقدیر متصور است یکے آنکہ سجدہ بقبور اند و مقصود و عبادت آں دارند
چونکہ نیست پرستان بمعنی پرستند۔ دوم آنکہ مقصود و منظور عبادت مولیٰ تعالیٰ
دارند ولیکن اعتقاد کنند کہ توجہ مقبور ایشاں در نماز و عبادت موجب قرب
رضائے وے تعالیٰ است و موقع عظیم است نزد حق تعالیٰ ازجہت اشتمال وے
عبادت و مبالغہ در تعظیم انبیاء وے ایں ہر دو طریق نامرضی و نا مشروع اس
اول خود شرک جلی و کفر صریح است و ثانی نیز حرام و ممنوع از اشتمال بہ

شرک جلی و بر ہر تقدیر پر لعن مستوجب است و نماز کردن بجانب قبر نبی مرد صالح بقصد تبرک و تعظیم حرام است و ہیچکس را از علماء در آں خلاف نیست اما اگر، قرب قبر ایشاں مسد بنا کنند تا نماز گزارند توجہ بجانت آں تابرکت مجاورت موضوع کہ مدفن جسد مطہر ایشاں است و نوریست باداد نورانیت روحانیت ایشاں عبادت کمال و قبول یابد محظورے در ینجا لازم نمی اید ویا کے ندارد۔

ترجمہ ! "قبروں کو مسجد بنانے سے قبروں کی طرف سجدہ کرنا مراد ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خاص قبروں کو سجدہ کیا جائے اور ان کی عبادت مقصود ہو جیسے بت پرست کرتے ہیں دوسرے یہ کہ مقصود تو عبادت الٰہی ہو لیکن اعتقاد یہ ہو کہ نماز عبادت میں ان قبور کی طرف منہ کرنا قرب و رضائے الٰہی کا موجب ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہے کیونکہ یہ اللہ کی عبادت اور انبیاء کی غایت تعظیم پر مشتمل ہے یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں۔ پہلا شرک جلی اور کفر خالص ہے اور دوسرا شرک خفی پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر تقدیر پر لعن متوجہ ہے اور انبیاء و صالحین کی قبروں کی طرف تعظیم و تبرک کے ارادہ کے نماز پڑھنا حرام ہے اور علماء میں سے اس میں کسی خلاف نہیں ہے لیکن اگر ان کی قبر کے نزدیک نماز کیلئے کوئی مسجد بنائیں بغیر اس کے کہ نماز میں ان قبروں کی طرف منہ کریں اس لئے کہ وہ جگہ جو ان کے جسد مطہر کا مدفن ہے اس کی برکت سے اور ان کی روحانیت و نصرانیت کی امداد سے ہماری عبادت کامل مقبول ہو اس میں کوئی حرج اور کچھ مضائقہ نہیں۔

ان عبارات سے وہابیوں، دیوبندیوں نے جو مطلب احادیث سے چاہا وہ صحیح نہیں اور انہیں ان احادیث سے استدلال نہیں پہنچتا در مختار میں ولا یخبصص النہی ولا یطین ولا یرفع علیه بناء وقیل لا باس به وهو المختار کما فی کراهۃالسراجیة

حدیث علی کی تحقیق

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم کی اس روایت کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھے مامور فرمایا کہ میں جو تصویر پاؤں محو کر دوں اور جو قبر بلند پاؤں اس کو برابر کر دوں اس حدیث سے استدلال کرنے سے قبل وہابیوں پر لازم ہے۔ یہ ثابت کرتے کہ وہ قبور مسلمانوں کی تھیں دوم یہ کہ برابر کرنے سے کیا مراد ہے آیا بالکل زمین سے ہموار کر دینا کہ نشان بھی باقی نہ رہے تو یہ سنت متواتر سے معارض ہے تیسرے یہ کہ تصاویر کا ذکر قبروں کے ساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے جب ان امور کو صاف کر لیتے تب انہیں استدلال کی گنجائش تھی اب میں بالاختصار عرض کروں یہ بات تو ہر مومن کیلئے یقینی ہے کہ زمانہ اقدس میں مسلمانوں کی جو قبور بنیں وہ حضور کے علم و اجازت سے کہ عادت شریف دفن میں شرکت کی تھی اور اپنے نیاز مندوں کو اپنی شرکت سے محروم نہیں فرماتے تھے تو جس قدر قبور زمانہ اقدس میں مسلمانوں کی جو قبور بنیں وہ حضور کے علم و اجازت سے کہ عادت شریف دفن میں شرکت کی تھی اور اپنے نیاز مندوں کو اپنی شرکت سے محروم نہیں فرماتے تھے تو جس قدر قبور زمانہ اقدس میں بنیں صحابہ نے بنائیں حضور کی

موجودگی میں بنائیں اور موجودگی نہ بھی ہوتی تو صحابہ کوئی کام بے دریافت کیسے کب کرتے تھے وہ کونسے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو ناجائز طور پر اونچی کی گئی تھیں اور ان کے مٹانے کا حکم دیا یہ بات بالکل عقل سے بعید ہے البتہ کفار کی قبریں بہت اونچی بنائی جاتی تھیں جیسا کہ اب بھی نصاریٰ کی قبریں ڈھانا جائز بھی ہے مسلمانوں کی قبریں ڈھانا توہین ہے بخاری شریف میں ہے **امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبور المشرکین نبشت** (فتح البار ج ۲ صفحہ ۲۶۱) یعنی حضور انور علیہ السلام نے مشرکین کے قبروں کے لئے حکم فرمایا وہ اکھاڑ دی گئیں کہاں سے کہا جاتا ہے کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مسلمانوں کی قبروں کے لئے حکم ہوا تھا یا مشرکین کا حکم مسلمانوں پر چسپاں کیا جاتا ہے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ میں فرماتے ہیں **فنبش قبور مشرکی الجاھلیة ای ب ون غیرھا من قبور انبیاء واتباعھم لمافی ذ لک اہانة لھم بخلاف المشرکین فانھم لاحرمة**

کیا مشرکین جاہلیت کی قبور اکھاڑی جائیں یہ جائز ہے عنوان بات یہ تھا کہ علامہ فرماتے ہیں یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں ان کی اہانت ہے بخلاف مشرکین کہ ان کی کوئی حرمت نہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں **وفی الحدیث جواز تصرف فی المقبرة المملوکة بالھبة والبیع و جواز نبش قبور المدارسة انا لم یکن محرمة** "یعنی حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ جو مقبرہ ہبہ اور بیع سے ملک میں آگیا ہو اس

میں تصرف کیا جائے اور پرانی بوسیدہ قبریں اکھاڑ دی جائیں بشرطیکہ محترم نہ ہوں۔

فائدہ

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی قبریں محترم ہیں ان کو ڈھا
ان میں تصرف کرنا ناجائز اور ان کی اہانت ہے قبریں اکھاڑنے کا حکم مشرکین کی قبروں کیلئے ہے یہ بالاجمال جوابات ہیں تفصیلی جوابات ہم آگے چل کر عرض کریں گے انشاء اللہ۔

خلاصہ جوابات

مزارات کے بارے میں جتنا روایات وہابیوں' دیو بندیوں میں اپنے مقصد میں پیش کی ہیں ان میں کسی ایک کو بھی قبہ جات بر مزارات کی نفی میں ذرہ بھر بھی تعلق نہیں یہ وہابیوں دیو بندیوں نے سینہ زوری اور اسلامی تحریف کی بنا پر مطلب نکالا ہے مثلاً" حدیث میں ہے قبور کے اوپر اور قبور کو سجدہ گاہ نہ بناؤ۔ بفضلہ تعالیٰ ہم اہل سنت قبور کے اوپر مسجدیں نہیں بناتے اور نہ ہی قبور کو سجدہ گاہ سمجھتے ہیں بلکہ ہم تو قبور کی طرف نماز کو بھی مکروہ سمجھتے ہیں امام اہل سنت فاضل بریلوی شاہ احمد رضا خان قدس سرہ نے صرف اسی مسئلہ ایک ضخیم کتاب لکھی ہے بنام "الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ" ہاں مزارات اولیاء کے ارد گرد مساجد بناتے ہیں جن سے موجودہ دور کے وہابیوں' دیوبندیوں کو انکار نہیں اگرچہ نجدی کے پجاری اب بھی منکر ہیں۔

ایسے ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہمارے خلاف نہیں کیونکہ

ان قبور کو گرانے کا حکم ہوا وہ قبور مشرکین تھیں جس کے متعلق شروح
احادیث سے ہم نے متعدد حوالہ جات لکھ دیئے ہیں اگرچہ دیو بندیوں وہابیوں
نے ان شروح کو بھی نہ مانا اور اپنی من مانی مار رہے ہیں تو یہ حق طلبی نہیں
بلکہ ہٹ دھرمی ہے جس کا فیصلہ انشاء اللہ عنقریب ہو جائے گا۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

دیو بندیوں وہابیوں کو قبہ جات بر مزارات ڈھانے کا اتنا بڑا شوق ہے کہ
غلط مضامین پیش کرنے سے بھی نہیں چوکتے چنانچہ ان کا اس موضوع پر
آخری وار بھی ملاحظہ ہو۔

سوال

قبہ جات اور قبور و مزارات شجرہ رضوان سے بڑھ کر مقدس نہیں فلہذا
ڈھا دی جائیں تو سنت عمر رضی اللہ عنہ ہے جب کہ آپ نے شجرہ رضوان جن کے پیچھے
بیٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں بیعت رضوان لی تھی کلہاڑی چلائی اور
اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔

جواب

شجرہ رضوان میں وہابیوں کو غلط فہمی ہے اور دوسروں کو بھی غلط فہمی میں
ڈالتے ہیں۔ شجرہ رضوان کی حقیقت حدیث شریف میں ہے عن سعید بن
المسیب عن ابیہ قال لقد رایت الشجرۃ ثم اتیتھا بعد عام فلم اعرفھا
وروی ان عمرو بذ لک المقام بعد ان ذھبت الشجرۃ فقال این کانت

فجعل بعضہم یقول ھھنا و بعضہم یقول ھھنا فلما اکثر اختلافہم قال سیروانھبت للشجرة یعنی سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شجرہ رضوان کو دیکھا تھا پھر میں ایک سال بعد آیا اس کو نہ پہچانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس جگہ پر گزرے بعد اس کے شجرہ جاتا رہا تھا تو فرمایا کہاں تھا بعض کہنے لگے کہ یہاں اور بعض کہنے لگے کہ یہاں جب ان میں زیادہ اختلاف ہوا تو فرمایا چلو درخت جاتا رہا اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تجسس فرمانا کیا بتاتا ہے علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں بلغ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی زمان خلافۃ ان ناسا یصلون عندھا فتوعدھم و امربھا فقطعت خوف ظھور البدعۃ انتہی۔

وروی الامام النسفی فی التیسیر انھا عمیت علیہم من قابل فلم یدروا این ذھبت یقول الفقیر یمکن التوفیق بین الروایتین بانھم لما عمیت علیہم ذھبوا یصلون تحت شجرۃ علی ظن انھا ھی الشجرۃ البیعۃ فامر عمر بقطعھا۔ و فی کشف النور لابن النابلسی اما قول بعض المغرورین باننا نخاف علی العوام اعتقدوا الاولیاء من الولیاء توثر فی الوجو ب مع اللہ فیکفرون و یشرکون باللہ تعالی فنھینا ھم عن ذ لک ونھدم قبور الاولیاء ونرفع البنایات المرضوعات علیھاونزیل الستور عنھا و نجعل اھانتۃ الاولیاء ظاھرا حتی تعلم العوام الجاھلون ان ھؤلاء الاولیاء لو کانو موثرین فی الوجو ب مع اللہ تعالی لد فعلو عن انفسھم ھزہ الاھانۃ التی نفعلھا معھم فاعلم ان ھذ ا الصنیع کفر

اج ماخوذ من قول فرعون علی ماحکاه اللّٰه تعالٰی لنا فی کتابه
یم و قال فرعون ذرونی اقتل موسی ولیدع ربه انی اخاف ان یبدل
کم او ان یظهر فی الارض الفساد و کیف یجوز هذا الصنیع من
ل الامر الموهوم و هو خوف الضلال علی العوامة

یعنی حضرت عمرؓ کو اپنے زمانہ خلافت میں خبر پہنچی کہ لوگ شجرہ
ضوان کے پاس نماز پڑھتے ہیں آپ نے انہیں دھمکایا اور آپ کے حکم
ہ وہ درخت کاٹا گیا بخوف ظہور بدعت۔ امام نسفی رحمتہ اللہ علیہ نے تیسیر
ں روایت کیا کہ اگلے سال وہ درخت گم ہوگیا اور کسی نے نہ جانا کہ کہاں گیا
مہ فرماتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں موافقت کی یہ صورت ہے کہ جب
اصلی درخت ناپید ہوگیا تو لوگ اس گمان سے اور درخت کے نیچے نماز
ھنے لگے کہ وہی درخت بیعت ہے تو حضرت عمرؓ نے اس درخت کے
ٹنے کا حکم دیا (یعنی جس کو لوگوں نے غلط طور پر درخت بیعت گمان کیا تھا نہ
ہ اصلی درخت کو) ابن نابلسی کی کشف النور میں ہے بعض مغروروں کا یہ
مہ دینا کہ ہمیں خوف ہے کہ عام لوگ کسی ولی کے معتقد ہو جائیں اور کی قبر
ی تعظیم کریں. اور اس سے برکت و مدد طلب کریں تو وہ اس اعتقاد میں
رفتار ہو جائیں گے کہ وہ اولیاء وجود میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ موثر ہیں یعنی
سی چیز کے پیدا کرنے میں اس کے ساتھ شریک ہیں تو کافر و مشرک ہو جائیں
گے ہم ان کو اس سے منع کرتے ہیں اور اولیاء کی قبریں ڈھاتے ہیں اور جو
ارتیں ان پر بنائی گئی ہیں ان کو دور کرتے ہیں اور چادریں ہٹاتے ہیں اور
ولیاء کی ظاہری اہانت کرتے ہیں تاکہ عام جاہل جان لیں کہ اگر یہ اولیاء اللہ

کے ساتھ وجود میں موثر ہوتے تو اپنی ذات سے اس اہانت کو دور کر د
ہم ان کے ساتھ کرتے ہیں تو جاننا چاہئے کہ یہ فعل (یعنی اس مقصد سے
ڈھانا اور ان کی اہانت کرنا) کفر خالص ہے جو فرعون کے اس مقولہ سے ا
ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قدیم میں نقل فرمایا کہ فرعون نے
"مجھے چھوڑو کہ موسیٰ کو قتل کرڈالوں اور انہیں چاہئے کہ وہ اپنے رب
پکاریں میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دیں یا زمین پر فساد ظاہر
اور یہ فعل یعنی قبریں ڈھانا ایک امر موہم یعنی عوام کی گمراہی کے خوف
کیونکہ جائز ہو سکتا ہے"۔

فیصلہ حق

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ نجدی دور سے پہلے گزرے ہیں
انہوں نے فیصلہ ہی فرمایا دیا کہ مزارات کی تعظیم میں یہ وہم کہ لوگ شرک
میں مبتلا ہو جائیں گے اسی لئے جو کاروائی وہابی نجدی کر چکے ہیں اور جو
ہمارے دور کے وہابی نجدی دیوبندی کرنا چاہتے ہیں انہیں ممکن ہے معلوم نہ
ہو فقیر ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے روح البیان جیسی معتبر تفسیر سے حوالہ
پیش کردیا اور وہ بھی از خود نہیں فرمارہے بلکہ حضرت نابلسی قدس سرہ کی
تصنیف "کشف النور" سے اور اس نابلسی قدس سرہ بزرگ کو نجدیوں سے
پہلے دنیا سے رخصت ہوئے عرصہ دراز گزرا آپ کی وفات ۱۱۴۳ھ میں ہوئی
جب کہ ابھی محمد بن عبدالوہاب پیدا بھی نہیں ہوا اس کی ولادت میں ہوئی
اور وہابیت کی تحریک تو پیدائش کے درجنوں سال بعد کو چلائی اور علامہ

عبدالغنی نابلسی قدس سرہ صاحب کرامات بزرگ اور سوا دو سو ضخیم کتب کے مصنف ہو گزرے ہیں۔

تفصیلی جوابات

فقیر اویسی نے بارہا عرض کیا ہے کہ ہمارے مخالفین عوام کو سرسری باتوں سے پھنسانے کے استاد واقع ہوئے ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ مزارات انبیاء و اولیاء اور عوام کی قبور میں زمین و آسمان کا فرق ہے مثلاً"

۱۔ انبیاء و اولیاء کے مزارات کی حاضری سے زائرین کو بے شمار فوائد و برکات نصیب ہوتے ہیں اسی لئے زائرین کی سہولت ہوگی تو بار بار حاضر ہوں گے اور تادیر بیٹھ کر استفادہ و استفاضہ کریں گے اسی لئے انبیاء و اولیاء کے مزارات کے اردگرد ہر قسم کی سہولتیں قبہ جات' مساجد' پانی کا انتظام اور رہائش گاہیں' لنگر خانے وغیرہ وغیرہ اگر ان مزارات پر یہ انتظام نہ ہو تو کوئی آئے نہ کوئی جائے وہابی دیوبندی یہی چاہتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہی خراب ہے وہ کہتے ہیں انبیاء و اولیاء مر کر مٹی ہوگئے اب وہاں استفاضہ و استفادہ کیسا۔

۲۔ انبیاء و اولیاء کے مزارات پر قرآن خوانی' نوافل' ذکر الٰہی کیلئے حاضری بھی بہت بڑی مشکلات کا حل ہے' بارہا کا تجربہ ہے یہی وجہ ہے کہ محبوبان خدا کے مزارات پر شب و روز عوام کا تانتا بندھا رہتا ہے اگر ان مزارات پر قبہ جات اور دیگر سہولتیں نہ ہوں تو سب کو معلوم ہے کہ اگر مسجدوں میں ایسے انتظامات نہ ہوں تو ایک نمازی بھی مسجدوں میں نظر نہ

آئے۔

۳۔ انبیاء و اولیاء کے مزارات واجب التعظیم ہیں جیسا کہ فقیر نے گزشتہ ابواب میں تفصیل سے عرض کیا ہے اور ان کے مزارات پر قبہ جات بنایا ان کی تعظیم میں شامل ہے چنانچہ حضرت علامہ سید عبدالغنی نابلسی قدس سرہ لکھتے ہیں فبناء القباب علی قبور العلماء و الاولیاء والصلحا و وضع الستور والعمائم و الثیاب علی قبورہم امر جائز انا کان القصد بذ لک التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتقر و صاحب ھنا القبر وکنا ایقا : اتضاویل واشمع عند قبور الاولیاء و الصلحا من باب التعظیم والاجد لال ایضا للاولیاء فالمقصد فیھا مقصد حسن وتزر النزر الزیت واشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیماً لھم ومحبة فیھم جائز بعد لا ینبغی النھی عنه (کشف النور و التحیتہ المختار' و درالمختار ج ا ص ۱۶۳) ترجمہ ! " علماء و اولیاء صلحا کے مزارات کے قبے اور غلاف اور عمامے اور کپڑے مزارات پر جائز ہیں جب اس سے مقصد تعظیم ہو تاکہ عوام ان کی عزت کریں حقارت نہ کریں ایسے ہی مزارات پر دیئے جلانا بھی تعظیم سے ہے پس ایسا مقصد عظیم ہے اولیاء کیلئے تیل اور شمع کی منت بھی جائز ہے کہ مزارات کے نزدیک روشنی کا انتظام کریں گے یہ اولیاء کی محبت و تعظیم میں داخل ہے جائز ہے اسے روکنا نہیں چاہئے"۔ اس کے باوجود وہابیوں دیوبندیوں نے سوالات ڈھونڈ لئے ہیں وہ یہ ہیں۔

سوال

حدیث شریف میں ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان

. **يجصص القبور ان يبنى عليه و ان يقعد عليه** "حضور علیہ السلام نے منع فرمایا اس سے کہ قبروں پر گچ کیا جاوے اور اس سے کہ اس پر عمارت بنائی جاوے اور اس سے کہ اس پر بیٹھا جاوے" نیز عام فقہاء فرماتے ہیں **يكره البناء على القبور** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین کام حرام ہیں قبر کو پختہ بنانا قبر پر عمارت بنانا اور قبر پر مجاور بن کر بیٹھنا۔ **نوٹ!** یہ وہابیوں دیو بندیوں کا بتایا ہوا مفہوم ہے جو سراسر غلط ہے۔

جواب ۱

قبر کو پختہ کرنے سے منع ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت کی طرف ہے اس کو پختہ کیا جاوے اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا **ان يجصص القبور** یہ نہ فرمایا گیا علی القبور دوسرے یہ کہ عامۃ المسلمین کی قبور پختہ کی جاویں کیونکہ یہ بے فائدہ ہے اس معنی پر قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا تیسرے یہ کہ قبر کو سجاوٹ' **تکلف**' یا فخر کیلئے پختہ کیا یہ تینوں صورتیں منع ہیں اور اگر نشان باقی رکھنے کیلئے کسی ولی اللہ کی قبر پختہ کی جاوے تو جائز ہے کیونکہ حضور ﷺ نے عثمان ابن مظعون کی قبر پختہ پتھر کی بنائی جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ لمعات میں اسی **ان يجصص القبور** کے ماتحت ہے **لما فيه من الزينة والتكلف** کیونکہ اس میں محض سجاوٹ اور تکلف ہے جس سے معلوم ہوا کہ اگر اس لئے نہ ہو تو جائز ہے۔ **ان يبنى عليه** یعنی قبر پر عمارت بنانا منع فرمایا اس کے بعد بھی چند معانی ہیں۔

۱۔ خود قبر پر عمارت بنائی جاوے اس طرح کہ قبر دیوار میں شامل ہو

• جاوے چنانچہ شامی باب الدفن میں ہے **وتکرہ الزیادۃ علیہ کما فی المسلم نہی رسول اللہ صلی علیہ وسلم ان یجصص القبرو ان یبنی علیہ** قبر کو پختہ کرنے اور اس پر کچھ بنانے سے منع فرمایا در مختار اس باب میں ہے **وتکرہ الزیادۃ علیہ من التراب لانہ بمنزلۃ البناء** قبر پر مٹی سے زیادہ کرنا منع ہے کیونکہ یہ عمارت بنانے کے درجہ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر بناء کا مطلب یہ ہے کہ قبر دیوار میں آجائے اور گنبد بنانا یہ حول القبر یعنی قبر کے ارد گرد بنانا ہے یہ ممنوع نہیں۔

۲۔ یہ حکم عامۃ المسلمین کی قبروں کیلئے ہے۔

۳۔ اس بنا کی تفسیر خود دوسری حدیث نے کردی ہے جو کہ مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے **الھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذو قبور انبیاء ھم مسجد** "اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جاوے اس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے جس نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنالیا"۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قبر کو مسجد بنانا اس پر عمارت بنا کر اس کی طرف نماز پڑھنا حرام ہے یہی اس حدیث سے مراد ہے قبروں پر نہ بناؤ مسجد' قبر کو مسجد بنانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی عبادت کی جاوے' یا کم از کم اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف سجدہ کیا جاوے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں **قال البیضاوی لما کانت الیہود والنصری یسجد ون لقبور الانبیاء تعظیم لسانہم و یجعلو نہا قبلۃ یتوجھون فی الصلوٰۃ نحوھا**

واتخذ وها اوثانا لعنهم و منع المسلمون عن مثل ذلك بیضاوی نے فرمایا کہ جب کہ یہود و نصاریٰ پیغمبروں کی قبروں کو تعظیماً" سجدہ کرتے تھے اور اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور ان قبور کو انہوں نے بت بنا رکھا تھا لہٰذا اس پر حضور علیہ السلام نے لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا گیا۔ یہ حدیث متعرض کی پیش کردہ حدیث کی تفسیر ہو گئی معلوم ہوا کہ قبہ بنانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا۔۔

۴۔ یہ ممانعت حکم شرعی نہیں ہے بلکہ زہد و تقویٰ کی تعلیم ہے جیسے کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ رہنے کے مکانات کو پختہ کرنے سے بھی روکا گیا بلکہ گرا دیئے گئے۔

۵۔ جب بنانے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ اس عمارت سے میت کو راحت یا فائدہ پہنچتا ہے تو منع ہے کہ یہ غلط خیال ہے اور اگر زائرین کی آسائش کیلئے عمارت بنائی جاوے تو جائز ہے۔ ہم نے یہ توجیہیں اس لئے کیں کہ بہت سے صحابہ کرام نے خاص خاص قبروں پر عمارات بنائی ہیں یہ فعل سنت صحابہ ہے' چنانچہ حضرت فاروق نے حضور اکرم ﷺ کی قبر انور کے گرد عمارت بنائی' سیدنا ابن زبیر نے اس پر خوبصورت عمارت بنائی۔ امام زین العابدین کے اس فعل کے ماتحت ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب البکاء میں فرماتے ہیں **الظاهر انه لاجتماع الاحباب للذ كر والقراء ة وحضور الاصحب بالمغفرة اما حمل فعلها على العبث المكروه فغير لائق لصنيع اهل البيت** ظاہر یہ ہے کہ یہ قبہ دوستوں اور صحابہ کے جمع ہونے کیلئے تھا تاکہ ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کریں اور دعائے مغفرت کریں لیکن

ان بی بی کے اس کام کو محض بے فائدہ بتانا جو کہ مکروہ ہے یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔ معلوم ہوا کہ بلا فائدہ عمارت بنانا منع اور زائرین کے آرام کیلئے جائز ہے نیز حضرت عمرؓ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر قبہ بنایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اُپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر اور حضرت محمد ابن حنفیہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قبر پر قبہ بنایا جس کی تفصیل ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

درس عبرت

صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم کو قرآن خوانی اور احادیث فہمی نصیب نہیں تو پھر کسی کو نصیب نہیں جتنا روایات وہابیوں دیوبندیوں نے پیش کی ہیں اگر ان کا یہی مطلب ہوتا جو وہابیوں نے سمجھا ہے تو پھر ان حضرات سے احادیث مبارکہ کے خلاف کیسے ممکن ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ حضرات اپنی جانیں تو سولی پر لٹکا سکتے ہیں لیکن احادیث کے خلاف ہرگز نہیں کر سکتے۔ اور ان احادیث کا صرف یہ جوابات دینا کہ ضعیف ہیں یہ تحقیق جواب نہیں بلکہ جان چھڑانے والی بات ہے۔

غلط اور سراسر غلط

حدیث شریف میں یبنی علیہ سے قبہ وغیرہ کا معنی لینا حدیث کی تحریف ہے کیونکہ علیٰ کا مدخول ضمیر ہے جو قبر کی طرف راجع ہے جس کا معنی یہ ہے کہ قبر کو مکانیت کے طور استعمال نہ کرو کہ اس کی اہانت ہے اور اہانت و تحقیر کا قرینہ بھی بتاتا ہے کہ یہی معنی ہو جو ہم نے جان لیا ہے ایسے ہی قبر کی

بعیص کا قرینہ بتاتا ہے کہ ایسے ہی قبر پر بیٹھنے سے قبر پر چڑھ کر بیٹھنا مراد ہے نہ کہ وہاں مجاور بننا' مجاور بننا تو جائز ہے کیونکہ مجاور اسی کو تو کہتے ہیں جو کہ قبر کا انتظام رکھے کھولنے بند کرنے کی چابی اپنے پاس رکھے وغیرہ وغیرہ یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے حضرت عائشہ صدیقہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی منتظم اور چابی والی تھیں جب صحابہ کرام کو زیارت کرنی ہوتی تو ان سے ہی کھلوا کر زیارت کرتے سوائے وہابیوں کے۔

لطیفہ

دیو بندی پہلے ناجائز کہتے تھے لیکن اب نہیں کیونکہ وہ اب خود مزارات پر مجاور بنے بیٹھے ہیں اگر یہ مجاوری سے ہٹا دیئے جائیں تو پھر حرام کہیں گے۔

سوال

مشکواۃ باب القبور میں ہے **وعن ابی هیاج ن الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی رسول اللہ السلام ان تدع تمثا لا الا طمثته ولا قبراً مشرفاً الا سویته** ابوہیاج اسدی سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھ کو حضور علیہ السلام نے بھیجا تھا وہ یہ کہ تم کوئی تصویر نہ چھوڑو مگر مٹا دو اور نہ کوئی اونچی قبر مگر اس کو برابر کر دو۔

الجواب

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں وہابیوں دیو بندیوں نے

سوچے بغیر اعتراض کردیا کیونکہ آپ کا یہ حکم غلبہ اسلام یعنی مدنی زندگی یعنی فتح مکرمہ کے بعد ہوا اور ظاہر ہے کہ اس سے قبل جتنا مسلمان فوت ہوئے ان کی قبریں آپ کی نگرانی میں تیار ہوئیں جیسے حضرت عثمان بن مظعون کی روایت گزری ہے کہ وہ قبر بھی بہت اونچی تھی تو آپ نے جتنا قبریں تیار کرائیں وہ غلط نہ تھیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن کے ڈھانے کا حکم فرمایا وہ کفار کی قبریں تھیں نہ کہ مسلمین کی۔ اس کی چند وجہ ہیں۔ اولاً تو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابوالہیاج کو اس کام کیلئے بھیجتا ہوں جس کیلئے مجھے حضور علیہ السلام نے بھیجا تھا حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جن قبروں کو حضرت علی نے گرایا وہ مسلمانوں کی قبریں نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ہر صحابی کے دفن میں حضور علیہ السلام شرکت فرماتے تھے نیز صحابہ کرام کوئی کام بھی حضور علیہ السلام کے بغیر مشورہ کے نہ کرتے تھے لہٰذا اس وقت جس قدر قبور مسلمین بنیں وہ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یا آپ کی اجازت سے تو وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو کہ ناجائز بن گئیں اور ان کو مٹانا پڑا۔ ہاں عیسائیوں کی قبور اونچی ہوتی تھیں بخاری شریف میں مسجد نبوی کی تعمیر کے بیان میں ہے **امر النبی علیہ السلام بقبور المشرکین فنبشت** حضور علیہ السلام نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا پس اکھیڑ دی گئیں۔

حوالہ جات ملاحظہ

ا۔ فتح الباری جلد دوم صفحہ ۲۶۰ میں ہے **ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیة ای دون غیرھا من قبور الانبیاء و اتباعھم لما فی ذلک**

ہانة لھم کیا جاہلیت کے مشرکین کی قبریں اکھیڑ دی جائیں (باب میں) فرماتے ہیں ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں اہانت ہے دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ **و فی الحدیث جواز تصرف فی المقبرة المملوکة و جواز نبش قبور الدارسة اذا لم یکن محرمة** اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جو قبرستان ملک میں آگیا اس میں تصرف کرنا جائز ہے او ر پرانی قبریں اکھاڑ دی جاویں بشرطیکہ محترمہ نہ ہوں۔

فائدہ

اس حدیث اور اس کی شرح نے مخالف کی پیش کردہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کردی کہ مشرک کی قبریں گرائی جاویں دوسرے اس لئے کہ اس میں قبر کیساتھ فوٹو کا کیوں ذکر ہے مسلمان کی قبر پر فوٹو کہاں ہوتا ہے؟ معلوم ہوا کہ کفار کی قبریں ہی مراد ہیں کیونکہ ان کی قبروں پر میت کا فوٹو بھی ہوتا ہے تیسرے اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کردو اور مسلمان کی قبر کیلئے تو حکم ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے اس کو بالکل پیوند زمین کرنا خلاف سنت ہے تسلیم کرنا ہوگا قبور کفار تھیں ورنہ تعجب ہے کہ سیدنا علی تو اونچے قبریں اکھڑوائیں اور ان کے فرزند محمد ابن حنفیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر پر قبہ بنائیں۔ اگر کسی مسلمان کی قبر اونچی بن بھی گئی تب بھی اس کو نہیں اکھیڑ سکتے کیونکہ اس میں مسلمان کی توہین ہے اولاً" اونچی نہ بناؤ مگر جب بن جائے تو نہ مٹاؤ قرآن پاک چھوٹا سائز چھاپنا منع ہے (شامی کتاب الکراہیت) مگر جب چھپ گیا تو اس کو نہ پھینکو نہ جلاؤ کیونکہ اس میں قرآن

سوچے بغیر اعتراض کردیا کیونکہ آپ کا یہ حکم غلبہ اسلام یعنی مدنی زندگی یعنی فتح مکرمہ کے بعد ہوا اور ظاہر ہے کہ اس سے قبل جتنا مسلمان فوت ہوئے ان کی قبریں آپ کی نگرانی میں تیار ہوئیں جیسے حضرت عثمان بن مظعون کی روایت گزری ہے کہ وہ قبر بھی بہت اونچی تھی تو آپ نے جتنا قبریں تیار کرائیں وہ غلط نہ تھیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن کے ڈھانے کا حکم فرمایا وہ کفار کی قبریں تھیں نہ کہ مسلمین کی۔ اس کی چند وجہ ہیں۔ اولاً تو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابوالہیاج کو اس کام کیلئے بھیجتا ہوں جس کیلئے مجھے حضور علیہ السلام نے بھیجا تھا حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جن قبروں کو حضرت علی نے گرایا وہ مسلمانوں کی قبریں نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ہر صحابی کے دفن میں حضور علیہ السلام شرکت فرماتے تھے نیز صحابہ کرام کوئی کام بھی حضور علیہ السلام کے بغیر مشورہ کے نہ کرتے تھے لہذا اس وقت جس قدر قبور مسلمین بنیں وہ یا تو حضور ﷺ کی موجودگی میں یا آپ کی اجازت سے تو وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو کہ ناجائز بن گئیں اور ان کو مٹانا پڑا۔ ہاں عیسائیوں کی قبور اونچی ہوتی تھیں بخاری شریف میں مسجد نبوی کی تعمیر کے بیان میں ہے **امر النبی علیہ السلام بقبور المشرکین فنبشت** حضور علیہ السلام نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا پس اکھیڑ دی گئیں۔

حوالہ جات ملاحظہ

۱۔ فتح الباری جلد دوم صفحہ ۲۶۰ میں ہے **ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ ای د ون غیرھا من قبور الانبیاء و اتباعھم لما فی ذ لک**

اهانة لهم کیا جاہلیت کے مشرکین کی قبریں اکھیڑ دی جائیں (باب میں) فرماتے ہیں ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں اہانت ہے دوسری جگہ فرماتے ہیں و فی الحدیث جواز تصرف فی المقبرة المملوکة و جواز نبش قبور الدارسة انا لم یکن محرمة اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جو قبرستان ملک میں آگیا اس میں تصرف کرنا جائز ہے اور پرانی قبریں اکھاڑ دی جاویں بشرطیکہ محترمہ نہ ہوں۔

فائدہ

اس حدیث اور اس کی شرح نے مخالف کی پیش کردہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کردی کہ مشرک کی قبریں گرائی جاویں دوسرے اس لئے کہ اس میں قبر کیساتھ فوٹو کا کیوں ذکر ہے مسلمان کی قبر پر فوٹو کہاں ہوتا ہے؟ معلوم ہوا کہ کفار کی قبریں ہی مراد ہیں کیونکہ ان کی قبروں پر میت کا فوٹو بھی ہوتا ہے تیسرے اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کردو اور مسلمان کی قبر کیلئے تو حکم ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے اس کو بالکل پیوند زمین کرنا خلاف سنت ہے تسلیم کرنا ہوگا قبور کفار تھیں ورنہ تعجب ہے کہ سیدنا علی تو اونچی قبریں اکھڑوائیں اور ان کے فرزند محمد ابن حنفیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر پر قبہ بنائیں۔ اگر کسی مسلمان کی قبر اونچی بن بھی گئی تب بھی اس کو نہیں اکھیڑ سکتے کیونکہ اس میں مسلمان کی توہین ہے اولا" اونچی نہ بناؤ مگر جب بن جائے تو نہ مٹاؤ قرآن پاک چھوٹا سائز چھاپنا منع ہے (شامی کتاب الکراہیت) مگر جب چھپ گیا تو اس کو نہ پھینکو نہ جلاؤ کیونکہ اس میں قرآن

کی بے ادبی ہے احادیث میں وارد ہے کہ مسلمان کی قبر پر بیٹھنا یا پاخانہ کرنا وہاں جوتے سے چلنا ویسے بھی اس پر چلنا پھرنا منع ہے مگر افسوس ہے کہ نجدیوں نے صحابہ کرام کے مزارات گرائے اور معلوم ہوا ہے کہ اب جدہ میں انگریز عیسائیوں کی اونچی اونچی قبریں برابر بن رہی ہیں صدق رسول اللہ ﷺ **یقتلون اہل الاسلام و یترکون اہل الاصنام** ہر ایک کو اپنی جنس سے محبت ہوتی ہے۔

سوال

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرمایا کہ میت پر اعمال کا سایہ کافی ہے۔

جواب

ہاں اگر میت پر سایہ کرنے کیلئے قبہ بنایا تو منع ہے زائرین کے آرام کیلئے بنایا تو جائز ہے عینی شرح بخاری اسی حدیث ابن عمر کے ماتحت فرماتے ہیں **وهی اشارة الی ان ضرب الفسطاط بغرض صحیح كالتستر من الشمس مثلاً للاحیاء لا لاظلال المیت جاز** ادھر اشارہ ہے کہ قبر پر صحیح غرض کیلئے خیمہ لگانا جیسے کہ زندوں کو دھوپ سے بچانے کیلئے نہ کہ میت کو سایہ کرنے کیلئے ہے تو جائز ہے اسی لئے ہمارے نزدیک عوام کی قبور پر گنبد بنانا ناجائز ہے کیونکہ عوام سے استفاضہ واستفادہ کیسا ہاں اگر کوئی اس کیلئے ایصال و ثواب کرنے کی نیت سے چند روزہ جھونپڑہ ڈالا یا سائبان لٹکا دے تو جائز ہے اگر مسلسل کسی کے ایصال و ثواب کیلئے عوام کا رجحان ہے تو بھی صرف اس نیت پر کہ اس میں عوام کو قرآن خوانی کی سہولت ہو تو جائز ہے ہاں نام

نمود و ریاء کے طور پر بلاوجہ کسی قبر پر گنبد یا مکان بنادیا جائے تو ہمارے نزدیک ناجائز ہے وہابیوں دیوبندیوں کو ہماری یہ باتیں کب قبول ہیں وہ چاہتے ہیں دیر نہ ہو نجدی کی سنت ادا ہو اور گنبد اور قبے گرا دیئے جائیں اور بس۔

سوال

اگر اولیاء اللہ یا صحابہ کرام میں کچھ طاقت تھی تو نجدی وہابیوں سے اپنی قبروں کو کیوں نہ بچایا؟ معلوم ہوا کہ یہ محض مردے ہیں پھر ان کی تعظیم و توقیر کیسی؟

جواب

حضور علیہ السلام سے پہلے کعبہ معظمہ میں تین سو سات بت تھے اور احادیث میں ہے کہ قریب قیامت ایک شخص کعبہ شریف کو گرادے گا لاہور میں مسجد شہید گنج سکھوں کا گوردوارہ بنگئی بہت سی مساجد ہیں جو کہ برباد کر دی گئیں دور حاضرہ میں نجدی نے بہت سی مساجد گراکر سڑکیں بنادیں تو اگر کوئی کافر کہے کہ اگر خدا میں طاقت تھی تو اس نے اپنا گھر کیوں نہ بچالیا؟ اولیاء اللہ یا مقابر کی تعظیم ان کی محبوبیت کی وجہ سے کی جاتی ہے جیسے کہ مساجد اور کعبہ معظمہ کی تعظیم بھی اس لئے کہ انہیں اللہ تعالی سے تعلق اور نسبت ہے۔

خلاصتہ الجوابات

قبور پر بناء حرام ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن بناء علی القبر کا معنی قبے اور گنبد سمجھنا جہالت ہے کیونکہ علی کا تعلق قبر سے ہے نہ کہ ماحول (ارد گرد قبر) سے اور حضور نبی پاک کا مقصد بھی یہی ہے کہ قبر کے اوپر دیوار کھینچ کر تعمیر کرنا حرام ہے جیسے حدیث کے تمام جملوں کا یہی معنی ہے مثلاً" قبر پر بیٹھنا تو قبر کے اوپر بیٹھنا حرام ہے نہ اس کے ارد گرد کسی جگہ بیٹھنا اگر یہی معنی ہے تو پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا "قبور کی زیارت کرو" اس کا کیا معنی ہوگا؟

لطفیہ

کسی دور میں وہابیوں دیوبندیوں نے اس کا معنی مجاور بننا کیا تھا لیکن جب سے محکمہ اوقاف کی مہربانیوں سے دیو بندی وہابی خود مجاور بنے ہیں اس وقت سے خاموش ہیں اب تو مزارات کے چڑھاوے غلاف کے پارچات، حلوے، چُوریاں، چاول، سب حلال طیب ہیں تجربہ کرکے دیکھ لیں آج انہیں اوقاف کا محکمہ مزارات سے ہٹالے پھر وہی فتویٰ اور وہی چکر عود کر آئے گا۔

غور کرو مسلمانو!

بناء علی القبر سے قبے اور گنبد وغیرہ ہر گز مراد نہیں بلکہ اس پر دیوار کھینچنا یا اسے مکان کی تعمیر میں شامل کر دینا (جیسے آج کل پرانے گورستانوں کا حشر ہو رہا ہے) مراد ہے کیونکہ یہ قبور کی توہین ہے اور حضور علیہ السلام سنی مسلمانوں کی قبروں کی توہین گوارہ نہیں فرماتے اسی لئے اس پر

بیٹھنا و دیگر ہدایات بتائیں جن میں۔ مسلمانوں کی، قبور کی تعظیم و تکریم کا سبق ملتا ہے اس بناء علی القبر میں قبور کو اہانت سے بچانا ہے اس کا قرینہ لا یجصیص بھی ہے اس لئے کہ تجصیص (چونہ گچ کرنا) بھی قبر کا منع ہے نہ کہ قبر کے ارد گرد اور تجصیص سے اس لئے روکا گیا کہ اس میں اسراف ہے جو عوام قبور کیلئے کوئی فائدہ نہیں اور انبیاء و اولیاء کی تعظیم و تکریم کا وہی حکم ہوگا جو مساجد کیلئے منقش کرنے کا ہے کیونکہ مساجد عبادتگاہیں ہیں تو انبیاء و اولیاء حق کی جلوہ گاہ ہیں لیکن سنی مسلمان کیلئے (**ولکن الوہابیتہ قوم لا یعقلون**)

آخری حوالہ

باصول وہابیہ دیو بندیہ گنبد خضرا (روضہ رسول اکرم ﷺ) ناجائز بنایا گیا ہے لیکن فقہاء کرام تو فرماتے ہیں گنبد خضرا کو دیکھنا اور بار بار دیکھنا مستحب ہے (مناسک علی قاری اور اس کی شرح ارشاد الساری وغیرہ وغیرہ)

قبہ مزار ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو ایوب انصاری میزبان رسول ﷺ غزوہ قسطنطنیہ کے دوران وصال ہوگیا نماز جنازہ سے فراغت کے بعد آپ کے جنازہ کو اٹھا کر دشمن پر یکبارگی حملہ کردیا گیا اور قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچ کر فصیل کے بالکل نیچے آپ کو دفن کردیا گیا (عمدۃ القاری جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۹، ارشاد الساری جلد ۵ ص ۱۰۴، البدایتہ والنہایتہ جلد ۸ صف ۵۸، ۵۹، ابن الاثیر جلد ۳ ص ۲۲۸، حاضر العالم الاسلامی ص ۲۱۵، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۶۲)

قیصر نے جب شہر کی فصیل سے دیکھا کہ مسلمان کوئی چیز دفن کر رہے ہیں تو اس نے قاصد کی معرفت اس بارہ میں معلوم کیا یزید نے جواب دیا کہ یہ ہمارے رسول ﷺ کے صحابی کا جنازہ ہے انہوں نے تمہارے ملک کے اندر لے جا کر دفن کرنے کی خواہش کی تھی اب ہم ان کی اس خواہش کی تکمیل کر رہے ہیں اگرچہ ہمیں اپنی جانیں ہی کیوں نہ دینی پڑیں (العقد الفرید ج ۳ ص ۴۳) یہ سن کر قیصر نے کہا کہ تمہارے جانے کے بعد ہم اس لاش کو نکال کر کتوں کے آگے ڈال دیں گے قیصر کی یہ بات سن کر یزید کو سخت غصہ آیا اور اس نے اسی غصے میں رومیوں کو مخاطب کر کے کہا **یا اھل القسطنطنیة ھنا رجل من اکابر اصحاب محمد نبینا و قد دفنا حیث ترون واللہ لئن تعرضتم لہ لاھد من کل کلیسیة فی ارض الاسلام ولا یضرب ناقوس بارض العرب ابدا** (ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ٦٦' الاستیعاب ج۲ ص ٦٣٨' العقد الفرید ج ۳ ص ۱۳۳)

"اے قسطنطنیہ کے باشندو! یہ صاحب نبی اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہم نے انہیں جہاں دفن کیا ہے اللہ کی قسم! اگر تم نے ان کو کسی قسم کا ضرر پہنچایا تو ارض اسلام کے ہر کلیسہ کو منہدم کردوں گا اور عرب کی سرزمین میں کبھی ناقوس نہیں بجے گا"۔

قیصر نے جب یزید بن معاویہ کے منہ سے یہ تہدید آمیز کلمات سنے' تو مبہوت ہو گیا اور اس کو جرات نہ پڑی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اس صحابی کی نعش مبارک کی توہین کر سکے بلکہ اس نے ان کی قبر پر ایک قبہ بنوا دیا (العقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۳۳) اور رومی ان کی قبر مبارک پر جا کر عہد

کرتے' اور قحط کے زمانے میں ان کی قبر کے وسیلے سے دعائیں مانگتے (عمدۃ
القاری جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۹) طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۵۰' البدایۃ والنہایۃ
جلد ۸ صفحہ ۵۹' ابن الاثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۸' حاضر العالم الاسلامی صفحہ ۲۱۵)

تبصرہ اویسی

یہ حوالہ فقیر نے قبہ جات کے دشمنوں اور یزید کے عاشقوں کیلئے عمداً"
لکھا ہے وہ یزید کو قطعی جنتی اور امیر المومنین اور امام برحق مانتے ہیں تو
انہیں لازم ہے کہ اپنے امام کی تقلید میں مزارات پر قبہ جات کا کارنامہ
سرانجام دیں تاکہ ان کے امام کی روح خوش ہو ورنہ شیخ عطار رحمتہ اللہ کا
فرمان مانیں "قوت نیکی نداری بد مکن" ترجمہ! "نیکی کی قوت نہیں تو برائی تو
نہ کر" بنابریں کم از کم قبہ جات سے دشمنی چھوڑ دیں۔

فائدہ

مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہو رہا ہے کہ یزید ایک صحابی رسول ﷺ
کی قبر کے تحفظ میں عیسائی بادشاہ کو چیلنج کر رہا ہے لیکن افسوس نجدی یزید
محقق کے دعوی کے باوجود رسول اکرم ﷺ کے صحابہ اہل بیت کے مزارات
سے جو دشمنی کا مظاہرہ کر رہا ہے بالخصوص دور حاضرہ ۱۴۱۹ھ میں اس نے
رسول اللہ ﷺ کی والدہ کریمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر (مزار) بے
دردی سے کھود ڈالی اور غلط طریقہ سے اس کی بے حرمتی کی تفصیل کیلئے
دیکھئے "الدرۃ الکامنہ فی تحقیق قبر آمنہ"۔

یزید کے دھمکانے سے قیصر گھبرا گیا جس پر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا

تحفظ ہوگیا افسوس کہ آج کل کی اسلامی حکومتیں اتنا بے حس ہیں کہ کوئی ا
بھی حکومت کا سربراہ ایسا نہیں جو نجدی کی آنکھ سے آنکھ ملا کر کہہ سنا
قبر آمنہ اسی طرح تمام صحابہ و اہل بیت کے مزارات کے بے حرمتی سے ا
آجا ورنہ تیری تباہی و ہلاکت ہے لیکن افسوس کہ تمام اسلامی حکومتوں کے
بربراہ ایسے خاموش ہیں گویا انہیں سانپ سونگھ گیا ہے۔

☆ مزارات پر حاضری پھر وہاں پر اہل مزار کو وسیلہ بنا کر مشکلات کیلئے
دعائیں مانگنا اہل اسلام کا قدیمی طریقہ ہے سوائے نجدیوں وہابیوں کے اس
کوئی بھی منکر نہیں تھا اور نہ ہے۔

واللہ تعالی و رسولہ (صلی اللہ علیہ وسلم) الاعلی اعلم بالغیب

الفقیر القادری ابو صالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

۴ شوال المکرم ۱۴۰۸ھ بہاول پور پاکستان

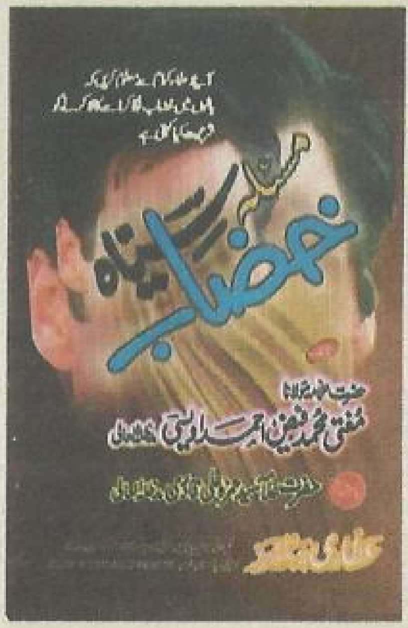
الحمد لله ! اس پُرفتن دور میں بھی ایسے ولیء کامل موجود ہیں جو عوام النّاس کے ایمان کی حفاظت کی فکر میں لگے رہتے ہیں انہی ولیء کامل نے فرمایا کہ روزانہ اس طرح توبہ کرلیا کرو۔

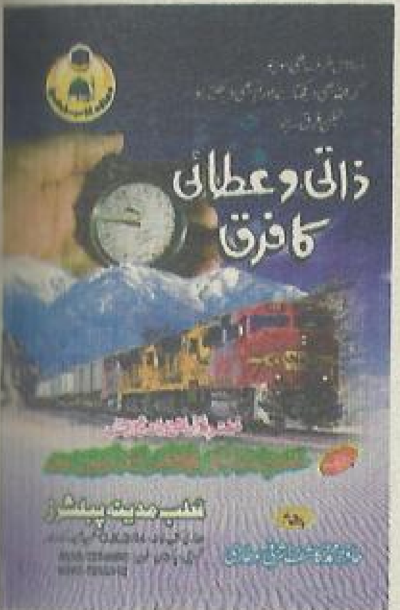
یا اللہ عزوجل! اگر مجھ سے کوئی کلمئہ کفر سرزد ہوگیا ہو تو اس سے توبہ کرتا ہوں۔

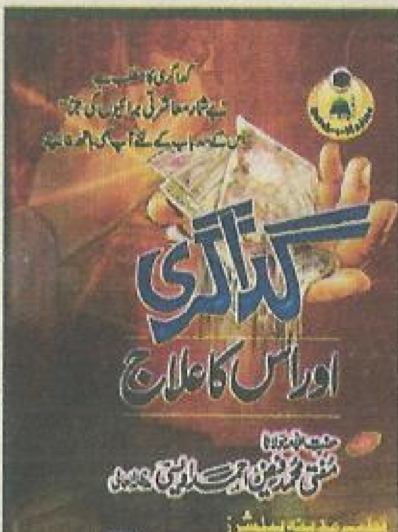
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّد" رَسُوْلُ اللّٰه

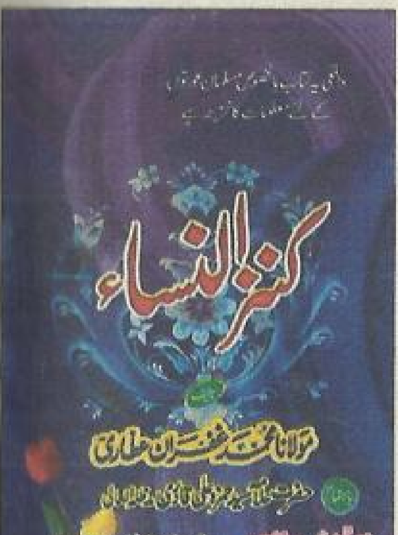
❄❄❄❄❄❄

عطاری پبلشرز


خضاب


ذاتی و عطائی
کا فرق


گداگری
اور اس کا علاج


کنز النساء